خطیبانہ انداز میں منفرد تذکرہ رسول ﷺ

خطباتِ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ



سکینگ
محمد تنویر
دینی کتابوں کا مرکز

جلد دوم



تالیف
پروفیسر حافظ عبدالستار حامد

دینی کتابوں
کا مرکز

پی ڈی ایف گروپ میں

شامل ہونے کے لیے اس نمبر پر واٹس اپ کریں

خطیبانہ انداز میں منفرد تذکرۂ رسول ﷺ

خطبات سیرتِ مصطفیٰ ﷺ

جلد دوم

تالیف

پروفیسر حافظ عبدالستار حامد



مکتبہ اسلامیہ ®

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب

خطباتِ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ

تالیف

پروفیسر حافظ عبدالستار حامد

ناشر ---------------- حماد پبلیکیشنز

اشاعت ---------------- 2020ء

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ ®

لاہور G/F-26 ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973-37232369 ، 0300-0997821-22-23-24

فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204-2641204 ، 0300-0997826-27-28

0300-8661763 0321-8661763
www.facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiainfo@gmail.com
www.maktabaislamia.com.pk

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ:

اور آپ کی ذاتِ اقدس سے زیادہ حسین میری نگاہ نے کبھی کوئی دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ حسن و جمال والا کبھی کسی ماں نے جنا ہی نہیں آپ ہر قسم کے عیب سے پاک صاف پیدا کیے گئے ہیں گویا آپ کی ذات اقدس کو آپ کے منشا کے عین مطابق بنایا گیا ہے



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى

اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى

اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ



فہرست مضامین

2: مقاماتِ درودِ مصطفیٰ ﷺ

3: معجزاتِ مصطفیٰ ﷺ (۱)

4: معجزات مصطفیٰ ﷺ (۲)

5: ذکرِ مصطفیٰ ﷺ

6: اَخلاق مصطفیٰ ﷺ

7: اِخلاص مصطفیٰ ﷺ

8: نمازِ مصطفیٰ ﷺ

9: قربانیٔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

10: تسلی مصطفیٰ ﷺ

11: حوضِ مصطفیٰ ﷺ

12: شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ

13: اُمت مصطفیٰ ﷺ

14: دشمنان مصطفیٰ ﷺ

دربارِ الٰہی میں دعائیں

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ

''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں تو ہمارا مواخذہ نہ فرما۔''



رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

''اے ہمارے پروردگار! ہم سے (یہ عمل) قبول فرما۔ بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔''



رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔''



آمین۔ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ

مصنف کا مختصر تعارف

نام: عبدالستار حامد

ولدیت: حاجی نیک محمد رحمہ اللہ

تاریخ ولادت: 18 فروری 1960ء

جائے ولادت: منڈی ڈھاباں (صفدر آباد) ضلع شیخوپورہ

تعلیمی کوائف: فاضل جامعہ اسلامیہ۔ گوجرانوالہ

فاضل وفاق المدارس السلفیہ۔ پاکستان

ایم اے اسلامیات (پنجاب یونیورسٹی)، فاضل عربی (لاہور بورڈ)

اساتذہ کرام:
- استاذ المحدثین حضرت مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ
- شیخ الادب حضرت قاری محمد یحییٰ خان بھوجیانی رحمہ اللہ
- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اعظم رحمہ اللہ
- استاذ العلماء مولانا حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ
- استاذ القراء قاری احمد دین۔ لاہور۔ استاذ الحفاظ قاری محمد صابر چنیوٹی

موجودہ ذمہ داری:
- خطیب جامع مسجد توحیدیہ اہل حدیث، وزیر آباد
- ایسوی ایٹ پروفیسر مولانا ظفر علی خان گورنمنٹ ڈگری کالج وزیر آباد

تالیفات:

① خطبات سورۃ فاتحہ
② خطبات قرآن جلد اول
③ خطبات آیۃ الکرسی
④ خطبات سورۃ یوسف
⑤ خطبات سورۃ کہف
⑥ خطبات سورۃ مریم
⑦ خطبات سورۃ نور
⑧ خطبات سورۃ یٰسین
⑨ خطبات سورۃ الحجرات
⑩ خطبات سورۃ التکاثر
⑪ خطبات سورۃ العصر
⑫ انوارِ رمضان
⑬ انوارُ الصلاۃ
⑭ توحید اور شرک کی حقیقت
⑮ خطبات سیرۃ مصطفیٰ ﷺ جلد اول، دوئم اور سوئم

حرفِ چند

محسن عالم، سرور اکرم اور پیغمبر اعظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ ہر دور کے مقررین کا دل پسند اور مصنفین کا محبوب موضوع رہا ہے کیونکہ سیرت رسول ﷺ کے بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کرکے ایک لڑی میں پرونا اور پھر اسے تقریری یا تحریری صورت میں عوام وخواص کے سامنے پیش کرنا انتہائی متبرک، مقدس اور معظم کام ہے جسے بجا طور پر سعادت وخوش قسمتی تصور کیا جاتا ہے۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ کائنات ہست و بود میں رب السماوات والارض نے سب سے زیادہ عزت، عظمت اور رفعت امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو عطاء فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کے فضائل وخصائل، محامد ومحاسن اور صفات واوصاف کا احاطہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

لا یُمْکِنُ الثَّنَاء کَمَا کَانَ حَقُّهُ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

قرآن مجید فرقان حمید میں آپ ﷺ کی خصوصیات وامتیازات اور اعزازات کا موضوع مختلف آیات طیبات میں معجزانہ اختصار اور بلیغانہ ایجاز کے ساتھ بڑے دل آویز اور مؤثر اسلوب میں بیان فرمایا گیا ہے جو ہمیشہ ارباب زبان و بیان اور اصحاب قلم وقرطاس کی توجہات کا مرکز رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی سیرت پاک کو پوری انسانیت کے لیے اسوۂ حسنہ اور نمونہ کاملہ قرار دیا ہے اور ہر مسلمان کے لیے آپ ﷺ کی اطاعت واتباع فرض فرمائی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ٢١)

”البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی سیرت) میں بہترین نمونہ ہے۔“

یہ کتاب ''خطبات سیرت مصطفیٰ جلد دوئم'' دراصل راقم الحروف کے خطبات جمعہ کا مجموعہ ہے جسے بعض مفید اضافوں، ابواب بندی اور مکمل حوالوں کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے اور اس میں آپ ﷺ کے فضائل و مناقب اور سیرت مطہرہ کے بعض پہلوؤں کو اجاگر کر کے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے، کامل اتباع کرنے اور نقش قدم پر چلنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کیونکہ امت کی زبوں حالی، پستی اور ناکامی کی ایک بہت بڑی وجہ سیرت مصطفیٰ ﷺ سے روگردانی اور اتباع رسول سے بے اعتنائی ہے۔

بقول علامہ محمد اقبال مرحوم:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نہ رسیدی تمام بو لہبی است

یہ امر باعث مسرت ہے کہ میری دیگر تالیفات کی طرح یہ کتاب بھی محترم مولانا محمد سرور عاصم ﷾ کی نگرانی میں'' مکتبہ اسلامیہ'' کی طرف سے جدید طرز طباعت کے مطابق شائع کی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں سیرت مصطفیٰ ﷺ کو عام کرنے کا جذبہ صادقہ عطا فرما رکھا ہے اورانہوں نے اس بابرکت موضوع پر کئی کتب کی اشاعت کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ جزاہ اللہ فاحسن الجزاء

میں آخر میں اپنے بڑے بیٹے پروفیسر حافظ حامد رحمان (پی۔ایچ۔ڈی سکالر) کے علم وعمل میں اضافے اور دنیا و آخرت کی بہتری اور ترقی کے لیے صمیم قلب سے دعا گو ہوں جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب وتدوین کے لیے حوالوں کی تلاش اور مصادر ومراجع کی فراہمی میں معاونت کی۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر کوشش وکاوش کو مقبول ومنظور فرما کر میرے والدین، اہل وعیال، اساتذہ کرام، برادران وہمشیرگان، ناشر مکرم اور میرے لیے صدقہ جاریہ اور اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔آمین

راقم

عبدالستار حامد

وزیر آباد

1 درودِ مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب: ٥٦)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام کہا کرو۔''

تمام قسم کی تعریفات اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے خاص ہیں جو ساری کائنات کا خالق، مالک، حاکم، رازق اور مدبّر و متصرّف ہے، وہ اپنی ذات، صفات، اختیارات، کمالات اور عبادات میں وحدہٗ لاشریک ہے، سارا جہان اُس کا محتاج مگر وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اُس نے انسانیت کی رُشد و رہنمائی اور ہدایت کے لیے مختلف زمانوں میں متعدد انبیا کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور سلسلۂ انبیاء کی آخری کڑی سید البشر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ کو رسالت، نبوّت اور ختم نبوّت کے منصب جلیلہ پر فائز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی لا تعداد، بے شمار اور بے حساب رحمتیں، برکتیں اور سلام نازل ہوں سرورِ کونین، رسول الثقلین، فاتحِ بدر و حُنین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر جنھیں اللہ رب العزّت نے اپنی تمام مخلوقات میں سب سے افضل، اشرف، اکرم اور برتر بنایا، جن پر خود اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے، اُس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں اور تمام اہلِ ایمان کو اُس ذات ستودہ صفات پر درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.))

دُرُود کا معنی و مفہوم:

''دُرود'' فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا معنیٰ رحمت، تحسین، استغفار، حمد، سلام، دُعا، تعریف اور تسبیح ہے۔ (علمی اُردو لغت، ص ۷۱۵ مطبوعہ علمی کتب خانہ لاہور، ۱۹۹۳ء)

''درود'' کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے عربی زبان، قرآن مجید اور احادیثِ مبارکات میں ''صلوٰۃ'' کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے جس کا معنیٰ مدح و ثناء، رحمت، دُعا، استغفار، نماز، عبادات اور تسبیح ہے۔ (مصباح اللغات ـــــ المفردات فی غریب القرآن)

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کو حکم فرمایا ہے کہ آپ اہلِ ایمان سے اُن کے اموال کی زکاۃ وصول کر کے انھیں ظاہری اور باطنی طور پر پاک کریں اور زکاۃ کی وصولی پر ان کے لیے رحمت و بخشش اور خیر و برکت کی دُعا کریں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (التوبہ: ۱۰۳)

''(اے رسول ﷺ) اُن کے مالوں میں سے صدقہ (زکاۃ) وصول کر کے اُنھیں پاک اور صاف کیجیے اور ان کے لیے ''دُعا'' کیجیے۔ بے شک آپ کی دُعا اُن کے لیے سکون (کا باعث) ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کی سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں لفظِ ''صلاۃ'' رحمت و برکت کی دُعا کے معنی میں استعمال فرمایا گیا ہے اور حدیث شریف میں بھی یہ لفظ اسی مفہوم یعنی رحمت، برکت، دعا اور طلب بخشش کے لیے استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ فَاَتَاهُ اَبِيْ اَبُوْ اَوْفٰى بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ اَبِيْ

اَوْفٰی.)) ❶

''جب کسی قوم کے لوگ مالِ زکاۃ لے کر رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ اُن کے لیے دُعاءِ خیر فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ میرے والد جناب ابی اوفی رضی اللہ عنہ اپنی زکاۃ کا مال لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اُن کے حق میں یوں دُعا فرمائی۔ اے اللہ! ابواوفیٰ کی آل واولاد پر اپنی رحمت نازل فرما۔''

قرآنِ حکیم کی آیتِ کریمہ، رسولِ مکرم ﷺ کے ارشادِ گرامی اور عربی لُغت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صلوٰۃ کا معنی اور مفہوم رحمت، برکت، بخشش اور دُعا ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی رحمت ﷺ پر اپنی طرف سے اسی رحمت و برکت کے نزول، فرشتوں کی طرف سے دعاءِ رحمت اور اہلِ ایمان کی طرف سے آپ ﷺ کے لیے طلبِ رحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام کہا کرو۔''

اللہ تعالیٰ کا درود:

اس آیت مقدسہ میں آپ ﷺ پر درود وسلام کے حوالے سے چار مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۱: اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتا ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔

۳: اہلِ ایمان کو آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۴: ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو انتہائی احترام سے سلام بھی کیا کریں۔

❶ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الدعاء لمن اتی بصدقۃ، ۱۰۷۸.

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ پر درود کیسے بھیجتا ہے؟ فرشتے کون سا درود پڑھتے ہیں؟ اور اہلِ ایمان کے درود و سلام کا طریقہ، انداز اور الفاظ کیا ہیں؟ اور جو شخص آپ ﷺ کی ذات مبارکہ پر مسنون درود و سلام پڑھتا ہے اُسے کیا فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ ہم اپنی ان معروضات میں ان شا اللہ العزیز ان سوالات کے جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمت و توفیق مرحمت فرمائے اور تمام مسلمانوں کو آپ ﷺ پر مسنون درود پاک پڑھنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

قرآن مجید کے اوّلین مفسر اور نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیتِ درود کی تفسیر اور اللہ تعالیٰ کے درود کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"یُصَلُّوْنَ، یُبَرِّکُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صلوۃ اور درود یہ ہے کہ خالقِ ارض و سماء آپ ﷺ پر بے حساب برکات نازل فرماتا اور آپ ﷺ کو غلبہ اسلام کی مبارک دیتا ہے۔" [1]

معروف محدّث امام ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے درود کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

((صَلَاةُ اللهِ ثَنَاءُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ)) [2]

"اللہ تعالیٰ کی صلاۃ یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے آپ ﷺ کی مدح و ثناء اور تعریف و توصیف کرتا رہتا ہے۔"

آپ سرورِ گرامی ﷺ کی عظمت، فضیلت، رفعت اور منقبت کا اندازہ فرمائیں کہ رب السماوات والارض مَا يَلِيقُ بِشَانِهِ جیسے اُس کی شان کے لائق ہے۔ عرش پر مستوی ہے؛ لاتعداد و بے شمار فرشتے دربار الٰہی میں حاضر ہیں اور رب العالمین ملائکہ کے رُو برو آپ ﷺ

---

1. صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب اِنّ اللّٰه وملائکته یصلون......
2. صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب اِن اللّٰه وملائکته......

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے حبیب مکرّم ﷺ پر درود کیسے بھیجتا ہے؟ فرشتے کون سا درود پڑھتے ہیں؟ اور اہلِ ایمان کے درود وسلام کا طریقہ، انداز اور الفاظ کیا ہیں؟ اور جو شخص آپ ﷺ کی ذات مبارکہ پر مسنون درود وسلام پڑھتا ہے اُسے کیا فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ ہم اپنی ان معروضات میں ان شا اللہ العزیز ان سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمّت وتوفیق مرحمت فرمائے اور تمام مسلمانوں کو آپ ﷺ پر مسنون درود پاک پڑھنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

قرآن مجید کے اوّلین مفسّر اور نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آیتِ درود کی تفسیر اور اللہ تعالیٰ کے درود کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''يُصَلُّونَ، يُبَرِّكُونَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صلوۃ اور درود یہ ہے کہ خالقِ ارض و سماء آپ ﷺ پر بے حساب برکات نازل فرماتا اور آپ ﷺ کو غلبۂ اسلام کی مبارک دیتا ہے۔'' ❶

معروف محدّث امام ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے درود کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

((صَلَاةُ اللهِ ثَنَاءُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ)) ❷

''اللہ تعالیٰ کی صلاۃ یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے آپ ﷺ کی مدح وثناء اور تعریف وتوصیف کرتا رہتا ہے۔''

آپ سرورِ گرامی ﷺ کی عظمت، فضیلت، رفعت اور منقبت کا اندازہ فرمائیں کہ رب السماوات والارض مَا يَلِيقُ بِشَانِهٖ جیسے اُس کی شان کے لائق ہے۔ عرش پر مستوی ہے، لاتعداد وبے شمار فرشتے دربارِ الٰہی میں حاضر ہیں اور رب العالمین ملائکہ کے رُوبرو آپ ﷺ

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب اِنّ اللّٰہ وملائکتہ یصلون......

❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب اِن اللّٰہ وملائکتہ......

پر درود بھیجتا یعنی آپ ﷺ کی عظمت وشان بیان فرماتا ہے۔ سبحان اللہ۔

درودِ الٰہی کی چند جھلکیاں

آیئے! قرآن حکیم سے معلوم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر کیسے درود بھیجتا یعنی آپ ﷺ کی شان وعظمت کیسے بیان فرماتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (آل عمران: ١٦٤)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر احسان فرمایا جب اُنھیں میں سے ایک رسول اُن میں مبعوث فرمایا، وہ اُن پر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتا اور اُنھیں (کفر وشرک سے) پاک کرتا ہے اور اُنھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ بلا شبہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی اَن گنت اور بے شمار نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرار دیا اور اہلِ ایمان کو اس عظیم الشان نعمت کی قدر کرنے یعنی آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے۔ قرآنی آیات مبارکات میں آپ ﷺ کی عظمت وبعثت کے تذکرے دراصل آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود وصلاۃ کا نزول ہے۔ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (سبا: ٢٨)

''اور (اے پیغمبر ﷺ) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔''

اس آیت مقدسہ میں رسولِ مکرم ﷺ کی عالم گیر رسالت کا ذکرِ خیر کر کے آپ ﷺ پر درود بھیجا گیا ہے اور یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ امام الانبیاء ﷺ سے قبل جتنے انبیاء کرام اللہ

تعالیٰ کی طرف سے مبعوث فرمائے گئے وہ سب کسی خاص علاقے، حلقے، ملک شہر اور بستی کے لیے ہادی اور راہنما کی حیثیت سے تشریف لائے مگر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو...... سارے جہان کے لیے آئے ...... کُل کائنات کے لیے آئے ...... عرب و عجم کے لیے آئے ...... شرق و غرب کے لیے آئے ...... جن و انس کے لیے آئے ...... مرد و زن کے لیے آئے ...... شاہ و گدا کے لیے آئے ...... وہ آئے تو سب کے نبی بن کے آئے اور رب کے نبی بن کے آئے ...... آپ ﷺ کو بھیجنے والا "رب العالمین" اور آپ "رحمۃ اللعالمین" ...... وہ "مالک یوم الدین" ...... یہ "شافع یوم الدین" وہ خدائی میں بے مثال، یہ مصطفائی میں بے مثال ...... اس کے سوا الٰہ کوئی نہیں ...... اُس کے سوا پیشوا کوئی نہیں ...... اُس کی حکومت عالم گیر، اس کی رسالت عالم گیر ...... فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

"اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

شاعرِ اسلام مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا کیا خوب ترجمہ کیا ہے کہ:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مُرادیں غریبوں کی بَر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے سے یہ بات بھی نمایاں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے مخالفین، معاندین اور حاسدین آپ کے نام اور کام کو کسی صورت میں بھی مٹا نہیں سکتے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا ذکر خیر تو خالقِ کائنات عرشِ معلیٰ پر فرما رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دُنیا اور آخرت میں عزت و عظمت کی اُن بلندیوں پر فائز فرما دیا ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہو

سکتیں۔ارشاد ہوا:

﴿ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَہۡرَکَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ﴿۴﴾ ﴾ (الم نشرح: ۱ تا ٤)

''(اے نبی ﷺ) کیا ہم نے آپ کے لیے آپ کا سینہ کھول نہیں دیا اور ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ اُتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی اور ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو بلند فرما دیا۔''

ہم نے قرآن عزیز کی صرف چار ایسی آیات مقدسات پیش کی ہیں جن میں خالق ارض وسماء نے بڑے خوب صورت الفاظ اور دِل رُبا انداز میں رسولِ اکرم ﷺ کے فضائل و مناقب کی صورت میں آپ ﷺ کی ذات والا صفات پر درود نازل فرمایا ہے ورنہ قرآن کریم کی سینکڑوں آیات ایسی ہیں جن میں رہبرِ اعظم، سرورِ عالم اور پیغمبرِ اکرم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے جمال وکمال، محامد ومحاسن، اَخلاق وکردار اور سیرت وصورت کا حسین تذکرہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے آپ ﷺ پر بے شمار درود وسلام اور برکات نازل فرمائے، آمین۔

فرشتوں کا درود:

سورۃ احزاب کی آیت ۵٦ میں اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنے درود کا ذِکرِ خیر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ''میرے فرشتے بھی آپ ﷺ پر صلاۃ یعنی درود بھیجتے ہیں۔'' اب سوال یہ ہے کہ ملائکہ کرام آپ ﷺ پر کیسے درود بھیجتے ہیں۔ اس کا جواب حاصل کرنے کے لیے ہم صحیح بخاری شریف کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ چنانچہ محدثِ کبیر اور مشہور تابعی امام ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

((وَصَلَاۃُ الۡمَلَائِکَۃِ، الدُّعَاءُ)) اور فرشتوں کا درود یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زبان قدرت سے رسولِ محترم ﷺ کی شان وعظمت کا تذکرہ اور تعریف وتوصیف سُن کر دربارِ الٰہی میں آپ ﷺ کے مقام ومرتبہ میں مزید اضافے اور آپ ﷺ پر نزولِ رحمت کی دُعا

کرتے ہیں۔'' ❶

اب سورۃ الاحزاب کی یہ مشہور آیت مبارکہ تلاوت فرمائیے تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود اور فرشتوں کے درود کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (الاحزاب: ٥٦)

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام کہا کرو۔''

اس آیتِ قرآنی سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ تمام انبیاء کرام ﷺ میں یہ اعزاز اور امتیاز صرف اور صرف ہمارے آقا جناب محمد کریم ﷺ کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہر لمحہ، ہر لحظہ اور ہر آن آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ کیونکہ یہاں صیغہ مضارع۔ يُصَلُّوْنَ استعمال فرمایا گیا ہے جس میں دوام اور استمرار کا معنیٰ بھی پایا جاتا ہے یعنی اللہ رب العالمین ہر وقت آپ ﷺ پر رحمتیں فرماتا رہتا ہے اور اُس کے فرشتے ہر آن اُن پر رحمت بھیجنے کی دُعائیں کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اہلِ ایمان کو بھی آپ ﷺ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھنا چاہیے۔

احادیث مبارکات کے مطالعہ سے بھی یہ امر واضح ہوتا ہے کہ فرشتوں کی ''صلاۃ'' سے مُراد رحمت اور مغفرت کی دعا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ مَالَمْ يُحْدِثْ تَقُوْلُ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ)) ❷

''تم میں سے کوئی شخص جب تک اپنی نماز کی جگہ پر جہاں اُس نے نماز پڑھی

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ان اللہ وملائکته......

❷ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الحدث فی المسجد: ٤٤٥.

ہے۔ بیٹھا رہے اور اُس کا وضو نہ ٹوٹے تو فرشتے اُس پر مسلسل درود بھیجتے رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت فرما دے اور اس پر رحم فرما۔''

جب لفظ ''صلاۃ'' اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے لیے اکٹھا استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور اُس کے فرشتے رحمت و برکت کی دُعا کرتے ہیں جیسا کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ)) [1]

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کی دائیں طرف والے لوگوں پر درود بھیجتے ہیں۔''

یعنی جو نمازی امام کی دائیں جانب کھڑے ہو کر با جماعت نماز ادا کرتے ہیں، اُن پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے ایسے خوش نصیب مسلمانوں کے لیے رحمت و برکت کی دُعائیں کرتے ہیں۔ سبحان اللہ

قصہ مختصر یہ کہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی مکرم ﷺ کی مدح و ثناء اور تعریف و توصیف فرماتا ہے، آپ ﷺ کی شان بیان کرتا، آپ ﷺ کے درجات بلند فرماتا اور آپ ﷺ پر اپنی خاص رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپ ﷺ کے درجات کی مزید بلندی اور رحمت و برکت کے نزول کی خصوصی دُعائیں کرتے رہتے ہیں۔

اللہ رب العالمین کے برگزیدہ فرشتے رحمتِ مجسم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکرِ خیر کیسے خوب صورت الفاظ اور نرالے انداز میں کرتے ہیں۔ آیئے! اس کی ایک جھلک آپ کو دکھاتے ہیں۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَالَ لِيْ جِبْرِيْلُ قَلَّبْتُ الْأَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ باب مَن يُستَحَبُّ ان يلی الامام فی الصف: ٦٧٦ قال الالبانی، حسن۔

اَجِدْ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَقَلَّبْتُ الْاَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ بَنِیْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ)) [1]

''جناب جبریل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے تمام مشرق اور مغرب دیکھے اور ٹٹولے ہیں مگر میں نے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اور میں نے زمین کے مشارق و مغارب میں آپ ﷺ کے قبیلے بنی ہاشم سے بہتر کوئی قبیلہ نہیں دیکھا۔''

سید الملائکہ جناب جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے معزز و معتبر فرشتے ہیں جو ابو البشر جناب آدم علیہ السلام سے لے کر سید البشر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ تک تمام انبیاء و رسل پر آسمان سے وحی لاتے اور پیغاماتِ الٰہی پہنچاتے رہے ہیں۔ اُنھوں کے ہر دور اور ہر زمانے کے انبیاء و رُسل اور اُن کی امتوں اور قوموں کے حالات و واقعات کو بغور دیکھنے اور جائزہ لینے کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ میں نے کائنات ھست و بود میں۔ از ابتداء تا انتہاء تمام مخلوقات میں سب سے افضل، اکرم، اشرف اور اعلیٰ دیکھا ہے تو خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیکھا ہے۔ جناب جبریل علیہ السلام کے اِن فقید المثال تاثرات اور خیالات کا ترجمہ پنجابی شاعر نے یوں کیا ہے:

کہے جبریل میں لیندے چڑھ پے ڈھونڈھیاں جگت رسیلہ
محمد جیہا نہ مانس کوئی، نہ ہاشم جیہا قبیلہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ۔

اہلِ ایمان کا درود:

سورۂ احزاب کی اس آیتِ کریمہ میں نبی معظم ﷺ کی ذات مبارکہ پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں کے درود بھیجنے کا ذکرِ خیر کرنے کے بعد اللہ رب العالمین نے آپ ﷺ کے تمام اُمتیوں کو حکم دیا ہے کہ تم بھی آپ ﷺ پر درود پڑھا کرو اور سلام کہا کرو۔ لہٰذا اب ہم احادیث طیبات کی روشنی میں جاننے، معلوم کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اہل ایمان

[1] رواہ الحاکم و البیھقی، تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر سورۃ الانعام، آیت ۱۲۴.

کو کون سا درود و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ مشہور تابعی جناب عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مجھ سے صحابیِ رسول جناب کعب بن عجرہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں ایک ایسی بات کا تحفہ نہ دوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنی ہے، تو میں نے کہا کہ ضرور مرحمت فرمائیے۔ تو جناب کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو بتلا دیا ہے، اب ہماری رہنمائی فرمایئے کہ ہم آپ اور آپ کے اہلِ بیت پر درود (صلوۃ) کیسے بھیجیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، تم کہا کرو:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.)) ❶

''اے اللہ! جناب محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر رحمتیں نازل فرما جس طرح تُو نے جناب ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی آل پر رحمتیں نازل فرمائیں، بے شک تُو قابلِ تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! جناب محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر برکات نازل فرما جس طرح تُو نے جناب ابراھیم علیہ السلام اور اُن کی آل پر برکتیں نازل فرمائیں، بلاشبہ تو لائقِ تعریف اور بزرگی والا ہے۔''

چونکہ اس درود شریف میں امام الموحدین سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل پر درود کی طرح رسولِ اکرم ﷺ پر رحمت و برکت کی دُعا کی گئی ہے اس لیے اس درود پاک کو ''درودِ ابراہیمی'' یا ''صلوٰۃ ابراہیمیہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ درود شریف تمام مسلمانوں کے ہاں معروف و مشہور اور زبان زد خاص و عام ہے اور ہر نمازی قعدۂ نماز میں یہی درودِ پاک پڑھتا ہے۔

❶ صحيح بخاری، كتاب احاديث الانبياء، حديث: ٣٣٧٠.

سلام کا طریقہ:

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث مبارکہ میں ذکر ہوا ہے کہ اصحابِ رسول نے آپ ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں عرض کی:

((فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ)) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کو سلام کہنے کا طریقہ اور انداز تو پہلے ہی سکھا دیا ہے۔''

اور صحیح بخاری شریف ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے عرض کی گئی کہ:

((أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ)) ''آپ کو سلام کہنے کا طریقہ تو ہمیں پہلے ہی معلوم ہے۔'' [1]

''سلام'' کا معنیٰ ہر قسم کی آفات و بلّیات اور معائب و نقائص سے محفوظ رہنا اور مخالفت و مخاصمت اور عداوت سے سلامت رہنا ہے۔ کوئی مسلمان جب کسی مسلمان سے ملاقات کرے تو اُنھیں ایک دوسرے کو سلام کہنے اور جواب دینے کا حکم ہے جس سے باہم محبت پروان چڑھتی ہے۔ باہمی الفت قائم ہوتی اور محاربت ومخالفت ختم ہو جاتی ہے۔ آیئے! احادیث مبارکات سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کو کن الفاظ اور کس انداز میں ''سلام'' عرض کیا کرتے تھے۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اصحابِ رسول کے سلام کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں کہ:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ'' فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلَاثُوْنَ)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، باب قولہ: إنَّ اللّٰہ و ملائکتہ: ٤٧٩٧.

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف السلام: ٥١٩٥۔ صححہ الالبانی.

''ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو اُس نے کہا ''السلام علیکم'' آپ ﷺ نے اُسے سلام کا جواب دیا۔ پھر وہ بیٹھ گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔ پھر دوسرا شخص حاضرِ خدمت ہوا اور کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' (تم پر سلامتی اور اللہ تعالی کی رحمت نازل ہو) آپ ﷺ نے اُسے بھی سلام کا جواب دیا تو وہ بھی بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس کے لیے بیس نیکیاں ہیں۔ پھر ایک اور آدمی آیا تو اُس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' (تم پر سلامتی، اللہ کی رحمت اور اُس کی برکات نازل ہوں) آپ ﷺ نے اُس کے سلام کا بھی جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، اس کے لیے تیس نیکیاں ہیں۔''

اس حدیثِ مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ پر سلام بھیجنے کی یہی تعلیم دی گئی تھی کہ جب کوئی صحابی دربارِ رسالت میں حاضر ہو، محفلِ رسول میں شریک ہو، مجلس نبوی میں آئے، آپ ﷺ سے ملاقات کرے، سرکارِ دو عالم ﷺ سے آمنا سامنا ہو جائے اور زیارتِ رسول کا شرف حاصل ہو تو نہایت ادب، عزت اور احترام کے ساتھ ''السلام علیکم'' عرض کرے اور آپ ﷺ سے سلام کا جواب لے کر طبیعت کو قرار، دل کو سکون اور جان کو راحت و آرام پہنچائے۔

سلام کا ایک اور انداز:

امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دربارِ رسالت میں ''سلام'' عرض کرنے کا ایک اور انداز اور سلیقہ بھی سکھایا ہے یعنی نماز کے قعدہ میں تشہد کے اندر آپ ﷺ کے لیے سلامتی کی دُعا کرنا، اور اسی تشہد اور سلام کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہمیں اس طرح سکھاتے تھے:

كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ ''جیسے قرآن مجید کی کوئی سورت سکھا رہے ہوں۔''[1]

[1] صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة: ۴۰۳.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم یوں کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ پر اُس کے بندوں کی طرف سے ''سلام'' ہو۔ جبریل علیہ السلام پر ''سلام'' ہو، میکائیل علیہ السلام پر ''سلام'' ہو، فلاں پر ''سلام'' ہو اور فُلاں پر ''سلام'' ہو۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا (اللہ تعالیٰ کو سلام کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ) إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ ۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے۔ جب تم میں سے کوئی نماز میں تشھد کے لیے بیٹھے تو یوں کہے:

((اَلتَحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَاالنَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ... فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ... اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)) [1]

''میری تمام قولی، بدنی اور مالی عبادات صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہیں۔ اے نبی ﷺ آپ پر سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی برکات نازل ہوں۔ اور ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔ جب نمازی یہ کہے گا تو اُس کا سلام آسمان و زمین کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔''

اس حدیث مبارکہ سے اس امر کی وضاحت ہوگئی کہ محسنِ انسانیت جناب محمد کریم ﷺ کی ذات بابرکات پر سلام پڑھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ اخیرہ میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَاالنَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه پڑھا جائے اور نماز کے اندر یا نماز کے باہر پڑھنے کے لیے اپنی طرف سے ''سلام'' کے الفاظ وضع نہ کیے جائیں

[1] صحيح بخاری، كتاب الاذان، باب التشهد في الآخرة: ٨٣١.

بلکہ پیارے رسول ﷺ کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے ''الفاظِ سلام'' پر ہی اکتفا کیا جائے کیونکہ ہر مسئلے اور معاملے میں سرورِ گرامی ﷺ کا فرمان ہی حرفِ آخر، حتمی بات اور قطعی حجت ہے۔

درودِ پاک کے مسنون الفاظ:

عقیدے اور عقیدت کی یہ بات ہمیشہ پیشِ نگاہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی بھی عمل کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط ہے کہ 1 وہ قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔ 2 اُس سے مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ 3 وہ عمل سید الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی سُنّت، حدیث، طریقے اور فرمان کے مطابق ہو۔

اسی طرح درود شریف کی قبولیت اور اُس کے فوائد وثمرات کے حصول کے لیے بھی ضروری ہے کہ درود پاک کے وہی الفاظ، کلمات اور صیغے استعمال کیے جائیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوں۔ درودِ پاک صرف رضائے الٰہی کی خاطر پڑھا جائے اور اُسی انداز اور ان اوقات میں پڑھا جائے جہاں پڑھنے کا حکم یا اجازت ہو۔ ہم طوالت میں جائے بغیر اختصار کے ساتھ درودِ پاک کے چند مسنون کلمات آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں تا کہ آپ سُنّتِ مُطہرہ کے مطابق درودِ پاک پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اَجرِ عظیم حاصل کر سکیں اور اُن ثمرات وبرکات سے بہرہ ور ہو سکیں جو ان معروضات کے آخر میں بیان ہونے والے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں اپنی زندگی کا ہر عمل محبوبِ کبریا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی سُنّت کے مطابق کرنے کی توفیق وسعادت مرحمت فرمائے۔ آمین

۱: درودِ ابراہیمی، جو آپ پہلے معلوم کر چکے ہیں۔

۲: سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم آپ پر صلوۃ یعنی درود کس طرح بھیجیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، تم یوں کہا کرو:

((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ

اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) ❶

''اے اللہ! جناب محمد ﷺ اور اُن کی ازواجِ مطہرات اور اُن کی اولاد پر رحمت نازل فرما جس طرح تُو نے جناب ابراہیم علیہ السلام کی آل پر رحمت نازل فرمائی اور جناب محمد ﷺ اور اُن کی ازواج مطہرات اور اُن کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے جناب ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکت نازل فرمائی۔''

۳: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہا کرو:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ)) ❷

''اے اللہ! اپنے بندے اور اپنے رسول جناب محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما جس طرح تُو نے جناب ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی اور جناب محمد ﷺ اور اُن کی آل پر برکتیں نازل فرما جیسا کہ تُو نے جناب ابراہیم علیہ السلام پر برکات نازل فرمائیں۔''

۴: جناب عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں درود پاک کے یہ الفاظ منقول ہیں:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ)) ❸

''اے اللہ! نبی اُمّی جناب محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما۔''

۵: صحابی رسول سیدنا زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے درود کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم مجھ پر ان الفاظ میں درود بھیجا کرو

❶ صحيح بخارى، كتاب احاديث الانبياء، باب ۱۰؛ حديث: ۳۳۶۹.

❷ صحيح بخارى، كتاب التفسير، سورة الاحزاب، باب اِن الله وملائكته: ۴۷۹۷.

❸ سنن ابى داؤد، كتاب الصلاة ـ باب الصلوة على النبى ﷺ بعد التشهد: ۹۸۱؛ حَسَّنَهُ الالبانى.

اور اس درود شریف کو دعا میں لازمی پڑھا کرو:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ)) ❶

''اے اللہ! جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اور جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل پر رحمتیں نازل فرما۔''

۶: نواسۂ رسول سید حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا فرمانِ عالی شان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے نمازِ وتر میں پڑھنے کے لیے جو دعا سکھائی اُس کے آخر میں ان الفاظ کے ساتھ درود پڑھنے کا حکم فرمایا:

((وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ)) ❷

''اور اللہ تعالیٰ نبی اکرم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرمائے۔''

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ دعاءِ قنوت کے آخر میں آپ ﷺ پر یہ درود پڑھا کرتے تھے۔

((وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ.)) ❸

۷: سیدنا زید بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ درود شریف پڑھنا پسند کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ)) ❹

''اے اللہ! نبی اُمّی محمد ﷺ پر رحمتیں نازل فرما۔''

۸: سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ درود پاک پڑھنے کا

❶ سنن نسائی، کتاب السهو، باب ٥٢، نوع آخر حدیث ١٢٩٢؛ صححه الالبانی.

❷ سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوّع النهار، باب الدعا فی الوتر: ١٧٤٦؛ ضعفه الالبانی.

❸ صحیح ابن خزیمة، باب ذکر الدلیل علی أن النبی......، حدیث: ١١٠٠، قال الالبانی، اسنادهٗ صحیح.

❹ فضل الصلاة علی النبی للامام اسماعیل بن اسحاق القاضی، حدیث ٦٠، صححه الالبانی.

حکم فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ)) ❶

''اے اللہ ! جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمتیں نازل فرما جیسا کہ تو نے جناب ابراہیم علیہ السلام کی آل پر رحمت فرمائی اور جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر برکتیں نازل فرما جیسا کہ تُو نے جناب ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکات نازل فرمائیں۔''

:9 سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص صبح اور مغرب کی نمازوں کے بعد کسی قسم کی گفتگو کرنے سے پہلے سو مرتبہ درود شریف پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُس کی سو حاجات وضروریات پوری فرما دیتا ہے۔ تیس حاجات دُنیا میں اور ستر آخرت میں۔''

یہ ارشادِ رسول سُن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کی رسول ﷺ یہ فضیلت و ثواب حاصل کرنے اور حاجات وضروریات پوری کروانے کے لیے ہم کونسا درود پاک پڑھیں تو آپ ﷺ نے اپنے رفقاء اور امتیوں کے لیے نہایت آسان اور مختصر درود پاک تجویز فرمایا۔ آپ ﷺ نے آیت درود تلاوت فرمائی اور حکم دیا کہ یہ درود سو بار پڑھا کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔ ❷

''اے اللہ! محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما۔''

انتہائی مختصر مگر مسنون صلاۃ وسلام:

دسواں درود شریف جو ہم آپ کو سُنانا، سمجھانا اور بتانا چاہتے ہیں وہ انتہائی آسان، مختصر اور مسنون درود پاک ہے جس میں صلاۃ وسلام دونوں کو جمع فرما دیا گیا ہے۔ اور وہ ہے:

❶ سنن نسائی، کتاب السهو، باب كيف الصلاة على النبی ﷺ: ۱۲۸۶؛ قال الالبانی صحیح الاسناد.

❷ القول البديع فی الصلاة علىٰ حبيب الشفيع للسخاوی ، الباب الخامس فی الصلاة فی اوقات مخصوصة.

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

''اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر رحمت اور سلامتی نازل فرمائے۔''

نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے درود و سلام کے یہ الفاظ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کے لیے استعمال فرمائے۔ جب جناب ابراہیم علیہ السلام پر یہ درود و سلام پڑھا گیا ہے تو آپ ﷺ تو بالاولی مستحق ہیں کہ ان بابرکت کلمات کے ساتھ آپ پر صلوۃ و سلام پڑھا جائے، چنانچہ جناب سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ فَأَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ طَوِيْلٍ لَا أَكَادُ أَرٰى رَأْسَهٗ طُوْلًا وَإِنَّهٗ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .)) ❶

''رات کو میرے پاس (خواب میں) دو آنے والے (فرشتے، جبریل و میکائیل) آئے۔ تو ہم ایک دراز قد شخص کے پاس گئے، اُن کا قد اتنا طویل تھا کہ میں اُن کا سر دیکھ نہیں پاتا تھا اور یہ جناب ابراہیم ﷺ تھے۔''

خادم رسول سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ''حدیث الاسراء'' جس میں آپ ﷺ کے شب معراج ساتویں آسمانوں پر تشریف لے جانے اور آٹھ اولوالعزم انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کی تفصل بیان کی گئی ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے سیدنا آدم علیہ السلام، سیدنا یحییٰ علیہ السلام، جناب عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا یوسف علیہ السلام، جناب ادریس علیہ السلام، جناب ہارون علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے ہر ایک کے لیے الگ الگ ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' کے کلمات استعمال فرمائے۔ اور جناب جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے نام کے ساتھ ان الفاظ سے درود پڑھا۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' بھی مسنون درود و سلام اور فرمودۂ رسول ﷺ ہے۔ ❷

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیا ، باب قول اللّٰه تعالٰی و اتخذ اللّٰه ابراهیم خلیلاً: حدیث: ٣٣٥٤.

❷ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، برسول اللّٰه ﷺ الی السماوات و فرض الصلوات الخمس، حدیث: ١٦٢.

ہمارے خیال میں اس درود پاک کی چار خصوصیات ہیں:

1. مسنون ہے۔
2. انتہائی مختصر ہے۔
3. اس میں درود بھی ہے۔
4. اور سلام بھی ہے۔

بعض لوگوں نے درود اور سلام کو جمع کرنے کے لیے اپنی طرف سے صلوۃ وسلام کے کلمات وضع کیے ہوئے ہیں اور اُنہیں بار بار پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ ہم محبتِ رسول سے سرشار ہو کر اپنے خود ساختہ الفاظ کہہ کر نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کا حق ادا کر رہے ہیں۔

حضرات! یاد رکھیے اور ذہن نشین فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے دربارِ عالی شان میں وہی صلاۃ وسلام درجۂ قبولیت حاصل کرے گا جس پر مدینے والی سرکار جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی تصدیق اور تائیدی مہر ہوگی۔ جو درود وسلام آپ ﷺ کی حدیث، سنّت اور طریقے سے ثابت نہیں ہو گا وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ومنظور نہیں ہوگا۔ ہم اپیل کرتے ہیں کہ درود وسلام ضرور پڑھیے ...... بار بار پڑھیے ...... بالتکرار پڑھیے ...... بالاصرار پڑھیے ...... صبح وشام پڑھیے ...... لیل ونہار پڑھیے ...... خلوت وجلوت میں پڑھیے ...... محفل وتنہائی میں پڑھیے ...... سفر وحضر میں پڑھیے ...... گھر اور مکان میں پڑھیے ...... مسجد اور بازار میں پڑھیے ...... اَن گنت پڑھیے ...... بے شمار پڑھیے ...... لاتعداد پڑھیے ...... بے حساب پڑھیے ...... مگر صرف اور صرف مسنون درودِ پاک پڑھیے کیونکہ جو درود سرورِ گرامی جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا فرمودہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آزمودہ نہیں ہوگا وہ فائدہ مند، باعثِ ثواب اور حصولِ نجات کا ذریعہ نہیں ہوگا۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و قرار

صلی اللہ علیہ وسلّم:

اُردو زبان میں کئی شعرا کرام نے اس مشہورِ زمانہ درود وسلام ''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ'' کو اپنے شعروں میں استعمال کیا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے ہم صرف دو شعراء کے خاص خاص اشعار پیش کر کے آپ سے مسنون درودِ پاک بکثرت پڑھنے کی درخواست کرتے ہیں۔ جناب اقبال سہیل لکھتے ہیں:

کفر کی ظلمت جس نے مٹائی | دین کی دولت جس نے لٹائی
لہرایا توحید کا پرچم | صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم
وہم کی ہر زنجیر کو توڑا | رشتہ ایک خدا سے جوڑا
شرک کی محفل کر دی برہم | صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم
جس پہ تصدُّق وحیِ الٰہی | کنکریاں دیں جس کی گواہی
جس کا تفوُّق سب پہ مُسلّم | صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم
ارض و سماء میں آیۂ رحمت | روزِ جزا میں سایۂ رحمت
اُس کے لوائے حمد کا پرچم | صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم
راہ میں کانٹے جس نے بچھائے | گالی دی پتھر برسائے
اُس پر چھڑکی پیار کی شبنم | صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم
جس کا نام اُچھالے داور | آپ رَفَعْنَا لَکَ فرما کر
اللہ اللہ شانِ معظّم | صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم
جتنے فضائل جتنے محاسن | ممکن میں ہو سکتے تھے ممکن
حق نے کیے سب اُس میں فراہم | صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم
علم لدنّی، شانِ کریمی | خلق خلیلی، نُطقِ کلیمی
زُہد مسیحا، عفّتِ مریم | صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم

معروف شاعر جناب نصر اللہ خاں عزیز کہتے ہیں:

فخرِ رسالت ہادی اکرم | مُہبطِ قرآں، رحمتِ عالَم
سب سے مکرّم، سب سے معظّم | ماہِ منوّر، نیّرِ اعظم

صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم

پیارے پیارے ناموں والا اچھے اچھے کاموں والا
جنّت کے انعاموں والا مُرسلِ برحق، نازشِ عالَم

صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم

جس کی سیرت خُلقِ قرآں جس کی صورت آیۂ رحماں
راہِ ہُدیٰ کی شمعِ فروزاں پیکرِ خوبی، حُسنِ مجسّم

صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ خالقِ ارض و سماء تمام مسلمانوں کو مسنون درودِ پاک پڑھنے کی توفیق و سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

دردمندانہ اور ہمدردانہ اپیل:

اب تک ہم نے قرآنی آیات اور احادیث مبارکات کی روشنی میں ہادی اکرم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے درود، فرشتوں کے درود اور اہلِ ایمان کے درود و سلام کی وضاحت کی ہے اور اس ضمن میں مسنون درود پاک کے دس قسم کے کلمات و الفاظ کا تذکرہ کیا ہے۔ ہم دیانت داری سے یہ سمجھتے اور اس کا برملا اظہار و اعلان کرتے ہیں کہ سرورِ کونین ﷺ نے جس طرح عبادات، معاملات، اعتقادات، اخلاقیات، معاشیات، سیاسیات اور زندگی کے دوسرے شعبوں کے بارے میں اُمت کی راہنمائی کی ہے، اسی طرح درود و سلام کے مسئلے میں بھی ہماری مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔ بیان کردہ احادیث کے الفاظ پر آپ نے غور فرمایا کہ جب بھی کسی صحابی نے آپ ﷺ سے درود شریف کے متعلق سوال کیا تو آپ نے کسی کو بھی یہ جواب نہیں دیا کہ تم جیسے چاہو، جن الفاظ میں پسند کرو اور جس انداز میں مرضی مجھ پر درود و سلام پڑھ لیا کرو، بلکہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درود شریف کے کلمات سکھائے، الفاظ بتائے اور طریقے سمجھائے تاکہ اُمت درود شریف کے بارے اختلافات و تنازعات کا شکار نہ ہو۔ مگر افسوس صد افسوس کہ لوگوں کی اکثریت نے درود و سلام کے مسنون الفاظ ترک کر کے

اپنے یا اپنے اکابر کے وضع کردہ کلمات مقرر کر لیے ہیں اور پھر ان غیر مسنون اور خود ساختہ الفاظ کے ساتھ درود پڑھنے کو ہی محبتِ رسول کا معیار سمجھ لیا گیا ہے اور جو افراد ان غیر مسنون الفاظ کی بجائے مسنون درود شریف پڑھتے اور دوسروں کو سُنّت کے مطابق درود پاک پڑھنے کی تبلیغ و تلقین کرتے ہیں اُنھیں بے ادب، گستاخ اور بدعقیدہ کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالانکہ دینِ اسلام کے کسی معاملے میں بھی اُمت کے کسی فرد کو اپنی مرضی اور من مانی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان، حدیث، سنت اور قرآن مجید ہی حرفِ آخر اور حجت ہے۔ آپ ﷺ کے طریقے سے ہٹ کر کیا ہوا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعاً مقبول و منظور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۠﴾

(النساء: ١١٥)

''اور جو شخص ہدایت واضح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے تو ہم اُسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے، اور ہم اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ انتہائی بُرا ٹھکانہ ہے۔''

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ)) [1]

''جس نے ہمارے امر یعنی ہمارے دین میں کوئی ایسا کام جاری کیا جو اُس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

حضرات! یاد رکھیے دینِ اسلام ہر اعتبار سے کامل و اکمل ہے اس میں کسی لحاظ سے بھی کسی کو کسی قسم کی کمی بیشی کی اجازت نہیں ہے۔ اب اگر کوئی شخص دینی احکام و مسائل میں اپنی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علیٰ صلح جورٍ فالصلح مردود: ٢٦٩٧.

طرف سے اضافہ کرتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ وہ اس معاملے میں دین کو ناقص و ناتمام سمجھتا ہے اور اضافہ کردہ حکم اور مسئلے کو دین کے لیے ضروری گردانتا ہے اس لیے اُسے دین میں شامل کر کے اسلام کو مکمل کر رہا ہے۔ اسی چیز کا بدعت ہے اور اس قسم کی بدعات کو دین کا حصہ یا کارِثواب سمجھنا سراسر گمراہی، ضلالت اور جہالت ہے۔

لہٰذا ہماری آپ سے دردمندانہ اپیل، مؤدبانہ درخواست اور ہمدردانہ التجا ہے کہ درود شریف کے مسئلے میں بھی سُنّتِ رسول کو ملحوظ رکھیں، خودساختہ الفاظِ درود سے اجتناب کریں اور مسنون الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ پر درود پاک پڑھ کر وہ ثمرات، فوائد اور برکات حاصل کریں جو ہم ابھی آپ کے سامنے پیش کرنے والے ہیں۔ اور یاد رکھیں ہمارا قطعاً یہ دعویٰ نہیں ہے کہ مسنون درود شریف ہمارے بیان کردہ ان دس طرح کے الفاظ وکلمات تک ہی محدود ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی کئی طرح کے مسنون درود شریف ہیں۔ ہم نے تو اختصار کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپ کی سہولت کی خاطر انتہائی آسان، مختصر اور مسنون الفاظ عرض کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری محنت اور آپ کی محبت کو قبول فرما کر ہم سب کو کثرت کے ساتھ مسنون درود شریف پڑھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

مسنون درود شریف کے فوائد وثمرات:

نبی مکرم، رسول معظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیجنا ایک ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ بھی کرتا ہے، اُس کے فرشتے بھی کرتے ہیں اور دُنیا بھر کے مسلمان بھی اسے سعادت سمجھ کر انجام دیتے ہیں۔ کائنات ہست و بود میں یہ واحد فعل ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں اور نیک بندوں کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام کہا کرو۔“

اس آیتِ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا انتہائی متبرک، معظم اور مقدس کام ہے جسے اللہ رب العالمین پہلے اپنی طرف منسوب فرماتا ہے، پھر اسے فرشتوں کا فعل قرار دیتا ہے اور اہلِ ایمان کو یہی کام کرنے کا حکم دیتا ہے۔ عربی شاعر نے بڑی خوب صورت بات کہی ہے کہ:

يُصَلِّيْ عَلَيْهِ اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ
بِهٰذَا بَدَا لِلْعَالَمِيْنَ كَمَالُهٗ

''اللّٰہ جَلَّ جَلَالُہٗ بھی آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے اور یہ خبر تمام جہانوں کے لیے آپ ﷺ کے کمال کی بہترین دلیل ہے۔''

اس شرف وکمال اور اعزاز واکرام میں انبیاء ورسل میں بھی کوئی آپ ﷺ کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ ذخیرۂ احادیث میں آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر مسنون درود پاک پڑھنے کے بڑے فوائد، اثرات اور ثمرات بیان کیے گئے ہیں مگر ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے درود شریف کی چند برکات اور ثمرات ذکر کرنا چاہتے ہیں، مگر...... یاد رکھیے یہ ثمرات حاصل کرنے کے لیے بنیادی شرائط یہ ہیں کہ درود شریف پڑھنے والے کے عقائد درست ہوں، اس کا توحید الٰہی پر کامل یقین ہو، فرائض کا پابند اور کبائر سے اجتناب کرنے والا ہو اور حتی الامکان حقوق العباد کا خیال رکھنے والا ہو۔ ان شرائط وضوابط اور حدود وقیود کے ساتھ اگر کوئی مسلمان مسنون درودِ پاک پڑھے تو اُسے یقیناً یہ فوائد حاصل ہوں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

① اللہ تعالیٰ کا سلام:

اگر کوئی شخص خلوصِ نیت اور حضورِ قلب کے ساتھ رسولِ اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ پر ایک مرتبہ مسنون درود وسلام پڑھتا ہے تو خالقِ ارض وسماء اُس پر اپنی خاص رحمت کا نزول فرماتا اور اُس پر خصوصی سلام بھیجتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کھجوروں کے باغ میں داخل

ہوتے ہی سر بسجود ہو گئے اور اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح نہ قبض فرمالی ہو۔ میں نے قریب ہو کر دیکھا تو آپ ﷺ نے سجدہ سے سرِ اقدس اُٹھا کر فرمایا۔عبد الرحمان! کیا بات ہے؟ میں نے اپنا خدشہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ: اَلَا اُبَشِّرُكَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ.)) ❶

"بے شک جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا ہے کہ "کیا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں" کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغام بھیجا ہے کہ جو شخص آپ پر درود بھیجے گا، میں اُس پر رحمتیں نازل فرماؤں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا تو میں اُس پر سلام بھیجوں گا۔ (اس انعام الٰہی پر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالا رہا تھا)۔"

بلکہ ایک حدیث شریف کے مطابق نبی کریم ﷺ پر ایک مرتبہ درود و سلام پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرماتا اور دس مرتبہ سلام بھیجتا ہے۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

"ایک دِن رسول اللہ ﷺ (حجرۂ مبارکہ سے مسجد میں) تشریف لائے تو چہرۂ اقدس سے مسرّت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آج ہم جناب کے چہرۂ مبارکہ پر پہلے سے زیادہ خوشی کے آثار و نشاناتِ دیکھ رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں میں آج بہت خوش ہوں اور اُس کا سبب یہ ہے کہ آج میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے کہا: اے محمد ﷺ۔ کیا آپ اس بات پر راضی اور خوش نہیں ہیں کہ آپ کا

---

❶ مسند الامام احمد، مسند العشرة المبشره:١٦٦٢؛ قال شعيب الارناؤط حسن لغيره؛ والمستدرك للحاكم حديث: ٨١٠؛ قال الحاكم هذا حديث صحيح.

پروردگار فرماتا ہے: ((اَنْ لَا یُصَلِّیَ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا وَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا))۔ آپ کی امت کا جو شخص آپ پر ایک بار درود پڑھے گا میں اُس پر دس رحمتیں نازل فرماؤں گا اور آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا۔ میں اُس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں گا۔'' [1]

② دس۔ دس۔ دس:

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم ﷺ پر خلوصِ دل سے مسنون درود شریف پڑھنے والوں پر اتنا لطف و کرم فرماتا ہے کہ ایک مرتبہ درودِ پاک پڑھنے والے پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا، اس کے دس گناہ معاف کرتا اور جنّت میں دس درجے بلند فرما دیتا ہے۔ خادم رسول سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاةً وَّاحِدَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ.)) [2]

''جس نے مجھ پر صرف ایک مرتبہ درود پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اُس کے دس گناہ معاف کرتا ہے اور اُس کے دس درجات بلند فرما دیتا ہے۔''

ایک دوسری حدیثِ مبارکہ میں اِن فوائد و ثمرات کے علاوہ ایک بار درود شریف پڑھنے والے کے نامۂ اعمال میں دس نیکیوں کے اندراج بھی ذکر کیا گیا ہے۔ سُنیے! اپنے آقا ﷺ کا

---

[1] سنن نسائی، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی ﷺ: ١٢٩٥؛ حَسَّنَهُ الالبانی.

[2] سنن نسائی، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی ﷺ: ١٢٩٧؛ صححهُ الالبانی.

بابرکت فرمان، بشارت رسول پرخوش ہو جائیے اور کثرت کے ساتھ مسنون درود پاک پڑھا کیجیے۔ بدری صحابی سیدنا عمیر انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِنْ اُمَّتِیْ صَلَاۃً مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَرَفَعَہٗ بِھَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَکَتَبَ لَہٗ بِھَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحَا عَنْہُ عَشْرَ سَیِّئَاتٍ)) ❶

''میری اُمت کا جو فرد خلوصِ دل کے ساتھ مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اُس کے دس گناہ معاف کرے گا، اُس کے دس درجات بلند فرمائے گا، اُس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں درج فرمائے گا اور ایک بار درود پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُس کی دس خطائیں مٹا دے گا۔''

ایک مرتبہ مسنون درود شریف پڑھنے والے سعادت مند مسلمان پر دس رحمتوں والی ایک حدیث اور سماعت فرمایئے تو پھر درودِ پاک کا تیسرا فائدہ بیان کرتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا)) ❷

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

③ ستر رحمتوں کا حصول

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی صحیح العقیدہ مسلمان آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ایک مرتبہ مسنون درود پاک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے اپنی ستر رحمتوں کا مستحق قرار دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُس کے لیے ستر بار رحمت و مغفرت کی دُعا کرتے ہیں جیسا کہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

❶ عمل الیوم و اللیلۃ للامام النسائی، ثواب الصلاۃ علی النبی ﷺ: ٦٤.

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ بعد التشھد: ٤٠٨.

((مَنْ صَلّٰى عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهٗ سَبْعِيْنَ صَلَاةً)) [1]

''جو شخص نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اُس پر ستر مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں۔''

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر ایک بار درود شریف پڑھنے والے پر دس رحمتیں کب نازل ہوتی ہیں اور ستر رحمتوں کا نزول کب ہوتا ہے؟ اس سوال کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ درود شریف پڑھنے والے کا خلوص جوں جوں بڑھتا جاتا ہے۔ توں توں اُس کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا جاتا ہے تا آنکہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والا اس مقامِ رفیع پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ ایک بار درود کے کلمات زبان سے ادا کرتا ہے تو فرشتے اُس کے لیے ستر بار رحمت کی دُعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُس خوش نصیب پر ستر رحمتیں نازل فرما دیتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ عام دنوں میں آپ ﷺ کی ذاتِ مطہر پر ایک بار درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ مگر جمعہ کے دن ایک بار درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ ستر رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ جیسا کہ شارحِ مشکاۃ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

((وَلَعَلَّ هٰذَا مَخْصُوْصٌ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ اِذْ وَرَدَ اَنَّ الْاَعْمَالَ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِسَبْعِيْنَ ضِعْفًا)) [2]

''ممکن ہے کہ یہ اجر وثواب جمعہ کے دِن کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ جمعہ کے دِن نیک اعمال کا ثواب ستر گُنا بڑھا دیا جاتا ہے۔''

[1] مسند الامام احمد، مسند عبد اللّٰه بن عمرو، حديث: ٦٦٠٥؛ اسنادُهُ ضعيف.

[2] مرقاة المفاتيح، باب الصلاة على النبی ﷺ و فضلها ، الفصل الثالث: تحت الحديث: ٩٣٥.

نبی اکرم ﷺ نے عام دِنوں کی نسبت جمعہ کے دِن زیادہ درود پاک پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ سیدنا اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دِن کے فضائل وخصائص بیان کرنے کے بعد فرمایا:

((فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ.)) [1]

''لہٰذا جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔''

ان احادیث مبارکات میں بیان کردہ خوشخبریوں کے باعث ہمیں جمعہ کے دن زیادہ درود شریف پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

③ قبولیتِ دعا کا نسخہ:

نبی اکرم ﷺ پر مسنون درود شریف پڑھنا دُعا کی قبولیت کا سبب اور ذریعہ بلکہ قبولیتِ دُعا کا بہترین نسخہ ہے۔ اور کوئی التجا، دُعا اور استدعا درودِ پاک کے بغیر دربارِ الٰہی میں مقبول و منظور نہیں ہوتی۔ خلیفہ دوم امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ:

((إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [2]

''بے شک دُعا آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے، اُس میں سے قبولیت کے مقام تک کوئی چیز بھی نہیں جاتی جب تک تم اپنے نبی محترم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھو۔''

[1] سنن ابی اداود، کتاب الصلاة، باب تفریع ابواب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة: ١٠٤٧، قال الالبانی صحیح.

[2] جامع ترمذی، ابواب الوتر باب ماجاء فی فضل الصلاة علی النبی ﷺ: ٤٨٦؛ حسّنهُ الالبانی.

رسولِ مقبول ﷺ کے فرامین و ہدایات اور احکام و ارشادات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مسنون درود شریف کے بغیر کوئی دُعا درجہ قبولیت حاصل نہیں کرتی یہاں تک کہ نماز کے دوران مانگی جانے والی دعا بھی درودِ پاک کے بغیر قبولیت کے مقام تک نہیں پہنچتی۔ سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ایک دِن رسولِ محترم ﷺ (مسجد نبوی میں) تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آ کر نماز پڑھی اور دُعا میں مصروف ہو گیا، کہنے لگا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِی۔ اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ((عَجَّلْتَ اَیُّھَاالْمُصَلِّیْ اِذَا صَلَّیْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَاَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُهُ)) اے نمازی! تُو نے بہت جلدی کی ہے۔ (دُعا کا طریقہ یہ ہے کہ) جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بیٹھ کر اُن الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو جن کا وہ اہل ہے اور مجھ پر درود پڑھو، پھر دُعا مانگو (تو وہ قبول ہوگی)''

جناب فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((ثُمَّ صَلّٰی رَجُلٌ آخَرُ بَعْدَ ذَالِكَ فَحَمِدَاللّٰهَ وَصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ! اُدْعُ تُجَبْ)) [1]

''پھر اس کے بعد ایک دوسرے آدمی نے نماز پڑھی تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا تو نبی معظم ﷺ نے فرمایا: اے نمازی! اب دُعا کرو، ضرور قبول کی جائے گی۔''

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جلد باز کو اپنے پاس بلا کر اُسے اور تمام حاضرین سے فرمایا:

[1] جامع ترمذی، ابواب الدعوات، باب ما جاء فی جامع الدعوات......: ٣٤٧٦؛ صححه الالبانی.

((اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَءْ بِتَحْمِیْدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَیْهِ ثُمَّ لِیُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ الْیَدْعُ بَعْدُ مَا شَاءَ)) ❶

''تم میں سے جب کوئی نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے ابتدا کرے، پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھے، پھر اس کے بعد جو چاہے دُعا کر لے۔''

درود شریف، قبولیتِ دُعا کا اعلیٰ ترین نسخہ ہے، اس بارے میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی محترم ﷺ جناب ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ (مسجد نبوی میں) تشریف فرما تھے، جب میں نماز پڑھ کر بیٹھ گیا تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا، پھر اپنے لیے دُعا مانگی تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔ سَلْ تُعْطَ۔ سَلْ تُعْطَ۔ اللہ تعالیٰ سے مانگو، عطا کیے جاؤ گے، جو مانگو گے سو پاؤ گے۔'' ❷

⑤ مصائب ومشکلات کا حل:

اللہ رب العالمین کے پیارے، لاڈلے اور محبوب رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات پر مسنون درود پاک پڑھنا جن بے شمار فوائد وثمرات اور برکات کا سبب ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ درود شریف پڑھنے والے کی مشکلات حل فرماتا، مصائب دور کر دیتا اور گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ ہر چیز کو ہلا دینے والی اور جھٹکے دینے والی قیامت آ رہی ہے، موت اپنے تمام لوازمات کے ساتھ آ رہی

---

❶ جامع ترمذی، ابواب الدعوات، : ۳٤۷۷، صححه الالبانی۔)

❷ جامع ترمذی، ابواب السفر، باب مَا ذکر فی الثناء علی اللّٰه و الصلاة علی النبی ﷺ قبل الدعاء: ۵۹۳، قال الالبانی حسن صحیح.

ہے، موت اپنے سارے ملحقات کے ساتھ آنے ہی والی ہے۔''

رسول اکرم ﷺ کی زبانِ نبوت سے ذکرِ الٰہی کا حکم، موت کی آمد اور قیامت کی ہولناکی کا تذکرہ سُن کر سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دربارِ رسالت میں عرض کی ، اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میں نے ذکرِ الٰہی اور دعا و مناجات کے لیے کچھ وقت مقرر کر رکھا ہے اور:

((اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلَاۃَ عَلَیْكَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِیْ))۔ میں آپ پر کثرت سے درود شریف بھی پڑھنا چاہتا ہوں (یا پڑھتا ہوں) تو فرمائیے! کہ میں اپنی دُعا (اور ذکر) کے اوقات میں کتنا حصہ آپ پر درود پڑھنے کے لیے مختص اور مقرر کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مَا شِئْتَ۔ جتنا چاہو۔ مَیں نے عرض کی، اَلرُّبُعُ۔ چوتھائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تمھاری مرضی ہے۔ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّكَ۔ اگر درود کے لیے وقت بڑھا لو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ مَیں نے کہا۔ پھر ذکر و اذکار کے لیے مقرر کردہ وقت کا نصف حصہ درود شریف کے لیے خاص کر دوں؟ ارشاد ہوا: مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّكَ۔ تمہاری مرضی ہے، اگر درود پڑھنے کا ٹائم اور زیادہ کرلو تو بہت فائدہ ہوگا۔ میں نے عرض کی، پھر میں کل وقت کا دو تہائی درود شریف کے لیے خاص کر لیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ تمہاری صوابدید ہے تاہم اگر درود پڑھنے کا ٹائم بڑھا لو تو تمہارے لیے بہت ہی بہتر رہے گا۔ میں نے کہا پھر: اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِیْ کُلَّھَا۔ میں اپنا سارا وقت آپ پر درود پڑھنے کے لیے وقف کر دیتا ہوں (یعنی ذکرِ الٰہی، دُعا، مناجات اور اوراد و وظائف اور استغفار کے لیے مقرر کردہ سارے وقت میں آپ پر درود شریف ہی پڑھتا رہوں گا اور دوسرا کوئی وظیفہ نہیں کروں گا،) تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِذًا تُکْفٰی ھَمَّكَ وَیُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ۔ پھر تو تمہارے سارے غم دور ہو جائیں گے

اور تمہارے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔'' سبحان اللہ۔ [1]

آپ نے لسانِ نبوت سے نکلے ہوئے موتیوں جیسے الفاظ پر غور فرمایا کہ ذکر و وظائف کے لیے خاص کردہ سارا وقت درود شریف پڑھنے سے مصائب دور، مشکلات حل، غم غلط اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر شرط وہی ہے کہ خود ساختہ درود و سلام پڑھنے کی بجائے مسنون درودِ پاک پڑھا جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو کثرت سے مسنون درود پاک پڑھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

⑥ فرشتوں کی دعائیں

امام الرسل جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر مسنون درودِ پاک پڑھنے کا ایک اہم فائدہ اور اجر یہ ہے کہ کوئی مسلمان جب تک درود پڑھنے میں مصروف و مشغول رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُس خوش نصیب کے لیے مغفرت اور رحمت کی دُعائیں کرتے رہتے ہیں۔ صحابی رسول سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلّٰى عَلَيَّ فَلْيُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذَالِكَ أَوْ لِيُكْثِرْ)) [2]

''کوئی مسلمان جب تک مجھ پر درود پڑھتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُس کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اب بندے کی مرضی ہے کہ وہ مجھ پر درود کم پڑھتا ہے یا زیادہ۔''

اللہ تعالیٰ کے فرشتے جب کسی بندے کے لیے دُعا کرتے ہیں تو وہ دربارِ الٰہی میں عرض گزار ہوتے ہیں:

---

[1] جامع ترمذی، ابواب صفة القيامة، باب ٢٣، حديث: ٢٤٥٧، حَسَّنَهُ الالبانی.

[2] سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة و السنّة فيها باب الصلاة على النبی ﷺ: ٩٠٧، حسنهٔ الالبانی.

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ)) ❶

"اے اللہ! اس کی بخشش فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔"

⑦ شفاعت رسول ﷺ

سیّد المرسلین ﷺ پر مسنون درود شریف پڑھنے کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ پر درود پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ حشر کے دِن آپ ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے گا جیسا کہ سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْرًا وَحِيْنَ يُمْسِيْ عَشْرًا اَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ❷

"جو شخص مجھ پر ہر روز دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام کو درود پڑھے تو قیامت کے دِن اُسے میری شفاعت حاصل ہو جائے گی۔"

⑧ قربت رسول ﷺ

سیّد الاوّلین والآخرین جناب رحمۃ اللعالمین ﷺ پر درود پاک پڑھنے کا ایک اہم صلہ، اجر، ثواب اور فائدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر درود بھیجنے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن رسولِ محترم ﷺ کی قُربت، ساتھ اور ہمسائیگی عطا فرمائے گا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً)) ❸

"مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا قیامت کے دِن میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔"

اس فرمانِ رسول میں بیان کردہ نتیجے اور فائدے سے بہرہ ور ہونے کے لیے ہمیں

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الحدث فی المسجد: ٤٤٥.

❷ صحیح الجامع الصغیر، حدیث نمبر: ٦٣٥٧، حسنه الالبانی.

❸ جامع ترمذی، ابواب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ: ٤٨٤؛ حسنه الحافظ زبیر علی زئی فی تخریج المشکاۃ: ٩٢٣.

آپ ﷺ کی ذاتِ مطہرہ پر چلتے پھرتے، آتے جاتے اور اٹھتے بیٹھتے لاتعداد، بے شمار اور اَن گنت درود پڑھنا چاہیے تاکہ ہم روزِ قیامت آپ ﷺ کی قربت، صحبت اور معیّت حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ اعزازِ عظیم نصیب فرمائے۔ آمین۔

آخر میں ہم درودِ پاک کے فضائل و فوائد کی مناسبت سے عربی زبان کے تین اشعار پیش کرنا چاہتے ہیں جن میں آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے ثمرات و اثرات بڑے دِل کش انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ عربی کے مشہور شاعر جناب محمد بن ہیثم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَمَّاالصَّلَاۃُ عَلَی النَّبِیِّ فَسِیْرَۃٌ مَرْضِیَّۃٌ تُمْحٰی بِھَاالْاٰثَامُ
وَبِھَا یَنَالُ الْمَرْءُ عِزَّ شَفَاعَۃٍ یُبْنٰی بِھَا الْاِعْزَازُ وَالْاِکْرَامُ
کُنْ لِلصَّلَاۃِ عَلَی النَّبِیِّ مُلَازِمًا فَصَلَاتُہٗ لَکَ جُنَّۃٌ وَسَلَامُ

”نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا بہترین عمل اور عمدہ طریقہ ہے جس سے گناہوں کو دھویا جا سکتا ہے اور آپ ﷺ پر درود پڑھنے والا شخص شفاعتِ رسول کا اعزاز و اکرام بھی حاصل کر لیتا ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا اپنے لیے لازمی اور ضروری قرار دے لو کیونکہ درودِ پاک تمہارے لیے سلامتی کا راستہ اور جہنم سے محفوظ رہنے کی ڈھال ہے۔“

اور

درود اُس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل و جاں ہے
درود اُس پر کہ جس کے خُلق کی تفسیر قرآں ہے
درود اُس پر کہ جس کا تذکرہ عینِ عبادت ہے
درود اُس پر جس کی زندگی رحمت ہی رحمت ہے
درود اُس پر کہ جو تھا صدرِ محفل پاک بازوں میں
درود اُس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں

جس پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں، اے مسلمانوں! تم بھی اُن پر کثرت سے درود وسلام بھیجا کرو، یہی حکمِ قرآں ہے، رسول اکرم کا فرماں ہے اور ہمارا پختہ ایماں ہے کہ:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔



2 مقاماتِ درودِ مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○ ﴾ (الاحزاب: ٥٦)

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام کہا کرو۔"

تعریف وتحمید کے تمام کلمات اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے خاص ہیں جو ہم سب کا خالق و مالک اور حاکم و رازق ہے، وہی علیٰ کلِّ شیءٍ قدیر، فعّال لما یرید اور علیمٌ بذات الصدور ہے، ہر قسم کی عبادات کا مستحق صرف وہ اکیلا ہے، نہ اُس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، وہ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ ہرگز نہیں ہوسکتا، وہ ہر ایک کی دُعائیں ہر وقت سُنتا اور اپنی حکمت وقدرت کے مطابق فیصلے فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے لاتعداد و بے شمار اور اَن گنت و بے حساب درود وسلام نازل فرمائے سیّد الکونین، رسول الثقلین اور امام القبلتین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر جنہیں ربّ العالمین نے رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین اور سیّد المرسلین کے مناصبِ جلیلہ پر فائز فرمایا۔ وہ خود اُن کی تعریف وتوصیف فرماتا، اُس کے فرشتے ہر وقت اُن کے لیے رحمت و برکت کی دُعائیں کرتے اور تمام ایمان داروں کو اُن پر درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ))

تمہیدی گزارشات:

بنی نوعِ انسان پر خالقِ کائنات اللہ ربّ العزت کا بہت بڑا انعام، احسان اور فضل وکرم

ہے کہ اُس نے ان کی راہنمائی اور رُشد و ہدایت کی خاطر سیّد البشر جناب محمد کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ نے بڑی جاں فشانی، تندہی اور محنت و توجہ سے انسانیت تک اللہ تعالیٰ کا پیغام مِن وعَن پہنچا کر منصبِ نبوت و رسالت کا حق ادا فرمایا اور توحید و سنّت کا پیغام عام کرنے کی خاطر بے شمار مشکلات اور مصائب برداشت فرمائے۔ آپ ﷺ کی شدید خواہش اور کوشش تھی کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ راست پر گامزن کیا جائے اور انہیں جہنم کے راستے سے ہٹا کر جنّت کی راہ لگا دیا جائے۔ رسول مقبول ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''میری اور میری امت کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی نے آگ جلائی ہو اور کیڑے وغیرہ اُس آگ میں مسلسل گرنا شروع ہو جائیں۔ وہ شخص اُنھیں آگ میں گرنے سے بچانے میں مصروف ہو مگر روکنے کے باوجود وہ اُس آگ میں گرتے ہی چلے جائیں اسی طرح اَنَا آخِذٌ کُمْ بِحُجَزِ کُمْ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِيْهِ۔ میں تمھیں تمھاری کمروں سے پکڑ اور کھینچ کر جہنم کی آگ سے باہر نکال رہا ہوں اور تم زبردستی اُس میں گُھسے جا رہے ہو۔'' [1]

یعنی آپ ﷺ کی اوّل و آخر اور باطن و ظاہر یہ کوشش رہی کہ کسی طرح میری اُمت دوزخ کے عذاب سے محفوظ ہو جائے اور دُخولِ جنت کی حق دار قرار پائے۔ آپ ﷺ کی ساری تگ و دو اور کوشش صرف ہمیں جہنم سے بچانے اور جنت میں لے جانے کے لیے تھی۔ اور صرف کوشش ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ دن اور رات کے اکثر اوقات میں اُمت کے لیے مغفرت، بخشش اور رحمت کی دُعائیں کرتے رہتے تھے اور اُمت کی کامیابی کے لیے دُعاؤں، التجاؤں اور معروضات کا یہ سلسلہ حشر اور قیامت کے دِن بھی جاری رہے گا اور جب تک آپ ﷺ کا ہر توحید پرست اُمّتی جنّت میں داخل نہیں ہوگا آپ ﷺ کو قرار و سکون نہیں آئے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک طویل حدیث میں ہے کہ:

''روزِ حشر دیگر انبیاء کرام علیہم السلام ''نَفْسِيْ، نَفْسِيْ، نَفْسِيْ'' میری جان، میری

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ علیٰ اُمّتِہٖ: ۲۲۸۴.

جان، میری جان پکار رہے ہوں گے اور رسولِ اکرم ﷺ ''أُمَّتِيْ يَارَبِّ، أُمَّتِيْ يَارَبِّ'' اے میرے رب! میری اُمت کو عذاب سے بچا لے، اے میرے پروردگار! میری اُمت کو جنت میں داخل فرمادے کی دُعائیں کریں گے۔''[1]

یعنی آپ ﷺ کو روزِ قیامت بھی اپنی اُمت کی فکر ہوگی اور آپ اپنی اُمت کی کامیابی، کامرانی اور نجات کے لیے دُعا گو ہوں گے۔ آپ ﷺ کی ہمارے لیے دِل سوزی، ہم دردی اور محبت وتعلق کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی آپ ﷺ کو ہمیشہ یادرکھیں اور آپ کی یاد، ذکرِ خیر اور اُلفت وعقیدت کا ایک انداز اور طریقہ یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ پر درود پڑھا کریں، آپ کی فضیلت ومنقبت میں اضافے کی دُعائیں کرتے رہا کریں اور ہمیشہ آپ ﷺ کی اطاعت، اتباع اور فرماں داری کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق وسعادت مرحمت فرمائے۔ آمین۔

ویسے تو دِن رات، چوبیس گھنٹے، صبح و شام، لیل و نہار اور شب روز کسی وقت بھی آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر درود شریف پڑھا جا سکتا ہے اور پڑھنا چاہیے مگر بعض اوقات ولحات ایسے ہیں جن میں درود شریف کا پڑھنا فرض، سنت، واجب یا مستحب ہے۔ ہم ان شا اللہ العزیز اسی موضوع پر قرآن وحدیث کی تعلیمات واحکام کا خلاصہ عرض کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ دِن، رات میں کِن اوقات اور کِن مقامات پر درود شریف کا پڑھنا ضروری، لازمی یا مسنون ومستحب ہے۔

① اذان کے بعد:

وہ موقع جہاں رسولِ محترم ﷺ نے افرادِ اُمت کو درود شریف پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، ہے جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ

[1] صحيح بخاری، كتاب التفسير، باب قوله ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ...... ٤٧١٢.

سَلُوا اللّٰهَ لِیَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ، فَمَنْ سَئَلَ لِیَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ)) [1]

''جب تم مؤذّن (کی اذان) کو سنو تو اُسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے (یعنی اذان کا جواب دو) پھر مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، پھر (درود کے بعد) میرے لیے اللہ تعالیٰ سے ''وسیلہ'' کا سوال کرو۔ وہ جنت میں اعلیٰ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو نصیب ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ ''میں ہی ہوں گا'' پس جس نے میرے لیے (اللہ تعالیٰ سے) وسیلے کا سوال کیا، اُس کے لیے (میری) شفاعت لازم ہو جائے گی۔''

اِس فرمان رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے ہر مسلمان کو مؤذن کی اذان کا جواب دینا چاہیے مگر اس امر کا خیال رکھا جائے کہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ کہا جائے گا۔ [2]

رسولِ رحمت ﷺ نے اپنی زبانِ نبوّت سے وُہ دُعا بھی بیان فرما دی ہے جس کے ذریعے آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کے لیے اللہ تعالیٰ سے جنّت کے بلند و بالا مقام ''وسیلہ'' کا سوال کیا جائے گا۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو اذان سُن کر یہ دُعا پڑھے گا تو قیامت کے دِن اُس کے لے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم يصلی علی النبی ﷺ: ۳۸٤.

[2] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب ما یقول اذا سمع المنادی: ٦١٣.

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ)) ❶

''اے اللہ! اے اس کامل دعوت (اذان) اور کھڑی ہونے والی نماز کے رب! جناب محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تُو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے۔''

ان احادیث مبارکات سے واضح ہوگیا کہ اذان کا جواب دینے کے بعد جو شخص آپ ﷺ پر شوق و محبت کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہے اُس پر اللہ تعالیٰ اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور درود شریف کے بعد آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ سے ''مقامِ وسیلہ'' مانگنے والا اپنے لیے آپ ﷺ کی شفاعت کو واجب کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام اہلِ ایمان کو یہ سعادت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

② نماز میں:

ہر نمازی کے لیے لازم ہے کہ وہ نماز کے قعدہ یعنی تشہد میں رسولِ مکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر سلام اور درود بھیجے اور درود و سلام کے مسنون الفاظ ہی ادا کرے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیں نماز کے قعدہ میں درج ذیل تشہد پڑھنے کا حکم فرمایا۔

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)) ❷

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النّداء: ٦١٤.

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ باب التشھدفی الصلاۃ: ٤٠٢.

''زبان کی تمام عبادتیں اور تمام بدنی و مالی عبادات صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہیں۔اے نبی ﷺ! آپ پر سلام، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اُس کی برکتیں نازل ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بلا شبہ محمد ﷺ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ لِلّٰهِ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)) [1]

''بلا شبہ تمہارے یہ کلمات کہنے سے آسمان و زمین میں موجود اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے تک تمہارا سلام پہنچ جاتا ہے۔''

ان احادیث سے واضح ہوگیا کہ نماز کے قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ اخیرہ میں رسولِ اکرم ﷺ پر سلام پڑھنے کے مسنون الفاظ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' ہیں۔ البتہ معروف صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تک آپ ﷺ ہمارے درمیان بقیدِ حیات موجود تھے تو ہم انہیں الفاظ سے سلام کہا کرتے تھے اور:

((فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا السَّلَامُ يَعْنِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ)) [2]

''جب آپ ﷺ کی روحِ مبارک قبض کر لی گئی تو ہم نے یوں کہنا شروع کر دیا کہ نبی اکرم ﷺ پر سلام ہو۔''

یہ صرف سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہی عمل نہ تھا بلکہ مشہور تابعی جناب عطاء رحمہ اللہ کا فرمان ہے:

((أَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا يَقُولُونَ وَالنَّبِيُّ ﷺ حَيٌّ ''اَلسَّلَامُ

[1] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب التشھد فی الآخرۃ: ۸۳۱؛ وصحیح مسلم: ۴۰۲.

[2] صحیح بخاری، کتاب الاستیذان، باب الاخذ بالیدین: ٦٢٦٥.

عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ فَلَمَّا مَاتَ قَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ)) ❶

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کہا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ پر موت واقع ہوگئی تو انھوں نے ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ'' پڑھنا شروع کر دیا۔''

دوسری بات یہ ہے کہ نماز کا یہ تشہد جس میں آپ ﷺ کو مخاطب کر کے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کہا جاتا ہے، یہ دراصل شب معراج آپ ﷺ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے درمیان مِن وّراءِ حجاب مکالمہ ہے جسے نماز کا حصہ بنا دیا گیا ہے جیسا کہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں ہے کہ:

((اَنَّهُ ﷺ لَمَّا عُرِجَ بِهٖ اَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)) ❷

''جب آپ ﷺ کو معراج کروایا گیا تو آپ ﷺ نے اِن کلمات ((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ)) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا: ''اے نبی ﷺ آپ پر سلام، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی برکات ہوں۔'' تو آپ ﷺ نے کہا کہ ''مجھ پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔'' (دونوں کے فرامین سُن کر) جناب جبریل علیہ السلام نے کہا ''مَیں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بلا شبہ

❶ فتح الباری، شرح صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب التشھد فی الاولیٰ، وھذا اسناد صحیح.

❷ مرقاۃ المفاتیح، باب التشھد، الفصل الاول، حدیث عبد اللّٰہ بن مسعود.

محمد ﷺ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔"

نماز کے قعدۂ اولیٰ میں رسولِ اکرم پر سلام بھیجنے کے بعد درود شریف پڑھنا بھی جائز بلکہ درود شریف کے بعد دُعا مانگنے کی بھی اجازت ہے جیسا کہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی رات کی نماز یعنی قیام اللیل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((كُنَّا نُعِدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سِوَاكَهُ وَطَهُوْرَهُ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَا شَاءَ اَنْ يَّبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي تِسْعَ رَكْعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهِنَّ اِلَّا عِنْدَ الثَّامِنَةِ وَيَحْمَدُ اللّٰهَ وَيُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّهِ ﷺ وَيَدْعُوْا بَيْنَهُنَّ وَلَا يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا ثُمَّ يُصَلِّي التَّاسِعَةَ وَيَقْعُدُ...)) [1]

"ہم رسول اکرم ﷺ کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار کیا کرتے تھے، پھر رات کو جب اللہ عزّ وجلّ چاہتا تو آپ ﷺ بیدار ہو کر مسواک کرتے، وُضو فرماتے اور نو رکعات پڑھتے جن میں آٹھ رکعات کے بعد بیٹھتے یعنی (پہلا) قعدہ کرتے تھے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے، اُس کے نبی ﷺ (یعنی اپنی ذات) پر درود پڑھتے اور دُعائیں مانگتے اور سلام نہیں پھیرتے تھے، پھر نویں رکعت پڑھ کر آخری قعدہ کرتے تھے۔"

اِس حدیثِ مبارکہ سے اس امر کی وضاحت ہوگئی کہ نماز کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات پڑھنے کے بعد آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا جائز، مستحب بلکہ افضل ہے۔ جبکہ قعدۂ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا لازمی اور ضروری ہے جیسا کہ جناب ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((اَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰى جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ

[1] سنن النسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار، کیف الوتر بتسع، ۱۷۲۰، قال الالبانی، صحیح.

عِنْدَهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَمَّا السَّلَامُ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِيْ صَلَاتِنَاقَالَ فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَحْبَبْنَا اَنَّ الرَّجُلَ لَمْ يَسْئَلْهُ، ثُمَّ قَالَ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ)) [1]

''ایک شخص دربارِ رسالت میں حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا جب کہ ہم بھی آپ ﷺ کے پاس ہی تھے۔ (دوسری روایات کے مطابق آنے والے صحابی کا نام جناب بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ تھا) انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہے پس یہ فرمایئے کہ جب ہم نماز میں آپ پر درود پڑھیں تو وہ کیسے پڑھیں؟ جناب عقبہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ یہ سوال سُن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے (اور اتنی طویل خاموشی اختیار فرمائی) کہ ہم نے چاہا کہ کاش یہ شخص آپ ﷺ سے سوال ہی نہ کرتا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مجھ پر درود پڑھو تو یوں کہو ''اے اللہ! محمد نبی اُمی ﷺ اور محمد ﷺ کی آل پر رحمتیں نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر رحمتوں کا نزول فرمایا اور محمد، نبی اُمّی ﷺ اور محمد ﷺ کی آل پر برکات کا نزول فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکات نازل فرمائیں۔ بے شک تو تعریف کیا ہوا، بزرگی والا ہے۔''

[1] سنن الدار قطنی، کتاب الصلاة، باب ذکر و جوب الصلاة علی النبی ﷺ، فی التشهد، ۱۳۳۹۔هذا اسناد حسن متصل.

اس حدیث مبارکہ نے اس امر کی وضاحت فرما دی کہ سائل کا سوال نماز میں تشہد کے دوران درود شریف پڑھنے کے بارے میں تھا اور آپ ﷺ نے تشہد میں درود پاک پڑھنے کا حکم فرمایا۔ لہٰذا ہر نمازی کو قعدۂ اخیرہ میں التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ...... آخر تک۔ پڑھنے کے بعد درود شریف ضرور پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ حکم رسول، ارشادِ پیغمبر اور فرمانِ نبوی ﷺ ہے۔

③ نمازِ جنازہ میں:

نبی اکرم، رسولِ معظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر درود شریف پڑھنے کا ایک مقام نمازِ جنازہ کی دوسری تکبیر کے بعد ہے چونکہ نمازِ جنازہ میت کے لیے بخشش، مغفرت اور بلندی درجات کی دُعا ہے اور ہر دُعا میں آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم ہے۔ لہٰذا نمازِ جنازہ میں بھی آپ ﷺ پر درود شریف ضرور پڑھنا چاہیے۔ چنانچہ سیدنا ابو اُمامہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ:

اَخْبَرَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ اِنَّ السُّنَّةَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَنْ يُّكَبِّرَ الْاِمَامُ ثُمَّ يَقْرَءُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى سِرًّا فِيْ نَفْسِهٖ ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَيُخْلِصُ الدُّعَاءَ لِلْجَنَازَةِ فِي التَّكْبِيْرَاتِ لَا يَقْرَءُ فِيْ شَيْءٍ مِّنْهُنَّ ثُمَّ يُسَلِّمُ سِرًّا فِيْ نَفْسِهٖ.[1]

"نبی اکرم ﷺ کے اصحاب عظام میں سے ایک شخص (صحابی) نے اُنہیں بتایا کہ نمازِ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام پہلی تکبیر کے بعد آہستہ آواز میں سورۃ فاتحہ کی قراءت کرے۔ پھر (دوسری تکبیر کے بعد) نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھے پھر (تیسری تکبیر کے بعد) میت کے لیے خلوصِ دل سے دُعا کرے اور تکبیرات کے دوران (سوائے پہلی تکبیر کے) قرأت نہ کرے۔ پھر (چوتھی تکبیر کے بعد) آہستہ آواز میں سلام پھیر دے۔"

[1] سنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الجنائز، باب القراءة فى صلاة الجنازة: ٦٩٥٩.

جناب ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ میں بلند آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھی۔ ❶

اور ایک روایت میں ہے:

((وَالسُّنَّةُ اَنْ يَفْعَلَ مَنْ وَرَائَهُ مِثْلَ مَا فَعَلَ اِمَامُهُ)) ❷

''اور یہ سنّت ہے کہ مقتدی بھی اسی طرح کریں جس طرح امام کرے۔''

ان روایات سے اس امر کی بھی وضاحت ہوگئی کہ نمازِ جنازہ میں امام اور مقتدیوں کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنا ہمارے آقا جناب محمد کریم ﷺ کی سُنّت ہے اور نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ، قرآنی سورت، درود شریف اور دعائیں بلند آواز سے پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ جناب طلحہ بن عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

((صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَءَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ وَجَهَرَ حَتّٰى اَسْمَعَنَا فَلَمَّا فَرَغَ اَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَسَئَلْتُهُ فَقَالَ سُنَّةٌ وَحَقٌّ.)) ❸

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ اور ایک (قرآنی) سورت ہمیں سُنا کر بلند آواز سے پڑھی، جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اِس بارے میں سوال کیا تو اُنھوں نے فرمایا، یہ سُنّت اور حق ہے۔''

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ:

((صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ

---

❶ سنن الكبرى للبيهقي: ٦٩٦١.

❷ سنن الكبرىٰ، كتاب الجنائز، باب الصلاة على النبي ﷺ في صلاة الجنازة: ٦٩٦٢.

❸ سُنن نسائي، كتاب الجنائز، الدعاء: ١٩٨٧؛ صححه الالباني.

دُعَائِهٖ... وَهُوَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ... حتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذَالِكَ الْمَيِّتُ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کا جنازہ پڑھایا تو میں نے آپ ﷺ کی زبان اقدس سے سُن کر جنازے کی دُعا یاد کر لی اور (آپ کی زبان نبوت سے میّت کے لیے دُعا سُن کر) یہ تمنا کی کہ کاش یہ میری میّت ہوتی۔''

ان روایات و احادیث اور آثار و اقوال سے واضح ہو گیا کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ، کوئی قرآنی سورت اور درود شریف کا پڑھنا سُنّت ہے اور میّت کے لیے خلوصِ دِل سے دُعا کرنا طریقۂ رسول اور میّت کا حق ہے۔ نیز نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھانا بھی احادیث و آثار سے ثابت ہے۔

④ دُعا ومناجات میں:

درود شریف پڑھنے کے مواقع میں سے ایک اہم موقع ''دُعا'' ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خوب حمد وثنا کی جائے، پھر خلوصِ دل سے سرورِ کونین ﷺ پر مسنون درود شریف پڑھا جائے اور پھر عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حاجات و ضروریات پیش کی جائیں جیسا کہ سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے (اور ہم بھی آپ ﷺ کی

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الدعا، للمیت فی الصلاۃ: ٩٣٦۔

خدمت اقدس میں حاضر تھے) کہ ایک شخص نے آ کر نماز پڑھی اور دُعا مانگنے لگا کہ اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے نمازی! تُو نے جلد بازی سے کام کیا ہے۔ جب کہ دُعا کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ:

((اِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ۔ فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ))

جب تم نماز پڑھ لوتو بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی وہ حمد وثنا کرو جو اُس کے شایانِ شان ہے اور مجھ پر درود پڑھو، پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو۔"

اس حدیث شریف کے راوی جناب فضالہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

((ثُمَّ صَلّٰى رَجُلٌ آخَرُ بَعْدَ ذَالِكَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اُدْعُ تُجَبْ)) [1]

"پھر اُس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اُس نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کی اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا تو نبی محترم ﷺ نے فرمایا اے نماز پڑھنے والے! اب دُعا کرو تو ضرور قبول کی جائے گی۔"

اس واقعہ، حدیث اور فرمانِ رسول سے معلوم ہوا کہ دُعا کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ اللہ رَبُّ العزت کی تسبیح، تحمید اور ثنا کے بعد رسولِ محترم ﷺ کی بابرکت ذات پر مسنون درود شریف پڑھا جائے کیونکہ درودِ شریف کے بعد اللہ تعالیٰ سے جو مانگا جاتا ہے وہ عطا فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ:

((اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَءْ بِتَحْمِيْدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ الْيَدْعُ بَعْدُ مَا شَاءَ)) [2]

"تم میں سے جب کوئی نماز پڑھے تو (دُعا کی) ابتداء، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے کرے، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے، پھر اُس کے بعد جو چاہے دُعا کر لے۔"

---

[1] جامع ترمذی، ابواب الدعوات، باب ٦٥ حديث: ٣٤٧٦؛ صححه الالبانی.

[2] جامع ترمذی، ابواب الدعوات، باب ٦٥؛ حديث: ٣٤٧٧؛ صححه الالبانی.

سرورِ عالم ﷺ کے مشیرِ خاص جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فتویٰ، فرمان اور ارشاد تو یہ ہے کہ رسولِ مکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے بغیر دُعا قبول ہی نہیں ہوتی بلکہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

((اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ ﷺ.)) ❶

''بلا شبہ دُعا آسمان و زمین کے درمیان لٹکی رہتی ہے، اُس میں سے کوئی چیز بھی درجہ قبولیت تک نہیں پہنچتی جب تک تم اپنے نبی ﷺ پر درود شریف نہ پڑھو۔''

دُعا کے شروع، درمیان اور آخر میں آپ ﷺ پر مسنون درود پاک پڑھنا دُعا کی قبولیت کا آسان ترین نسخہ ہے اس لیے ہم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ مسنون درود شریف کو اپنی ہر دُعا کا حصہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی اُمید رکھے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی معظم ﷺ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ (مسجد نبوی میں) تشریف فرما تھے، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے (اطمینان سے) بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا اور پھر اپنے لیے دُعا مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عبد اللہ! سَلْ تُعْطَ۔ سَلْ تُعْطَ۔ اب مانگتے جاؤ، اللہ تعالیٰ عطا فرماتا جائے گا۔ جو مانگو گے، وہ دیا جائے گا۔'' ❷

ان واقعات و روایات کی روشنی میں یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ دُعا کی قبولیت اور استجابت امام الرسل جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر مسنون درود پاک پڑھے بغیر ممکن نہیں

---

❶ جامع ترمذی، ابواب الوتر، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ: ٤٨٦؛ حَسَّنَهُ الالبانی.

❷ جامع ترمذی، ابواب السفر، باب ما ذکر فی الثناء علی اللّٰہ و الصلاۃ علی النبی ﷺ قبل الدعاء: ٥٩٣؛ قال الالبانی حسن صحیح.

ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ دُعا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے کرے اور ہر دُعا کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی تعریف و تسبیح اور تحمید و تمجید کے بعد آپ ﷺ کی ذات گرامی پر مسنون الفاظ میں درود شریف پڑھے۔ حمدِ الٰہی اور درودِ رسول کے بعد مانگتے جانا مسلمان کا کام ہے اور عطا فرمائے جانا ''رحمان'' کا کام ہے۔

⑤ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کے وقت:

پیغمبرِ اکرم، رحمتِ عالم، جناب احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا ایک اہم اور ضروری موقع وہ ہے جب سرکارِ دو عالم ﷺ کا نامِ مقدس زبان پر لایا جائے یا آپ کا اسمِ مبارک سنا جائے، لکھا جائے یا پڑھا جائے یا کسی بھی طریقے سے آپ ﷺ کا ذکرِ خیر کیا جائے تو آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر درود پڑھنا لازمی ہو جاتا ہے۔ یہ آپ ﷺ کے احترام کا تقاضا، آپ ﷺ کے ساتھ محبت و اُلفت کا حقیقی اظہار اور آپ ﷺ کے ہر اُمتی پر آپ کا حق ہے۔ جو شخص آپ ﷺ کا نام سُن کر، لے کر، پڑھ کر، لکھ کر اور آپ کا تذکرہ کرتے اور سنتے ہوئے آپ ﷺ پر درودِ پاک نہیں پڑھتا وہ بڑا بدنصیب، بدبخت، نصیبوں کا مارا اور جہانوں کا دھتکارا ہوا انسان ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین طرح کے راندۂ درگاہ لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ- وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُغْفَرَلَهٗ- وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ)) [1]

''اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو (یعنی وہ تباہ و برباد، ہلاک اور ذلیل و رُسوا ہو جائے) جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا تو اُس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ اُس آدمی کی ناک بھی خاک آلود (یعنی وہ بھی ہلاک و برباد ہو جائے) جس کی موجودگی

[1] جامع ترمذی، ابواب الدعوات، باب قول رسول اللہ ﷺ رغم انف رجل: ۳۵۴۵؛ قال الالبانی حسن صحیح.

میں ماہِ رمضان آیا اور اُس کی بخشش کروائے بغیر ہی گزر گیا اور اُس شخص کی ناک بھی مٹی میں رگڑی جائے جس کے ماں باپ اُس کے پاس بوڑھے ہو گئے (اور اُس سے خدمت اور ادب کروا کے) اُسے جنت میں داخل نہ کرا سکے۔''

آپ اس حدیث کے الفاظ کی شدّت اور آپ ﷺ کی بد دُعا کے انداز پر غور فرمائیں کہ رسولِ رحمت ﷺ نے تین قسم کے انسانوں کی ناک خاک آلودگی، ہلاکت، بربادی، تباہی اور بدنصیبی کا ذکر کیسے ثقیل اور سخت الفاظ میں فرمایا ہے۔ اسی حدیث مبارکہ کے ابتدائی الفاظ سے متاثر ہو کر پنجابی شاعر نے بڑی خوب صورت ترجمانی فرمائی ہے کہ:

نام نبی دا سُن کے مومن جو درود پہنچاون
مَلَک نورانی حق اونہاندے ایہہ دُعا فرماون
اللہ بخشے جنت تہانوں نال رسول الٰہی
دُعا منظور، نورانی ملکاں ، وِچ دربار الٰہی

اور

نام نبی دا سُن کر جو نئیں درود پہنچاندے
ملک نورانی حق اونہاندے ایہہ دُعا فرماندے
رب نہ بخشے جنت تینوں ، نہ توں رحمت پاویں
جنّت ہوئی حرام بخیلا، توں کیونکر جنّت جاویں

اشعار میں اس حدیث رسول کا مفہوم بیان کرنے کی بات آئی ہے تو رمضان المبارک کی سعادتوں، برکتوں اور رحمتوں سے فیض یاب ہونے والوں اور اِس ماہِ محترم کی مغفرتوں اور نوازشوں کے محروم رہنے والوں کا تذکرہ بھی اشعار ہی میں سُن لیں، بزرگ فرماتے ہیں:

سال پچھوں تشریف لیا یا ایہہ رمضان مہینہ
جو نہ اس دی قدر پہچانے ، ہے بے سمجھ کمینہ

مومن لئی رمضان مبارک، چند خوشی دا چڑھیا
بے دیناں مجھولاں دے گھر آن سیاپا وڑیا
اے مومن! رکھ توں روزے جو تینوں سمجھایا
سال پچھوں رمضان مبارک، نال نصیباں آیا

اور اس حدیث شریف کے آخری حصے کا مفہوم مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب نظم کیا ہے۔فرماتے ہیں:

اِک دِن نبی نے حلقۂ احباب میں یہ لفظ
دہرائے تین بار کہ ناک اس کی کٹ گئی
اصحاب نے کہا، وہ کم بخت کون ہے ؟
توقیر جس کی حضرتِ باری میں گھٹ گئی
ارشاد یوں ہوا کہ وہ فرزندِ نا خلف
گھر جس کے جنت آئی اور آ کر پلٹ گئی
ماں باپ کا بڑھاپے میں ہو نہ جسے خیال
اُس نا سعید بیٹے کی قسمت اُلٹ گئی

عرض یہ کر رہا تھا کہ جو شخص رسولِ محترم کا نام مبارک اور ذکرِ خیر سُن کر درود شریف نہیں پڑھتا اُسے ہمارے محبوب ﷺ نے خاک آلودہ، راندۂ درگاہ اور بد بخت قرار دیا ہے اور جو سرکارِ عالم کا اسمِ مطہر اور تذکرۂ خیر سُن کر مسنون درود پاک پڑھتا ہے اُسے خوشخبری سنائی ہے کہ:

((مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ)) [1]

---

[1] سنن نسائی، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی ﷺ: ۱۲۹۷؛ صححه الالبانی.

''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں فرماتا، اُس کے دس گناہ معاف کرتا اور اُس کے دس درجات بلند فرما دیتا ہے۔'' سبحان اللہ

نواسۂ رسول سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ خیر سُن کر درود شریف نہ پڑھنے والے کی مذمت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْبَخِيْلُ الَّذِيْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ)) [1]

''بخیل ہے وہ شخص جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا تو اُس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔''

سرورِ کونین ﷺ کا اسمِ مبارک کہہ کر، سُن کر، پڑھ کر اور لکھ کر جان بوجھ کر درود شریف نہ پڑھنا تو سراسر ہلاکت، تباہی، بربادی اور بدنصیبی ہے ہی اور اگر کوئی آپ ﷺ کا ذکرِ خیر سُن کر درود شریف پڑھنا بھول جائے تو حدیثِ مبارکہ میں اُسے جنت کا راستہ گم کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ خَطِئَ طَرِيْقَ الْجَنَّةَ)) [2]

''جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا تو اُس نے جنت کا راستہ گم کر دیا۔''

دو ضروری وضاحتیں:

آپ اِس اہم بات سے پوری طرح باخبر ہو چکے ہیں کہ رسولِ محترم ﷺ کا اسمِ مقدس سُن کر، کہہ کر اور لکھ کر مسنون درود شریف پڑھنے کا حکم ہے، اِس کا ثواب بھی ہے، اجر بھی ہے اور فائدہ بھی اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے ذکرِ خیر کے وقت درود شریف نہ پڑھنا، حرماں نصیبی، بدبختی اور بدنصیبی ہے، مگر افسوس صد افسوس کہ ہمارے ہاں ایک عجیب طریقہ ایجاد کر لیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا اسمِ مطہر زبان سے ادا کرتے اور سنتے وقت لوگ مسنون درود شریف پڑھنے

---

[1] جامع ترمذی ، ابواب الدعوات، باب قولِ رسول اللہ ﷺ، رغم انف رجل......: ٣٥٤٦؛ صححه الالبانی.

[2] سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب الصلاة، على النبی ﷺ: ٩٠٨؛ قال الالبانی حسن صحيح.

کی بجائے اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگانا شروع کر دیتے ہیں۔

حضرات! یاد رکھیے، اس عمل کا کوئی اجر و ثواب نہیں ہے، یہ حکمِ الٰہی ہے نہ فرمانِ رسول ﷺ، عملِ صحابہ ہے نہ فعلِ تابعین بلکہ سراسر غیر مسنون عمل اور عوام کو مسنون درود شریف کے فوائد و ثمرات اور برکات و اثرات سے محروم رکھنے کی ایک دانستہ یا نادانستہ کوشش ہے۔ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اس عمل کی نسبت انتہائی غیر معتبر، غیر مستند اور غیر صحیح ہے۔ لہٰذا ہم نہایت دردمندی اور جذبۂ اصلاح کے ساتھ تمام مسلمانوں، نبی محترم ﷺ کے اُمتیوں اور سرکارِ مدینہ کے ساتھ محبت کرنے والوں سے درخواست اور اپیل کریں گے کہ وہ آپ ﷺ کا اسمِ مبارک زبان سے کہہ یا سُن کر اپنے انگوٹھے چومنے اور آنکھوں پر لگانے کی بجائے رسولِ معظم ﷺ پر مسنون درود شریف پڑھا کریں جس سے اُن کے گناہ معاف، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا حصول اور درجات کو بلندی نصیب ہوگی اور بے حساب اجر و ثواب کے مستحق قرار پائیں گے۔ اور جیسا پہلے عرض کیا گیا کہ سب سے آسان، مختصر اور مسنون درود و سلام "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ ہمارے ہاں یہ عام رواج ہوگیا ہے کہ لوگ پورا اور مکمل درود شریف پڑھنے اور لکھنے کی بجائے "صلعم" یا صرف "ص" لکھ دیتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی غیر مسنون، غیر شرعی اور محبتِ رسول ﷺ کے منافی ہے۔ ہم جس رسول کے امتی ہیں، جن کی شفاعت کے طلب گار اور اُمید وار ہیں اور جن کے ساتھ محبت و الفت ہمارے ایمان کا جزو لاینفک بلکہ عین ایمان ہے کیا ہم اُن کے اسمِ مبارک کے ساتھ پورا درود شریف "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نہیں لکھ سکتے۔ وہ تو زندگی بھر ہمارے لیے رات کی تاریکیوں اور دِن کے اُجالوں میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت، بخشش اور معافی کی دعائیں کرتے رہے اور ہم ہیں کہ آپ کا نام لے کر مختصر درود و سلام بھیجنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

یاد رکھیے! آپ ﷺ کا یہ ہم پر حق اور ہمارا فرض ہے کہ جب بھی سرکارِ دو جہاں ﷺ کا ذکرِ خیر کریں، آپ کا نامِ مطہر لیں، آپ کا اسمِ مقدس لکھیں یا کسی سے سُنیں تو انتہائی عقیدت،

محبت اور اُلفت کے ساتھ درود شریف پڑھا کریں۔صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

معروف اسلامی شاعر مولانا عبدالرحمن عاجزؔ مالیر کوٹلوی کی بڑی خوب صورت نعت ہے:

دیدہ و دل قربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وجہِ سکوں ارمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
حکمِ خدا فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سُبحان اللہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نازشِ گل وہ ، شمعِ سُبل وہ، رہبرِ کل وہ، فخرِ رسل وہ
ہر خوبی شایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نام میں اعلیٰ، کام میں بالا، سب سے نرالا، کملی والا
دامنِ حق دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عابد و اعبد، زاہد و ازہد، ماجد و امجد، حامد و احمد
عظمتِ بے پایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مونسِ آدم،محسنِ عالم،خلق کے ہمدم، زخم کے مرہم
سب پر ہے احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
علم میں اعلم،فہم میں افہم، قول میں احکم، فعل میں اکرم
جاری ہے فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اُن کا تکلم، گُل کا تبسم، لطف و تکرم
ابرِ عطا، دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خلق میں افضل،خلق میں اوّل،حسن میں اجمل،عقل میں اکمل
یہ سیرت، یہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نازشِ اختر،چاند سے بہتر،مہر سے انور،گل سے حسیں تر

حسنِ رُخِ تابانِ محمد صلی اللہ علیہِ وسلم
اُن کی محبت وجہِ سعادت، انکی اطاعت روحِ عبادت
ایماں ہے عرفانِ محمد صلی اللہ علیہِ وسلم
نورِ ہدایت، شمعِ صداقت، ماہِ امانت، مہرِ دیانت
اللہ اللہ شانِ محمد صلی اللہ علیہِ وسلم
صدق کے حامل، عدل کی منزل، حلم کے حامل، علم کے عامل
گل ہائے بُستانِ محمد صلی اللہ علیہِ وسلم
دِل میں لگن ہو، لب پہ سُخن ہو، روح مگن ہو طَیبہ وطن ہو
عاجزؔ نغمہ خوانِ محمد صلی اللہ علیہِ وسلم

⑥ دُعاءِ قنوت کے آخر میں:

رسولِ مکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا ایک موقع نمازِ وتر کی دُعاءِ قنوت کا آخر ہے۔
نواسۂ رسول سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وتروں میں پڑھنے کے لیے مجھے یہ دُعا سکھائی۔

((اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْ مَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْ مَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ مَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ)) [1]

''اے اللہ! مجھے ہدایت عطا فرما کے اُن لوگوں میں شامل فرما، جنھیں تُو نے ہدایت دی ہے اور مجھے عافیت دے کر اُن لوگوں میں داخل فرما، جنھیں تُو نے عافیت بخشی ہے۔ اور جن لوگوں کو تُو نے اپنا دوست بنایا ہے، مجھے بھی اپنا دوست

[1] جامع ترمذی، ابواب الوتر باب ما جاء فی القنوت فی الوتر: ٤٦٤، قال الالبانی: صحیح۔

بنا کے اُن میں شامل فرما، اور جو کچھ تُو نے مجھے عطا فرمایا ہے اُس میں میرے لیے برکت ڈال دے، اور جو کچھ تُو نے میرے لیے مقدر کیا ہے اُس کے شر سے مجھے محفوظ فرما، بلا شبہ تُو ہی فیصلہ فرماتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا، اور جسے تو اپنا دوست بنا لے وہ کبھی رُسوا نہیں ہو سکتا اور تیرا دشمن کبھی عزّت حاصل نہیں کر سکتا، اے ہمارے پروردگار! تُو برکت والا اور بلند و بالا ہے۔''

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے مروی یہ دُعا حدیث کی معروف کتاب ''سنن نسائی'' میں بھی بیان کی گئی ہے اور اُس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

((وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ)) ❶

''اور اللہ تعالیٰ نبی اکرم جناب محمد ﷺ پر رحمت کا نزول فرمائے۔''

مگر دورِ حاضر کے عظیم محقق علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن جب تحقیق کے بعد ثابت ہو گیا کہ اِس روایت کے علاوہ، دُعاءِ قنوت کے آخر میں درود شریف پڑھنا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے تو انھوں نے اپنے قول سے رجوع کر کے دُعاءِ قنوت کے آخر میں درود شریف کی مشروعیت کو اختیار فرما لیا تھا جیسا کہ ''ارواء الغلیل اور تلخیص صفة الصلاة'' میں بیان کیا گیا ہے۔

''فَهِيَ زِيَادَةٌ مَشْرُوْعَةٌ لِعَمَلِ السَّلَفِ بِهَا، فَلَا يَنْبَغِيْ إِطْلَاقُ الْقَوْلِ بِأَنَّ هٰذِهِ الزِّيَادَةَ بِدْعَةٌ۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ'' سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ دُعاءِ قنوت پڑھنے کے بعد:

((ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ.)) ❷

''پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا کرتے تھے۔''

---

❶ سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار، باب الدعاء فی الوتر: ١٧٤٦.

❷ صحیح ابن خزیمه، جماع ابواب ذکر الوتر وما فیه من السنن، باب ذکر الدلیل علیٰ ان النبی ﷺ انما اوتر هذه اللیلة...... ١١٠٠؛ قال الالبانی اسناده صحیح.

مختصر یہ کہ وتروں کی دُعا ء قنوت اور مسلمانوں پر اجتماعی مصیبت، مشکل اور غلبۂ دشمن کے ایام میں فرض نمازوں کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد پڑھی جانے والی ''قنوتِ نازلہ'' کے آخر میں درود شریف پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

⑦ روزانہ صبح وشام:

ہر مومن و مسلمان کو کثرت کے ساتھ رسولِ رحمت ﷺ پر درود پڑھنا چاہیے، اگر بالفرض مصروفیات و مشاغل کے باعث زیادہ نہ پڑھ سکے تو کم از کم ہر روز صبح وشام دس دس بار مسنون درود شریف ضرور پڑھے تاکہ قیامت کے دِن شفاعتِ رسول کا مستحق قرار پائے۔ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْرًا وَحِيْنَ يُمْسِيْ عَشْرًا أَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [1]

''جس نے ہر روز دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام کو مجھ پر درود پڑھا، اُسے قیامت کے دِن میری شفاعت نصیب ہوگی۔''

حضرات! آپ نے غور فرمایا کہ روزِ حشر شفاعتِ رسول کے حصول کا یہ کتنا آسان اور مفید نسخہ ہے کہ ہر روز صبح وشام دس، دس بار مسنون درود پاک پڑھیے تو نہ صرف قیامت کی سختیوں، تلخیوں اور شدّتوں سے محفوظ رہیں گے بلکہ رسولِ محترم ﷺ کی شفاعت و سفارش کے مستحق قرار پائیں گے، مگر یاد رکھیے کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ ❶ عقیدہ درست ہو، کیونکہ مشرک و بدعتی کا کوئی عمل دربارِ الٰہی میں مقبول و منظور نہیں ہے۔ ❷ فرائض کی پابندی، یعنی وظائف کے ثمرات کو حاصل کرنے کے لیے ارکانِ اسلام پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ ❸ کبائر سے اجتناب اور ❹ اطاعتِ رسول اور مسنون درود۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو عقائد و اعمال کی اصلاح کرنے کی اور سرکارِ دو عالَم ﷺ پر بکثرت مسنون درود پڑھنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

[1] صحيح الجامع الصغير، حديث نمبر ٦٣٥٧، حسّنه الالبانی.

⑧ جمعہ کے دن

جمعہ کا دِن اہلِ اسلام کے لیے بڑی اہمیت، فضیلت اور برکت کا دِن ہے۔ دیگر خاص معمولات ومعاملات کے علاوہ اِس دن اپنے محبوب مکرم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر کثرت سے درود وسلام پڑھنے اور آپ ﷺ کی مہربانیوں، شفقتوں اور محبتوں کو یاد کرنے کا حکم ہے۔ صحابی رسول سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ.)) ❶

''تمہارے دنوں میں سب سے افضل دِن، جمعہ کا دِن ہے، اُس دِن سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اُسی دِن فوت کیا گیا، اُسی دِن صور پھونکا جائے گا اور اُسی دِن تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، پس تُم اُس دِن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' سبحان اللہ۔

لہٰذا امام الرسل ﷺ سے حقیقی، سچی اور سُچی محبت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ ہر جمعہ کے دِن محبوب مکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے لیے وقت نکالیں اور پُوری توجہ، انہماک اور دلچسپی کے ساتھ آپ ﷺ پر مسنون درود شریف پڑھیں۔ عام دنوں میں آپ ﷺ پر ایک مرتبہ مسنون درودِ پاک پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں فرماتا ہے، اُس کے دس گناہ معاف کرتا اور جنّت میں دس درجات بلند فرماتا ہے مگر جمعے کے دِن ایک بار مسنون درود شریف پڑھنے والے پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ستر خصوصی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور فرشتے اُس کے لیے ستر بار دعائے رحمت کرتے ہیں۔

❶ سنن ابی داوٗد، باب تفریع ابواب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة: ١٠٤٧، صححه الالبانی.

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((مَنْ صَلّٰى عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ سَبْعِيْنَ صَلَاةً)) [1]

''جو شخص نبی اکرم ﷺ پر ایک بار درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے اُس پر ستر مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں۔''

شارحین حدیث کا خیال ہے کہ درود شریف کے صلہ میں ثواب کی اس کثرت کا تعلق جمعہ کے دن کے ساتھ ہے جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکاۃ میں ہے کہ:

((وَلَعَلَّ مَخْصُوْصٌ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ إِذْوَرَدَ أَنَّ الْأَعْمَالَ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِسَبْعِيْنَ ضِعْفًا)) [2]

''ممکن ہے کہ یہ اجر وثواب جمعہ کے دِن کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ جمعہ کے دِن نیک اعمال کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔''

المختصر جمعہ کے دِن کثرت سے درود پڑھنا رحمتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ، فرشتوں کی دعائیں حاصل کرنے کا سبب، رزق میں کشادگی کا طریقہ اور برکتوں کو سمیٹنے کا سلیقہ ہے لہٰذا جمعہ کے دِن اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، آتے، جاتے، گھر میں، مسجد میں، دکان میں، فیکٹری اور کارخانے میں، سفر وحضر میں اور خلوت وجلوت میں آپ ﷺ پر کثرت کے ساتھ مسنون درود شریف پڑھنا چاہیے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

⑨ مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت:

مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے باہر نکلتے وقت امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا بھی مسنون ومستحب ہے، جگر گوشۂ رسول سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ

[1] مسند الامام احمد، مسند عبداللّٰہ بن عمر حدیث: ٦٦٠٥؛ اسناده ضعيف.

[2] مرقاة المفاتيح، باب الصلاة على النبى ﷺ و فضلها، الفصل الثالث.

وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو جناب محمد ﷺ پر درود و سلام پڑھتے ، پھر کہتے رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ اے میرے پروردگار! میرے گناہ معاف فرمادے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور آپ ﷺ جب مسجد سے باہر تشریف لاتے تو پھر جناب محمد ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ، پھر یہ دُعا پڑھتے اے میرے رب! میرے گناہ معاف فرمادے اور میرے لیے اپنے فضل (رزق) کے دروازے کھول دے۔''

عام طور پر مساجد کے دروازوں پر جو دُعا لکھی ہوتی ہے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ وہ بھی درست، صحیح اور مسنون ہے لیکن مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت سرورِ عالَم ﷺ پر درود شریف پڑھنا اور یہ دعا پڑھنا بھی سُنّتِ رسول ﷺ ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم میں سے ہر شخص کو محبوب مکرم ﷺ کی ہر ادا، ہر فعل، ہر عمل اور ہر سنت پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ رب العالمین کا فرمانِ ذی شان ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ٢١)

''البتہ تحقیق تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ (کی سیرت) میں بہترین نمونہ ہے۔''

اور یاد رکھیے! کسی بھی عمل کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے

---

[1] جامع ترمذی، ابواب الصلاة، باب ما یقول عند دُخول المسجد: ٣١٤؛ صححه الالبانی۔

ثابت ہو، صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے اور سُنّتِ رسول کے مطابق انجام دیا جائے۔ بقول شاعر:

اگر جنّت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کُرتا محمد ﷺ کی غلامی کا

حضرات! اب تک جو ہو چکا سو ہو چکا، اب پُختہ عزم کر لیجیے کہ ہم ان شا اللہ العزیز آپ ﷺ کی تمام سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گے اور درود شریف بھی وہی پڑھیں گے جو حدیث وسُنّت سے ثابت اور فرمودۂ رسول ہے۔

⑩ عام اجتماعات میں:

مقاماتِ درود اور مواقعِ درود میں سے ایک اہم موقع مسلمانوں کا کوئی اجتماع، جلسہ، مجلس اور عام محفل ہے، اہلِ ایمان کے ہر اجتماع میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، تسبیح وتہلیل اور تکبیر وتحمید کے ساتھ امام الرسُل، خاتم الرُّسل اور سیّد الرسل جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر مسنون درود شریف پڑھا جانا چاہیے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلَى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُمْ.)) ❶

”جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے اور اُس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتی اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھتی تو وہ محفل اُن کے لیے حسرت وافسوس کا سبب بن جاتی ہے، اب اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ چاہے تو اُنہیں اس گناہ پر عذاب اور سزا دے اور چاہے تو اُن کا یہ جرم معاف فرما دے۔“

آپ ﷺ کا یہ فرمان ہمیں درس دیتا، نصیحت فرماتا اور سبق پڑھاتا ہے کہ ہمیں اپنی

❶ جامع ترمذی، ابواب الدعوات، باب فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللّٰہ: ۳۳۸۰، صححه الالبانی.

عام مجالس و محافل میں فضول گفتگو کرنے، گپیں ہانکنے اور لطیفے سننے اور سنانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور رسول محترم ﷺ پر مسنون درود شریف پڑھنا چاہیے اور ہمارا کوئی جلسہ، اجتماع، کانفرنس اور اجلاس ایسا نہیں ہونا چاہیے جس میں آپ ﷺ کے ذکرِ خیر کے وقت درود شریف نہ پڑھا جائے۔

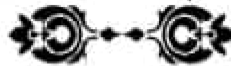
الحمد للہ! ہم نے بڑے اختصار مگر قرآن و حدیث کے دلائل و براھین کے ساتھ دس ایسے مقامات و مواقع کا ذکر کیا ہے جہاں آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر درود و سلام پڑھنا باعثِ اجر و ثواب اور ذریعۂ نجات ہے۔ اسی نیک کام، اچھے عمل اور بہترین فعل کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام کہا کرو۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ پر بکثرت مسنون درود و سلام پڑھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن



3 معجزات مصطفیٰ ﷺ (۱)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ○ ﴾

''اور البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول بھیجے اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولاد بنائی اور کسی رسول کو یہ اختیار وقدرت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم کے بغیر کوئی نشانی (معجزہ) لے آئے، ہر وعدے کے لیے مقررہ وقت لکھا ہوا ہے۔'' (الرعد: ۳۸)

ہر قسم کی حمد وثناء خالق ارض وسماء اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ہے۔ جس نے انسانیت کو عدم سے وجود بخشنے کے بعد احسن تقویم کے خوبصورت، اور دل نواز لقب سے سرفراز فرمایا۔ ان گنت، لاتعداد درود وسلام سید الرسل، دانائے سبل، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر جنہیں اللہ رب العزت نے لاجواب و باکمال اور بے مثل و بے مثال معجزات، نشانیاں اور آیات عطاء فرما کر مبعوث فرمایا۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.))

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم جناب محمد ﷺ کو ایسے اعلیٰ، بلند پایہ، بے مثل اور لاجواب معجزات عطاء فرمائے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت آپ ﷺ کو دیئے جانے والے

معجزات کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آپ کو اللہ رحیم و کریم نے بے شمار انعامات، احسانات، اور عنایات سے نوازا ہے۔ اور جب رب العزت کی طرف سے کسی پر نوازشات کی بارش ہوتی ہے تو پھر حاسد، حسد کیا ہی کرتے ہیں۔ مخالفوں کا کام ہی مخالفت کرنا ہے۔ شریر، شرارت نہ کرے تو اور کیا کرے۔ دشمن تو ہوتا ہی دشمنی کرنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر احسان عظیم فرمایا کہ آپ کو یتیم پیدا کر کے کائنات کا سردار، انبیاء کا امام اور تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا دیا ہے۔ اب قریش مکہ آپ سے حسد نہ کرتے تو اور کیا کرتے، سردارانِ مکہ آپ کی مخالفت نہ کرتے تو کدھر جاتے اور اُمِ جمیل آپ کی راہ میں کانٹے نہ بچھاتی تو پھر زندہ کیسے رہتی ۔۔۔۔۔ اور ۔۔۔۔ ہاں آپ کا چچا ابولہب آپ کو بیٹوں کی وفات کا طعنہ نہ دیتا تو اس کے دل کو سکون کیسے آتا؟

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے میرے رسول! ذہن سے نکال دیجئے ان کافروں کے طعنوں کو...... بھول جایئے ان کی سازشوں کو۔۔۔ فراموش کر دیجئے ان کی دشمنی کو ۔۔۔ اور چھوڑ دیجئے ان کو ان کے حال پر۔ آپ یاد کیجئے اللہ کریم کی نوازشوں کو۔ اس کی نعمتوں کو۔ اس کے لطف و احسان کو۔ اس کی عنایات کو۔ قرآن کی آیات بینات کو۔ مقام محمود کی سفارشات کو اور بیان فرمایئے اللہ تعالیٰ کے عطاء کردہ ''معجزات'' کو۔ بلاشبہ ہم نے آپ کو کثیر اور عجیب معجزات عطاء فرما دیئے ہیں۔ سبحان اللہ۔

معجزہ کا معنی و مفہوم:

معجزہ کا لفظ ''عجز'' سے مشتق ہے۔ جس کا معنی درماندہ اور عاجز ہونا، طاقت نہ رکھنا اور قادر نہ ہونا ہے۔ عجز کا لفظ قدرت کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے۔ تو معجزہ کا لغوی معنی ہوا ''عاجز کر دینے والی چیز'' اصطلاح شریعت میں معجزہ اس خرق عادت امر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کے ذریعے ظاہر فرماتا ہے۔ اور دوسرے انسان اس کا مقابلہ اور معارضہ کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ قرآن عزیز میں اس مفہوم کے اظہار کے لئے ''آیۃ'' کا لفظ

استعمال کیا گیا ہے اور متعدد انبیاء کرام کے معجزات کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات یعنی ''آیاتُ اللہ'' ہی کہا گیا ہے۔ جیسا کہ جناب صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے بارے میں فرمایا۔

﴿هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ﴾ (الاعراف:۷۳)

''یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی نشانی (معجزہ) ہے۔ اسے چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے۔''

رئیس المحدثین امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب صحیح بخاری میں معجزات کے لیے ''علامات نبوت'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جبکہ ان کے شاگرد رشید امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے معجزات رسول کو ''آیات نبوت'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ صحیح مسلم کے معروف شارح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں معجزات مصطفیٰ ﷺ پر جو باب قائم فرمایا ہے۔ اس کا عنوان ہے ''بَابٌ فِيْ مُعْجِزَاتِ النَّبِيِّ ﷺ'' امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ''دلائل النبوۃ'' اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''آیاتٌ وَبَرَاهِيْنٌ'' کا نام دیا ہے۔ اور صاحب مشکاۃ المصابیح نے اس موضوع کی احادیث کو ''بابٌ فِي الْمُعْجِزَاتِ'' کے تحت بیان فرمایا ہے۔

معجزات کے ظہور میں اصل طاقت، قوت اور قدرت اللہ تعالیٰ کی ہی کارفرما ہوتی ہے۔ جبکہ اس کا اظہار نبی، پیغمبر اور رسول کے ذریعے ہوتا ہے۔ کوئی نبی اپنی مرضی اور خواہش سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں کر سکتا۔ بلکہ نبی کے ہاتھوں بھی معجزہ اسی وقت ظاہر ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (الرعد: ۳۸)

''اور کسی رسول میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی (معجزہ) لا سکے۔''

نبی اکرم، رسول معظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات مبارکہ کے مکی دور میں کفار مکہ نے

جب آپ ﷺ سے معجزات کے ظہور کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے بحکم الٰہی جواباً فرمایا کہ معجزات و آیات کا ظہور میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے مجھے انسانوں ہی میں تخلیق اور مبعوث فرمایا ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ اہل مکہ نے نبی محترم ﷺ سے کہا کہ اگر آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تو۔

۱: آپ ہمارے لئے ہمارے سامنے زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دیں۔

۲: آپ کے لئے ابھی کھجوروں اور انگوروں کا باغ معرض وجود میں آ جائے۔

۳: اس باغ کے درمیان میں نہریں بہا دی جائیں۔

۴: آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دیں۔

۵: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں۔

۶: آپ کے لئے یکدم سونے کا گھر تعمیر ہو جائے۔

۷: آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جائیں۔

۸: آسمان سے ہم پر کتاب نازل کریں۔ جسے ہم پڑھ سکیں۔

● کتاب الٰہی میں کفار مکہ کے ان مطالبات اور رسول اکرم ﷺ کے جواب کو بلیغانہ اختصار سے یوں ذکر فرمایا گیا ہے۔

﴿وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ۝۹۰ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا ۝۹۱ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِیْلًا ۝۹۲ اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝۹۳﴾

(بنی اسرائیل:۹۰۔۹۳)

"اور ان کافروں نے کہا کہ ہم اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری نہ کر دیں یا آپ کا کھجوروں اور

انگوروں کا باغ ہو۔ تو آپ اس کے درمیان نہریں بہا دیں یا آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دیں جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے (کہ اگر ہم نے اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت کا اقرار نہ کیا تو ہم پر آسمان سے عذاب نازل ہو گا) یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لائیں۔ (وہ آ کر ہمیں بتائیں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں) یا آپ کے لئے سونے کا کوئی گھر ہو۔ یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔ اور ہم آپ کے آسمان پر چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے۔ یہاں تک کہ آپ ہم پر کتاب نازل کریں جسے ہم خود پڑھ لیں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے میرے رسول ﷺ) آپ ان سے کہیے۔ میرا پروردگار پاک ہے۔ میں تو محض انسان (اور اللہ تعالیٰ کا) رسول ہوں۔"

کفار مکہ کے ان مطالبات اور رسول اکرم ﷺ کے جواب سے معجزے کی حقیقت واضح ہوگئی کہ معجزے کے ظہور میں فعل نبی کا ہوتا ہے اور اصل طاقت، قدرت اور حکم اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ اور کوئی نبی اپنی مرضی اور خواہش سے معجزہ ظاہر نہیں کر سکتا، بلکہ معجزہ اسی وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔

معجزات کی غرض وغایت:

اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی برگزیدہ، مقبول اور محبوب بندے کو رسالت، نبوت اور پیغمبری کے لئے منتخب فرماتا ہے تو اس کی ذات میں بہت ساری خوبیوں، اچھائیوں اور بھلائیوں کو جمع فرما دیتا ہے۔ وہ جسمانی عیوب ونقائص سے مبرا اور روحانی آلائشوں سے منزہ ہوتا ہے۔ اس کا کردار بے داغ اور اسکی سیرت بے عیب ہوتی ہے۔ اس کے قول وفعل میں مطابقت اور زبان و عمل میں مماثلت ہوتی ہے۔ اس کی صداقت، امانت، دیانت اور شرافت ہی اس کے اعلیٰ، افضل اور اشرف ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔ لیکن بعض لوگ تعصب، ہٹ دھرمی، ذاتی مفادات، علاقائی اغراض، مذہبی وجوہات اور نسبی تفاخرات کی بناء پر اس کی دعوت کے انکاری اور اس کی ذات کے دشمن بن جاتے ہیں۔ ایسے ضدی، ہٹ دھرم اور توحید و

رسالت کے دشمنوں کو دعوت حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے ''معجزات'' کا ظہور فرماتا ہے۔ تاکہ لوگ ان معجزات کو دیکھ کر ہی ضلالت و گمراہی کے عمیق گڑھوں سے نکل کر صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں اور اپنے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور کر کے دنیا اور آخرت کی کامرانیاں حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ و مامون ہو جائیں۔

سلیم الفطرت، پاک طینت اور نیک طبیعت انسان تو انبیاء کرام کی پیغمبرانہ معصومیت، شریفانہ زندگی، دعوت حق اور قائدانہ فراست کو دیکھ کر ہی قبول اسلام کی سعادت حاصل کر لیتے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ انبیاء کرام کے ہاتھوں رونما ہونے والے معجزات کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہٹ دھرم، ضدی اور متعصب بھی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ذریعے ظہور پذیر ہونے والے معجزات، آیات بینات اور علامات و نشانات کو دیکھ کر بھی انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ اور وہ رسولوں کے معجزات کو جادو اور کہانت کہہ کر جھٹلانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے توسط سے رونما ہونے والے معجزات اہل ایمان کے فکر و نظر اور عقیدہ و عمل کی تقویت کا باعث ہونے کے علاوہ بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

معجزات رسول ﷺ کی تعداد:

اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء کرام کو اس دور کے حالات و ظروف کے مطابق معجزات عطاء فرمائے۔ مثلاً

- ......سیدنا نوح علیہ السلام کو ''سفینہ نوح'' کا معجزہ عطا فرمایا۔
- ......جناب ابراہیم علیہ السلام کو ''نارِ نمرود کو گلزار'' بنا دینے کا معجزہ عطا فرمایا۔
- ......جناب موسیٰ علیہ السلام کو ''ید بیضاء'' بحر قلزم کو پھاڑنے اور پتھر سے پانی کے چشمے جاری ہونے کے معجزات عطاء فرمائے۔
- ......جناب داؤد علیہ السلام کو ''تسبیح جبال'' کا معجزہ عطا فرمایا۔

✿...... جناب سلیمان علیہ السلام کو "تسخیر جنات" کا معجزہ عطا فرمایا۔

✿...... جناب صالح علیہ السلام کو "اونٹنی" کا معجزہ عطا فرمایا۔

✿...... جناب عیسیٰ علیہ السلام کو "احیاء موتیٰ" اور دیگر معجزات عطا فرمائے۔

مگر

امام الانبیاء، سید الاتقیاء، شافع روزِ جزا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو سب سے اعلیٰ، افضل، برتر اور بہتر معجزات عطاء فرمائے۔ اور کسی پیغمبر کو ایک معجزہ۔ کسی نبی کو دو معجزے، کسی رسول کو دس معجزے۔ کسی کو بیس اور کسی کو کم یا زیادہ معجزات سے سرفراز فرمایا گیا۔ مگر رحمت عالم ﷺ کو سب سے زیادہ اور کثیر معجزات عطاء فرمائے گئے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ پیغمبر آخر الزماں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ رحمت عالم ﷺ کو بارہ سو معجزات عطاء فرمائے گئے۔ بعض اہل علم نے رسول اکرم ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ امام الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ معجزات مصطفیٰ ﷺ کی تعداد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

((وَذَكَرَ النَّوَوِيُّ فِيْ مُقَدَّمَةِ شَرْحِ مُسْلِمٍ اَنَّ مُعْجِزَاتِ النَّبِيِّ ﷺ تَزِيْدُ عَلَى اَلْفٍ وَّمِائَتَيْنِ وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَدْخَلِ بَلَغَتْ اَلِفًا وَّ قَالَ الزَّاهِدِيُّ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ،ظَهَرَ عَلٰى يَدَيْهِ اَلْفَ مُعْجِزَةٍ وَقِيْلَ ثَلَاثَةُ آلَافٍ.)) [1]

"امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں ذکر فرمایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے معجزات کی تعداد بارہ سو سے زیادہ ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "مدخل" میں فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے معجزات ایک ہزار تک ہیں۔ اور احناف میں سے امام زاہدی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے آپ ﷺ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار ہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے معجزات تین ہزار ہیں۔"

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب المناقب ، باب علامات النبوة.

ہم ان ہزاروں معجزات مصطفیٰ ﷺ میں سے چند معجزات کا تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر اس سے پہلے-----

اقسام معجزات:

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے سرکارِ دو عالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ اور انواع واقسام کے معجزات عطاء فرمائے گئے۔ اگر رسول اکرم ﷺ کے معجزات کو اثرات کے لحاظ سے تقسیم کیا جائے تو آپ ﷺ کے معجزات کی مندرجہ ذیل دس اقسام بنتی ہیں۔

① افلاکی معجزات	یعنی ایسے معجزات جن کے اثرات افلاک پر ظاہر ہوئے۔ مثلاً ''معجزہ شق قمر۔''
② جماداتی معجزات	پہاڑوں، پتھروں اور زمین پر اثر انداز ہونے والے معجزات مثلاً ''پتھروں کا سلام کہنا'' وغیرہ۔
③ نباتاتی معجزات	درختوں وغیرہ پر اثرات کے معجزات۔ مثلاً ''کھجور کے تنے کا رونا'' ۔
④ حیواناتی معجزات	جانوروں پر اثر پذیر ہونے والے معجزات۔ مثلاً ''کمزور گھوڑے کا تیز رفتار ہوجانا''۔
⑤ شفاء کے معجزات	آپ ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے شفایابی کے معجزات
⑥ دعائیہ معجزات	آپ ﷺ کی دعا کی بدولت رونما ہونے والے معجزات۔
⑦ نبع الماء	آپ ﷺ کی انگلیوں یا لعاب دہن کی برکت سے پانی جاری ہونے کے معجزات۔

⑧ تکثیر طعام کے معجزات	آپ ﷺ کے وجود اطہر کی برکت سے اشیاء خوردنی میں اضافہ کے معجزات۔
⑨ اخبار غیب کے معجزات	پرانے زمانے کے واقعات و حالات بیان کرنے کے معجزات۔
⑩ پیش گوئیوں کے معجزات	آئندہ ہونے والے واقعات و حادثات کی اطلاع کے معجزات۔

اس کے علاوہ بھی معجزات رسول کی کئی اقسام ہوسکتی ہیں۔ مگر ہم سردست ان دس قسم کے معجزات میں سے چند مثالیں عرض کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ معجزات دشمنان دین اور مخالفین اسلام کے مطالبے پر ظہور پذیر ہوئے۔ بعض معجزات نبی محترم ﷺ کی رفعت وعظمت کے اظہار کے لئے رونما ہوئے۔ چند معجزات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ضروریات پوری کرنے کے لئے رونما ہوئے۔ کئی معجزات آپ ﷺ کی ذات گرامی کی برکت کو واضح کرنے کے لئے ظاہر کیے گئے۔ متعدد معجزات اُمت کو آنے والے حالات سے آگاہ کرنے کے لئے ظاہر فرمائے گئے۔ اور بعض معجزات اہل اسلام کی خواہش کے احترام میں ظہور پذیر ہوئے۔

یہ حقیقت ایک مرتبہ پھر ذہن نشین فرمالیں کہ معجزات کا ظہور اللہ رب العالمین کے اِذن، حکم اور فیصلے پر منحصر ہے۔ کوئی نبی، پیغمبر اور رسول اپنی مرضی اور خواہش سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں کرسکتا۔ جناب یعقوب علیہ السلام کا واقعہ اس کی واضح مثال ہے۔ کہ ان کے صاحبزادے جناب یوسف علیہ السلام کنعان سے صرف نو میل کے فاصلے پر جنگل کے کنویں میں پڑے ہوئے تھے اور قمیص یوسفی ان کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی مگر یوسف کے کنویں میں پھینکے جانے کی انہیں کوئی اطلاع اور علم نہیں تھا۔ کچھ عرصے بعد کنعان سے سینکڑوں میل دور مصر سے ان کا ایک بیٹا جناب یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر کنعان کی طرف روانہ ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں۔ اگر

تم مجھے دیوانہ خیال نہ کرو تو مجھے مصر کی طرف سے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:

﴿وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۝﴾ (یوسف:۹۴)

''اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے باپ (یعقوب علیہ السلام) نے کہا اگر تم مجھے بے وقوف خیال نہ کرو تو میں ''یوسف کی خوشبو'' سونگھ رہا ہوں۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی معجزہ ظاہر کرنا اور غیب کی خبر دینا پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ درحقیقت معجزہ پیغمبر کا اپنا فعل بھی نہیں ہوتا۔ یہ براہ راست اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ جب رب العزت چاہتا ہے تو کوئی معجزہ ظاہر کر دیتا ہے۔ اور دور کی خبر بتا دیتا ہے۔ اور جب ارادۂ الٰہی نہیں ہوتا تو قریب سے قریب تر کے بارے میں کوئی خبر نہیں ہوتی۔ دانائے شیراز شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے۔

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند که اے روشن گہر پیر خرد مند
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی

''ایک آدمی نے جناب یعقوب علیہ السلام سے سوال کیا کہ اے روشن دل، عقل مند بوڑھے! تو نے اپنے صاحبزادے کی خوشبو مصر سے تو سونگھ لی مگر کنعان کے کنوئیں میں اسے نہ دیکھ سکا۔

بگفت احوال ما برق جہاں است دم پیدا و دیگر نہاں است
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

''یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ہمارے (پیغمبروں کے) حالات تو چمکتی ہوئی بجلی کی مانند ہیں جو یکدم ظاہر ہوتی پھر فوراً پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہم کبھی بلند بالا خانے میں بیٹھے ہوتے ہیں اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت بھی ہمیں نظر نہیں آتی۔''

بے مثال معجزہ:

اللہ رب العالمین نے اپنی حکمت، مصلحت اور سنت کے مطابق مختلف علاقوں اور زمانوں میں انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے اور انہیں اس علاقے اور زمانے کے تقاضوں اور ضرورتوں کی مناسبت سے معجزات نصیب فرمائے۔ مثلاً جب موسیٰ علیہ السلام کو اہل مصر کی اصلاح وفلاح کے لئے مبعوث فرمایا گیا۔ تو اس وقت مصر میں ہر طرف جادو کی فرماں روائی تھی۔ تمام باشندگان مصر ادنیٰ و اعلیٰ، حاکم ومحکوم، فرعون اور اس کے حاشیہ نشین سب جادو کی بالا دستی کے قائل اور فاعل تھے۔ تو ان حالات میں اللہ رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات عطاء فرمائے جنہوں نے جادو کی برتری کا خاتمہ کر کے سحر اور ساحروں کے فریب کا پردہ چاک کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو دیکھ کر مصریوں کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ پورے ملک کے جادوگروں کے مقابلے میں جناب موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ کر کے دکھایا ہے ہمارے جادوگروں کے منتر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس طرح جس زمانے میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔ اس وقت طب اور حکمت کا بڑا زور تھا۔ اس زمانے کے طبیب اور حکیم مہلک بیماریوں کا ایسا علاج کرتے کہ لا علاج مریض شفایاب ہو جاتے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ایسا معجزہ عطاء فرمایا جس سے مردے زندہ ہو جاتے، نابینا، بینا ہو جاتے اور کوڑھ کی بیماری کے مریض بھی تندرست ہو جاتے تھے۔

جب رسول کائنات سید ولد آدم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت، نبوت اور رسالت کا زمانہ آیا تو اس وقت سرزمین عرب میں فصاحت و بلاغت، قوت بیان اور جوش خطابت کا دور دورہ تھا۔ اور اہل عرب اپنی فطری فصاحت کی وجہ سے تمام غیر عربیوں کو "عجمی" یعنی گونگا کہتے تھے۔ عربوں کے قصائد میں الفاظ کی بندش، جملوں کی ترتیب اور عبارت کی روانی کا یہ حال تھا کہ کسی کو ان کے ساتھ مقابلے کی جرأت نہ تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ اپنے آخری پیغمبر اور محبوب نبی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسا معجزہ عطا فرمائے کہ جس

کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے قادر الکلام شعراء، شعلہ بیان خطباء اور سکہ بند ادباء کی گردنیں جھک جائیں۔ اور کوئی شخص بھی اس معجزے کا مقابلہ اور معارضہ نہ کر سکے۔ چنانچہ اللہ رب العالمین نے رسول رحمۃ اللعالمین کو ''قرآن مجید فرقان حمید'' جیسے بے مثل و بے مثال اور لاریب و باکمال ''معجزے'' سے سرفراز فرمایا۔ اور رسول محترم ﷺ کی زبانی اعلان کروایا کہ اگر کسی کے قلب و ذہن میں شک وشبہ ہو کہ یہ ''کلام الٰہی'' نہیں ہے بلکہ محمد ﷺ یا کسی دوسرے انسان کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے تو اے عرب کے فصحاء، بلغاء اور ادباء۔ آؤ اور اس جیسا کلام بنا کر دکھاؤ۔ اگر تم اکیلے اکیلے یہ کام نہیں کر سکتے تو تمام دنیا کے انسانوں اور جنات کو اکٹھا کر لو۔ اور تمام انسان اور جن جمع ہو کر اس کتاب جیسی کوئی کتاب تیار کر کے پیش کرو۔ فرمان الٰہی نازل ہوا۔

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا﴾ (بنی اسرائیل: ۸۸)

''اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیں کہ اگر سارے انسان اور جن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن جیسی کوئی کتاب لائیں گے تو وہ ہرگز اس کی مثال نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔''

قرآن عزیز کے معجزہ ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ سارے بنی نوع انسان بلکہ جنات کو بھی چیلنج دیا جا رہا ہے کہ اس جیسی کتاب بنا کر دکھائیں اور ساتھ ہی یہ پیش گوئی بھی کی جا رہی ہے کہ ساری کائنات کے جن اور انسان مل کر بھی یہ چیلنج قبول نہیں کر سکتے۔ کیونکہ۔۔۔

جمال حسن قرآں نور جاں ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں ملتی، جہاں میں ڈھونڈ کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا، کلام پاک رحماں ہے

اللہ تعالیٰ کی بے مثال کتاب کا یہ چیلنج ایک عرصہ تک عرب کے ادیبوں، شاعروں اور خطیبوں کی مجالس میں زیر بحث رہا، مگر کوئی مائی کا لعل اس چیلنج کا جواب نہ دے سکا اور عظیم معجزے کا مقابلہ نہ کر سکا۔ تو ارشاد ہوا۔

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ ﴾ (ھود: ۱۳)

''کیا کفار یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن اس (محمد ﷺ) نے خود گھڑ لیا ہے آپ فرمائیے۔ اگر ایسا ہی ہے تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں گھڑ کر لے آؤ اور اپنی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا جسے بلا سکتے ہو بلا لو۔ اگر تم اس (الزام تراشی میں) سچے ہو۔''

جب عرصہ دراز تک اس چیلنج کا بھی جواب نہ آیا اور ہر طرف خاموشی چھائی رہی تو قرآن مجید کو رسول پاک ﷺ کا بے مثال معجزہ ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیسرا اور آخری چیلنج نازل فرمایا۔ ارشاد ہوا۔ اگر تم پورے قرآن جیسی کتاب تیار نہیں کر سکتے اور اس جیسی دس سورتیں بھی بنا کر پیش نہیں کر سکتے تو جاؤ اپنے تمام حواریوں، حمایتیوں اور مددگاروں کو اکٹھا کر کے اس عظیم الشان کتاب کی کسی ایک سورۃ جیسی ایک سورۃ ہی بنا کر دکھا دو۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ یاد رکھو اب تک تم کسی چیلنج کا جواب نہیں دے سکے اور آئندہ بھی ہرگز اس کا جواب نہ دے سکو گے۔ تو پھر اس کتاب پر ایمان لا کر اور اس کے احکام پر عمل کر کے اس آگ کے عذاب سے بچ جاؤ جو نافرمانوں، کافروں اور قرآن کے دشمنوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○ ﴾

(البقرۃ: ۲۳۔ ۲٤)

''اگر تمہیں شک ہو اس (کتاب) میں جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل فرمائی ہے تو اپنی طرف سے اس جیسی ایک سورۃ بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پس اگر تم ایسا نہ کر سکو اور تم ایسا ہرگز نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو آگ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔''

قرآن حکیم کے یہ تینوں چیلنج آج بھی کتاب الٰہی میں اسی طرح موجود ہیں مگر تاریخ شاہد عدل ہے کہ سوا چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود پوری دنیا میں سے ایک شخص بھی اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوا اور قرآن مجید کی ایک سورۃ جیسی سورۃ بنانے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکا۔ قرآن عزیز کی سب سے مختصر سورۃ، سورۃ کوثر ہے۔ مگر اس طرح کی تین آیات کوئی آج تک نہیں بنا سکا۔ اور قیامت کے دن تک کوئی نہیں بنا سکے گا۔ یہی قرآن حکیم کا اعجاز، خصوصیت اور افضلیت ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے قرآن کریم کو اپنے ''معجزات'' میں شمار فرمایا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

((مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ اِلَّا اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهُ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَيَّ فَاَرْجُوْا اَنِّيْ اَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) [1]

''انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے کچھ معجزات عطاء فرمائے جنہیں دیکھ کر لوگوں نے ایمان قبول کیا اور جو معجزہ مجھے عطاء فرمایا گیا وہ وحی یعنی قرآن مجید ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا۔ پس میں اُمید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔''

اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن حکیم اپنی فصاحت و بلاغت، حفاظت و بقاء ۔۔۔ قوت دلائل ۔۔۔ تاثیر کلام ۔۔۔ انکشاف اسرار ۔۔۔ اخبارِ غیب کی

[1] صحيح بخاری، كتاب فضائل القرآن، باب كيف نزل الوحی: ٤٩٨١.

اطلاع۔۔۔قلوب انسانی کی تسخیر۔۔۔ انداز و اسلوب اور احکام و تعلیمات کے اعتبار سے ایک بے مثل و بے مثال اور لاجواب و باکمال معجزہ ہے۔جو اللہ تعالیٰ نے امام کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو مرحمت فرمایا۔ اللہ کریم ہم سب کو اس کتاب کی تلاوت کرنے اسے سمجھنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔آمین

حدیث نبوی:

قرآن مجید، فرقان حمید کے بعد نبی مکرم ﷺ کا بہت بڑا علمی معجزہ ''حدیث نبوی'' ہے۔آپ غور فرمائیں ایک ایسا شخص جس نے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا۔ کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی اور کسی سے علم حاصل نہیں کیا۔ اس کی زبان سے علم و معرفت کے چشمے جاری ہو جانا ''معجزہ'' نہیں تو اور کیا ہے؟ دراصل امام الرسل ﷺ کی زبان حق ترجمان سے جو کچھ نکلتا ہے وہ کلام الٰہی اور فرمان خداوندی ہوتا ہے۔قرآن مجید اس کی گواہی دے رہا ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾ (النجم: ۳۔ ٤)

''اور وہ (رسول ﷺ) اپنی خواہش نفس سے کچھ بھی نہیں کہتے۔ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ ان پر نازل کردہ وحی ہوتی ہے۔''

اس لیے میں عرض کیا کرتا ہوں کہ۔

- ...... امام اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
- ...... فقیہ اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
- ...... مجتہد اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
- ...... مفتی اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
- ...... خطیب اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
- ...... ادیب اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
- ...... مصنف اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
- ...... مؤلف اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
- ...... مولوی اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
- ...... مقتدی اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
- ...... مفسر اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
- ...... محدث اپنی مرضی سے بولتا ہے۔

❀......استاد اپنی مرضی سے بولتا ہے۔ ❀......شاگرد اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
❀......پیر اپنی مرضی سے بولتا ہے۔ ❀...... مرید اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
❀......شاہ اپنی مرضی سے بولتا ہے۔ ❀......گدا اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
❀......عالم اپنی مرضی سے بولتا ہے۔ ❀......جاہل اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
❀......بڑا اپنی مرضی سے بولتا ہے۔ ❀...... چھوٹا اپنی مرضی سے بولتا ہے۔
❀......ولی اپنی مرضی سے بولتا ہے۔ ❀......علی اپنی مرضی سے بولتا ہے۔

۔۔۔مگر۔۔۔۔محمد مصطفیٰ ﷺ جب بھی بولتے ہیں۔رب کی مرضی سے بولتے ہیں۔

گفتہ اُو گفتہٗ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

چونکہ رحمت عالم ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے نکلنے والے الفاظ دراصل اللہ تعالیٰ کی وحی، اس کا کلام اور اسی کا فرمان ہوتا ہے۔اس لئے زبان نبوت میں اتنی تاثیر تھی کہ۔

دُر فشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا، آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر، اوروں کے ہادی بن گئے
وہ کیا نظر تھی جس نے مردوں کومسیحا کر دیا

احادیث نبوی ، الفاظ نبوی، کلمات نبوی، حرکات نبوی اور سکنات نبوی کی حفاظت کے لئے علم اسماء الرجال، علم الاسناد اور علم اصول حدیث کا معرض وجود میں آنا اور حدیث رسول کے ہزاروں راویوں کے حالات زندگی کا محفوظ ہو جانا۔ حدیث نبوی کے ''معجزہ'' ہونے کی بین دلیل ہے۔ صحاح ستہ اور دوسری معتبر کتابوں میں حیرت انگیز طریقے سے رسول محترم ﷺ کی حیات مبارکہ کی اک اک ادا کا بیان ہونا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟ عقیدے اور عقیدت کی بات ذہن نشین فرمالیں کہ جس طرح قرآنی آیات پر ایمان لانا، یقین کرنا اور عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح احادیث رسول پر ایمان لانا، یقین کرنا اور عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

حدیث، قرآن مجید کی تفسیر، تشریح اور تبیین ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے بغیر قرآن مجید کو پوری طرح سمجھا بھی نہیں جا سکتا کیونکہ آپ ﷺ کی حیثیت قاری قرآن، عامل قرآن اور شارح قرآن کی ہے۔ بہرحال ''حدیث نبوی'' بھی رسول اکرم کا ایک ''علمی معجزہ'' ہے۔

شق قمر (چاند کا پھٹنا):

''شق قمر'' کا معنی ہے۔''چاند کا پھٹنا'' یہ معجزہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو مکی زندگی میں ہجرت سے پانچ سال قبل عطاء فرمایا۔ رؤسائے قریش رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تو ہماری آنکھوں کے سامنے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر میں یہ کام کر دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے۔ سردارانِ مکہ ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عاص بن وائل اور نضر بن حارث وغیرہ نے بیک زبان کہا کیوں نہیں؟ آپ چاند کے دو ٹکڑے کریں۔ اور ہم چاند کے دو الگ الگ ٹکڑوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو ہم ضرور آپ کا کلمہ پڑھ لیں گے۔ آپ ﷺ کی تو دلی خواہش اور قلبی تمنا ہی یہ تھی کہ تمام لوگ عقیدہ توحید اختیار کر کے جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی۔ اے مولائے کریم! ان کفار کا مطالبہ پورا فرما دے اگر یہ لوگ اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر ہی ایمان لے آئیں تو شائد سودا مہنگا نہیں۔ ارشاد ہوا۔ اے میرے حبیب! میں آپ کی خواہش کے احترام میں چاند کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں۔ مگر یاد رکھیے یہ بد بخت اتنا عظیم معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کریں گے۔ بہرحال اب اشارہ کرنا آپ کا کام ہے اور چاند کو دو ٹکڑے کرنا میرا کام ہے۔ سرورِ کونین اس وقت منیٰ میں تشریف فرما تھے اور چودھویں کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ رب العزت کے حکم سے اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا۔ تو دیکھتے ہی دیکھتے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ صحیح بخاری

کے الفاظ ہیں۔

((اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةٌ دُوْنَهٗ)) ❶

''رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ (ہم نے دیکھا کہ) ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا اور دوسرا پہاڑ کے نیچے چلا گیا تھا۔''

آپ ﷺ کے ہاتھوں جب اللہ تعالیٰ نے ''معجزہ شق قمر'' ظاہر فرما دیا اور اپنوں اور بیگانوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو آپ ﷺ نے سرداران مکہ سے فرمایا۔ اِشْهَدُوْا، اِشْهَدُوْا۔ اب توحید الٰہی کے گواہ بن جاؤ۔ اب تو میری رسالت کی گواہی دے دو۔ اور گواہ رہنا کہ میرے اللہ نے تمہارا مطالبہ پورا فرما دیا ہے۔'' ❷

اب چاہئے تو یہ تھا کہ رؤسائے قریش اپنے وعدے کے مطابق اس عظیم معجزہ کو دیکھ کر فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے۔ مگر ان ظالموں، مشرکوں اور کافروں نے اسے جادو کی کارستانی قرار دیتے ہوئے رسالت محمدی کا انکار کر کے اپنے لئے جہنم کی آگ کو واجب کر لیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲ ﴾

''مقررہ گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا اور وہ کافر اگر کوئی معجزہ دیکھیں تو اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ہمیشہ کی طرح کا جادو ہے۔''

معجزہ شق قمر، رسول اللہ ﷺ کی عظیم معجزات میں سے ایک بہت بڑا معجزہ ہے اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً سیدنا علی المرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود۔ ابن عباس، جناب انس رضی اللہ عنہ وغیرہ

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة اقتربت الساعة باب وانشق القمر: ٤٨٦٤.

❷ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورة اقتربت الساعة باب وانشق القمر ١٩٨٦٥٠.

نے اس کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ [1]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفسیر میں اس معجزے کے بارے میں پانچ روایات اکٹھی بیان فرمائی ہیں۔ لہٰذا مومن کامل کو رسول اکرم ﷺ کے اس معجزے میں شک وشبہ کا اظہار کرنا کسی صورت بھی مناسب نہیں ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ کفار نے اس عظیم معجزے کو دیکھ کر سعادت اندوز اسلام ہونے کی بجائے کہا کہ۔

((هٰذَا مِنْ سِحْرِ اَبِيْ كَبْشَةَ سَحَرَكُمْ فَاسْئَلُوا السُّفَّارَ فَسَالُوْهُمْ فَقَالُوْا رَئَيْنَا الْقَمَرَ انْشَقَّ.))

''یہ ابوکبشہ کے بیٹے (آپ ﷺ) کے جادو کا اثر ہے۔ اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ چند دنوں تک تمہارے قافلے مکہ پہنچنے والے ہیں ان سے چاند پھٹنے کے بارے میں سوال کریں گے۔ چنانچہ جب وہ قافلے مکہ مکرمہ پہنچے اور ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے تصدیق کہ واقعی ہم نے فلاں رات چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ مگر افسوس کہ کفار مکہ کو پھر بھی ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔'' [2]

معراج رسول ﷺ:

افلاک پر اثر انداز ہونے والے معجزات میں معراج رسول کا معجزہ بڑا مہتم بالشان، حیران کن اور بے حد اسرار و رموز کا حامل ''معجزہ'' ہے۔ اور یہ معجزہ بھی رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے مکی دور کے معجزات میں سے اہم معجزہ ہے۔ معجزہ معراج آپ ﷺ کی خصوصیت، افضلیت اور اکملیت کو واضح کرتا ہے کہ کسی دوسرے نبی کو یہ شرف عطاء نہیں فرمایا

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر، سورة القمر.

[2] تفسیر قرطبی، سورة القمر.

گیا اور جو آیات وعجائبات آپ کو دکھائے گئے وہ کسی اور کو نہیں دکھائے گئے۔ ہوا یوں کہ۔ نبی معظم، رسول مکرم، رحمت عالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ایک رات کعبۃ اللہ کے پاس حطیم میں آرام فرما تھے کہ سید الملائکہ جناب جبریل علیہ السلام دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ کو بیدار کر کے فیصلہ الٰہی سے آگاہ فرمایا کہ بحکم الٰہی آج آپ کو عالم ملکوت کی سیر کروائی جائے گی اور آپ کی عظمت و رفعت میں مزید اضافہ کیا جائے گا۔ محسن انسانیت کو حالت بیداری میں چاہ زمزم کے قریب لایا گیا۔ سینہ مبارک کو چاک کر کے قلب اطہر کو آب زمزم سے غسل دیا گیا اور ایمان وحکمت سے پُر کر کے سینہ مطہر کو درست فرما دیا گیا۔ حرم پاک سے باہر تشریف لائے تو تیز رفتار سواری ''براق'' پیش کی گئی۔ جس کی برق رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے تو وہ ہوا میں اڑنے لگا۔ آپ ﷺ نخلستان (سرزمین مدینہ) چاہ مدین، وادی مقدس اور بیت اللحم سے ہوتے ہوئے بیت المقدس میں تشریف لائے۔ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے استقبال کے لئے پہلے سے وہاں موجود تھے۔

یہاں نبی اکرم ﷺ کو ''امامتِ انبیاء'' کا شرف عظیم حاصل ہوا اور تمام انبیاء کرام نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر مبارک کو قرآنی اصطلاح میں ''اسراء'' کہا جاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۝﴾

(بنی اسرائیل:۱)

''ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات الٰہ جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) کو رات کے قلیل ترین حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔ جس کے گردونواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تا کہ ہم اپنے بندے کو اپنی قدرت کی بعض نشانیاں

دکھائیں۔ بے شک وہ اللہ ہی سب کچھ سننے والا (اور) سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات اور ان کی امامت کا اعلیٰ منصب حاصل کرنے کے بعد آسمانی سفر کا آغاز ہوا اور آپ ﷺ کو سید الملائکہ کی رفاقت میں سونے اور چاندی کے زینوں سے مزین ایک سیڑھی کے ذریعے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ آسمان اول پر ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام نے استقبال فرمایا۔ دوسرے آسمان پر جناب یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ تیسرے آسمان پر جناب یوسف علیہ السلام نے خوش آمدید کہا۔ اور چوتھے آسمان پر جناب ادریس علیہ السلام اَهْلًا وَّ سَهْلًا کہنے کے لئے موجود تھے۔ چھٹے آسمان پر جناب موسیٰ علیہ السلام نے ''جی آیاں نوں'' کہا اور ساتویں آسمان پر ابوالانبیاء خلیل الرحمن سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ((مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَابْنِ الصَّالِحِ)) کہہ کر پرتپاک استقبال فرمایا۔ اور آپ ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ یہاں سے آگے بڑھے تو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے۔ جہاں قریب ہی ''جنت الماویٰ'' ہے۔ جنت کی سیر اور آیات ربانی کا مشاہدہ کرنے کے بعد آپ ﷺ اور بلند ہوئے۔ اوپر پرواز کی۔ مزید آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ ''مقام مستویٰ'' تک چلے گئے۔ یہاں آپ ﷺ نے قلموں کے لکھنے کی آوازیں سنیں۔ رسول اکرم ﷺ کی زبان نبوت کے الفاظ ہیں۔

((ثُمَّ عُرِجَ بِیْ حَتّٰی ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًی اَسْمَعُ فِیْهِ صَرِیْفَ الْاَقْلَامِ)) [1]

اس قرب الٰہی کی کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ زبان قدرت نے مقام قرب کی حالت یوں بیان فرمائی ہے:

﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء: ۳۴۹۔

اَوْحٰى ؕ﴾ (النجم:۸۔۱۰)

''پھر وہ نزدیک ہوا۔ پس اور آگے بڑھا۔ پھر دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے (محمد ﷺ) کی طرف وحی کی جو کرنا تھی۔''

واقعہ معراج رسول اکرم کی بے مثال خصوصیت ہے:

انہیں خود بلا کے خدا ملا انہیں مرتبہ یہ بڑا ملا
انہیں کیا دیا انہیں کیا ملا جو دیا دیا، جو ملا ملا

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَآلِهٖ

اسی مقام قرب پر نماز پنجگانہ کا تحفہ دیا گیا۔ سورۃ بقرہ کی آخری آیات کا ہدیہ عطا فرمایا گیا۔ اور توحید پرست کے لئے بخشش کا مژدہ جاں فزا سنایا گیا۔ پھر بعض افعال قبیحہ کے مرتکبین کو مبتلائے عذاب دکھایا گیا۔ جنت کا نظارہ اور دوزخ کا مشاہدہ بھی کروایا گیا۔ اور رات کے اسی مختصر سے وقت میں سرکار دو عالم ﷺ کو واپس مکہ معظمہ پہنچا دیا گیا۔

آپ ﷺ کے سفر معراج پر روانگی سے لے کر واپسی تک ہر لمحہ عجیب و غریب، حیران کن اور عظیم معجزہ ہے۔ معروف مبلغ اور شاعر حضرت مولانا علی محمد صمصام رحمۃ اللہ علیہ نے رسول پاک ﷺ کے ان دونوں معجزات کا شعری الفاظ میں بڑا خوبصورت تذکرہ فرمایا ہے۔

محمد دے رتبے نوں پا کوئی نئیں سکدا
جہاناں دی رحمت کہا کوئی نئیں سکدا
جتھے رات معراج سرکار پہنچے ستاں فلکاں نوں چیر جا پار پہنچے
مقام اس تے نبیاں چوں جا کوئی نئیں سکدا
محمد دے رتبے نوں پا کوئی نئیں سکدا
جہاناں دی رحمت کہا کوئی نئیں سکدا

شہادت دی انگلی میرے پیر وانگوں کھڑی کر کے آسمان ول تیر وانگوں
چند دو ٹکڑے کر کے دکھا کوئی نئیں سکدا
محمد دے رتبے نوں پا کوئی نئیں سکدا
جہاناں دی رحمت کہا کوئی نئیں سکدا
اوہ ختم نبوت دا سالار آیا نبوت دے بوہے نوں ہے مار آیا
نواں ہن نبی جگ تے آ کوئی نئیں سکدا
محمد دے رتبے نوں پا کوئی نئیں سکدا
جہاناں دی رحمت کہا کوئی نئیں سکدا

جماداتی معجزات:

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ہاتھوں ظاہر ہونے والے بعض معجزات کا تعلق پتھروں، پہاڑوں، سنگریزوں اور زمین کے ساتھ ہے۔ جنہیں ہم نے سہولت اور آسانی کے لئے ''جماداتی معجزات'' کا نام دیا ہے۔ ایسے متعدد معجزات میں سے چند معجزات کے تذکرے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

❁ جناب جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَکَّةَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ الْآنَ)) [1]

''میں مکہ مکرمہ میں ایک ایسے پتھر کو جانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے بھی مجھے سلام کہا کرتا تھا۔ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔''

آپ رسول محترم ﷺ کی فضیلت وعظمت اور قدر ومنزلت کا اندازہ فرمائیں کہ کے کے پتھر بھی آپ کو سلام کہتے اور آپ کی رفعت وعظمت کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کا

---

[1] صحیح مسلم، الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ وتسلیم الحجر: ۲۲۷۷.

عظیم الشان جماداتی معجزہ ہے۔

❁ خادم مصطفیٰ جناب انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ احد پہاڑ تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ جناب صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جب آپ ان تینوں رفقاء گرامی کے ہمراہ جبل اُحد کی چوٹی پر پہنچے تو پہاڑ نے خوشی کے ساتھ جھومنا شروع کر دیا۔ فَرَجَفَ بِهِمْ۔ پہاڑ لرزنے لگا۔ پہاڑ کا لرزنا، ہلنا اور حرکت کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔ تو آپ ﷺ نے فَضَرَبَ بِرِجْلِهٖ۔ اپنے پاؤں سے پہاڑ کو ٹھوکر ماری اور زبان رسالت سے فرمایا۔ اُثْبُتْ اُحُد۔ اے جبل اُحد! ٹھہر جا۔ رُک جا اور اپنی حرکت بند کر۔ کیا تو آگاہ نہیں ہے کہ۔ ((فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيقٌ اَوْ شَهِيدَانِ)) اس وقت تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔'' [1]

اس حدیث طیبہ میں آپ ﷺ کے دو معجزات بیان ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کے وجود اطہر کی بدولت جبل احد نے حرکت کی اور دوسرے آپ ﷺ نے سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی شہادت کی معجزانہ پیش گوئی فرمائی اور آپ ﷺ کی معجزانہ بشارت سو فیصد درست ثابت ہوئی اور ان دونوں عظیم المرتبت شخصیتوں نے مدینہ طیبہ کی مقدس سرزمین میں جام شہادت نوش فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

❁ غزوہ خندق کے موقع پر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ طیبہ کے دفاع کے لئے خندق کھود رہے تھے تو ایک جگہ بڑی سخت چٹان نکل آئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا: ۳٦٧٥.

اسے توڑنے کی از حد کوشش کی۔ مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ آخر کار" ((فَجَاءُ وْا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوْا هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ)) وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ خندق میں سخت چٹان آ گئی ہے۔ اور ہم سے ٹوٹ نہیں رہی۔ ارشاد ہوا۔ تم وہاں پہنچو۔ میں بھی آ رہا ہوں۔ آپ اس حال میں وہاں تشریف لائے کہ بھوک کی شدت کم کرنے کے لئے آپ نے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ فَاَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِعْوَلَ۔ آپ ﷺ نے کدال پکڑی۔ فَضَرَبَ۔ اور اس چٹان پر ماری۔ فَعَادَ كَثِيْبًا اَهْيَلَ۔ تو وہ چٹان ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی۔" ❶

یہ بھی رسول اکرم ﷺ کا معجزہ تھا کہ جو چٹان کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہیں ٹوٹ رہی تھی۔ آپ ﷺ کی ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ ہوگئی۔

درخت کا رونا:

نبی اکرم ﷺ کے بعض معجزات کا تعلق درختوں وغیرہ کے ساتھ ہے۔ بحکم الٰہی آپ ﷺ کے معجزات کا اثر کھجور کے سوکھے ہوئے تنے نے قبول کیا اور فراق رسول ﷺ میں زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ جانتے ہیں پیغمبر اعظم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر کروائی۔ ابتدائی زمانہ میں مسجد نبوی کی عمارت سادگی کا ایک بے مثال نمونہ تھی۔ ستونوں کی جگہ کھجوروں کے تنے کھڑے کیے گئے تھے اور چھت کھجور کی شاخوں کی بنائی گئی تھی۔ جب بارش ہوتی تو چھت ٹپکتی، جس سے مسجد کے فرش پر کیچڑ ہو جاتا تھا۔ خادم رسول جناب انس، سیدنا عبداللہ بن عمر اور جناب جابر رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن رسول رحمت ﷺ کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے تھے (جس جگہ وہ تنا نصب تھا وہاں اب ایک ستون ہے۔ جسے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهی الاحزاب، ٤١٠١.

''استوانہ حنانہ'' رونے والا ستون کہا جاتا ہے۔ اور مسجد نبوی کی زیارت سے مشرف ہونے والے مسلمان اس رونے والے ستون کے قریب بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی کا سوال کرتے ہیں) جب نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو گئی اور رسول محترم ﷺ کی آواز مبارک دور تک پہنچانے کی ضرورت محسوس کی گئی تو ایک عورت (یا آدمی) نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ((اَلَا نَجْعَلُ لَكَ مِنْبَرًا)) اگر آپ اجازت فرمائیں تو ہم آپ کے لئے منبر تیار کروا دیں۔ آپ ﷺ نے خوشی سے اجازت فرما دی تو آپ ﷺ کے لیے ماہر کاری گر سے (ساگوان کی) لکڑی کا منبر تیار کروایا گیا اور اسے مسجد نبوی میں خطبہ کی جگہ پر رکھوا دیا گیا۔

''آئندہ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کے رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ جب خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے کے لئے منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ۔ اس کھجور کے خشک تنے نے بچوں کی طرح چیخیں مار مار کر رونا شروع کر دیا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ ((فَسَمِعْنَا لِذَالِكَ الْجَذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ)) ہم نے کھجور کے اس سوکھے ہوئے تنے سے اس طرح رونے کی آواز سنی جیسے اونٹنی انتہائی تکلیف کے وقت چیخیں مار کر روتی ہے۔ رحمت مجسم ﷺ اس تنے کے رونے کی آواز سن کر منبر سے اترے اور اس کے پاس تشریف لے گئے۔ فَضَمَّهَا۔ اس تنے کو اپنے سینے سے لگایا۔ اس کے ساتھ معانقہ کیا اور اس کے اوپر اپنا دست شفقت پھیرا۔ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ يُسَكَّنُ آپ ﷺ نے اسے اس طرح تھپکیاں (لوریاں) دیں جیسے بچوں کو سلانے کے لیے تھپکیاں دی جاتی ہیں۔ جب آپ ﷺ نے اس سے پیار فرمایا۔ تو۔ فَسَكَنَتْ۔ وہ چپ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ((كَانَتْ تَبْكِيْ عَلٰى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ عِنْدَهَا)) یہ کھجور کا تنا اس لیے رو رہا تھا کہ وہ اپنے قریب ہونے والے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو سنا کرتا

تھا۔ اور اب ذکر الٰہی کی آواز اس سے دور ہو گئی ہے۔"❶

رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا:

((اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ لَمْ اَلْتَزِمْهُ لَمَازَالَ هٰكَذَا حُزْنًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.))❷

"مجھے ذات کبریا کی قسم۔ جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ اگر میں اس تنے کو گلے نہ لگاتا تو یہ میرے فراق اور جدائی کے غم میں قیامت تک روتا رہتا۔"

آپ اندازہ فرمائیں کہ کھجور کے ایک خشک تنے کو نبی محترم ﷺ کے ساتھ کس قدر محبت، الفت اور عقیدت تھی کہ وہ فراق رسول میں پھوٹ پھوٹ کر روتا رہا اور اس نے ذکر الٰہی، حدیث رسول اور فرمانِ نبوی سے دور ہونا گوارا نہ کیا۔ مگر آج کے مسلمانوں کی عمومی اور مجموعی حالت اور کیفیت کیا ہے کہ ہم زبان سے عشق رسول، محبت مصطفیٰ اور عقیدت نبوی کے نعرے بھی لگاتے ہیں مگر حدیث رسول کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یاد رکھیے۔

محمد کی جس دل میں اُلفت نہ ہو گی ۔۔۔ سمجھ لو کہ قسمت میں جنت نہ ہو گی
بھٹکتا رہا ہے بھٹکتا رہے گا ۔۔۔ محمد سے جس کو عقیدت نہ ہو گی
کرے جو اطاعت محمد ﷺ کی دل سے ۔۔۔ اسے پیر و مرشد کی حاجت نہ ہو گی

"حنین جذع" یعنی کھجور کے سوکھے ہوئے تنے کا فراق رسول میں رونا اپنے اندر ہمارے لئے بہت سے اسباق لئے ہوئے ہے اور یہ نبی آخر الزماں کا ایسا معجزہ ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ تو جسم اور روح

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام: ۳۵۸٤.

❷ سنن دارمی، باب ما اکرم الله النبی ﷺ بحنین المنبر: ٤٢؛ قال المحقق سلیم اسد الدرانی اسناده صحیح.

کے انفصال کو باذن الٰہی اتصال میں تبدیل فرماتے تھے۔ اور یہاں تو خشک لکڑی میں جان پڑ گئی اور اسے زبان مل گئی ہے۔ ((وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ))

نباتات پر اثرات:

پیغمبر اکرم، سرورِ عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے خصائص وفضائل میں یہ امر بھی حیران کن اور تعجب انگیز ہے کہ آپ ﷺ کے معجزات کے اثرات نباتات نے بھی قبول کیے اور آپ ﷺ کے حکم اور اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کئی بار ایسا ہوا کہ درخت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی شاخوں اور پتوں نے اللہ کی توحید اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت و نبوت کا اقرار کیا اور قبول اسلام کی سعادت حاصل کی ایسے درجنوں واقعات و معجزات میں سے ہم چند معجزات کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اکرم ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ کہ ایک دیہاتی شخص آپ ﷺ کے قریب آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا۔ اَيْنَ تُرِيْدُ۔ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا اپنے گھر جا رہا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا۔ هَلْ لَكَ فِيْ خَيْرٍ۔ کوئی بھلائی حاصل کرنے کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کیسی بھلائی؟ فرمایا تم گواہی دو۔ ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)) (یہ بھلائی ہے جسے قبول کرنے کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں) اس نے پوچھا۔ تمہاری صداقت پر کوئی گواہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ هٰذِهِ السَّلِمَةُ۔ یہ وادی کے کنارے کھڑا ''بیری کا درخت'' میری تصدیق کرے گا۔ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس درخت کو بلایا تو وہ درخت جڑوں سمیت زمین کو چیرتا ہوا دربار رسالت میں حاضر ہو گیا۔ سبحان اللہ۔ آپ ﷺ نے اس درخت سے تین بار پوچھا۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ فَشَهِدَتْ ثَلَاثًا۔ اس

نے تینوں بار جواب دیا۔ ہاں آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ رسول ہیں۔ رسول ہیں۔ پھر وہ درخت چلا گیا۔ وہ اعرابی رحمت عالم ﷺ کے اس محیر العقول معجزہ کو دیکھ کر از حد متاثر ہوا اور آپ ﷺ سے عرض کی۔ میں آپ کا یہ معجزہ اپنی قوم کو سناؤں گا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دوں گا۔ اگر انہوں نے میری بات مان لی تو سب کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اور اِلَّا رَجَعْتُ مَكَثْتُ مَعَكَ اگر انہوں نے انکار کیا تو میں اکیلا ہی حاضر ہو جاؤں گا۔ اور ساری عمر آپ کے ساتھ رہوں گا۔'' [1]

آپ غور فرمائیں کہ جنگلوں کے درخت اور درختوں کے پتے بھی توحید و رسالت کا اقرار کر رہے ہیں۔ مگر بعض انسان ایسے بدنصیب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور سرورِ کائنات کی رسالت کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مقام شکر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک جانتے ہیں۔ اور امام الانبیاء جناب مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی، پیغمبر اور رسول مانتے ہیں۔ رب العزت ہم سب کو زندگی بھر اس عقیدہ پر قائم رہنے کی ہمت، سعادت اور توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

✿ ترجمان القرآن جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ:

''ایک اعرابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ بِمَ اَعْرِفُ اَنَّكَ نَبِيٌّ۔ میں کیسے یقین کروں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے کمال شفقت سے فرمایا: ((اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ تَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ)) اگر میں وہ سامنے والے کھجور کے درخت کی شاخ کو بلاؤں اور وہ تمہارے سامنے آ کر گواہی دے کہ ''میں اللہ کا رسول ہوں۔'' تو کیا تم یقین کر لو گے۔ اس نے ''ہاں'' کہی تو آپ ﷺ نے اس شاخ کو آواز دی تو

[1] سنن دارمی، باب ما اکرم اللّٰه نبیه من الایمان الشجر: ١٦؛ قال المحقق سلیم اسد الدارانی حدیث صحیح.

وہ ٹہنی درخت سے ٹوٹی اور اُڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ اب واپس پلٹ جاؤ تو وہ فوراً اپنی جگہ پر واپس لوٹ گئی۔ رسول اکرم کا یہ حیرت انگیز معجزہ دیکھ کر۔ فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ۔ وہ اعرابی اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔'' ❶

❁ صحابی رسول جناب جابر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے معجزات کی درختوں پر تاثیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

((سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى نَزَلْنَا وَادِيًا أَفْيَحَ)) ہم رسول اکرم ﷺ کی معیت میں سفر کر رہے تھے کہ ہم ایک وسیع و عریض وادی میں پہنچے۔ سرورِ کونین ﷺ رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور میں بھی پانی کا لوٹا بھر کر ساتھ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دور جا کر دیکھا تو وہاں رفع حاجت کے لیے کوئی باپردہ جگہ نہیں تھی۔ ((وَإِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ)) اچانک آپ کی نظر وادی کے کنارے پر کھڑے دو درختوں پر پڑی۔ تو نبی مکرم ﷺ ایک درخت کی طرف تشریف لے گئے۔ اس کی ایک ٹہنی کو پکڑا اور فرمایا۔ ((اِنْقَادِيْ عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ)) اللہ کے حکم سے میری فرماں برداری کر۔ وہ درخت نکیل ڈالے گئے اونٹ کی طرح آپ ﷺ کا فرماں بردار ہو گیا۔ اور ساتھ چل پڑا۔ پھر آپ ﷺ نے دوسرے درخت کو یہی حکم دیا۔ وہ بھی ساتھ ہو گیا۔ (ایک طرف سے ایک درخت اور دوسری طرف سے دوسرے درخت کو پکڑ کر لائے) ((حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا)) یہاں تک کہ جب دونوں درختوں کو دونوں طرف سے درمیان میں لے آئے تو دونوں کو حکم دیا کہ ((اِلْتَئِمَا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ)) اللہ کے حکم سے دونوں میرے لئے مل جاؤ۔ چنانچہ

❶ جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب فی آیات اثبات نبوۃ النبی ﷺ، ۳۶۲۸، صححہ الالبانی۔

وہ دونوں درخت آپس میں جڑ گئے۔ آپ ﷺ ان کی اوٹ میں رفع حاجت سے فارغ ہوئے۔ جناب جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں گردن جھکائے دور بیٹھا اپنے دل ہی دل میں باتیں کر رہا تھا کہ اچانک اللہ کے رسول ﷺ فارغ ہو کر میرے پاس تشریف لائے میں نے فوراً ان درختوں کی جانب دیکھا تو ((فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلَىٰ سَاقٍ)) تو وہ دونوں جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ پر پہنچ چکے تھے۔'' ❶

۞ خادم رسول جناب انس رضی اللہ عنہ رسول محترم ﷺ کی مکی زندگی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک دن نبی اکرم ﷺ کفار مکہ کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے زخمی حالت میں انتہائی مغموم بیٹھے تھے کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی۔ اے اللہ کے رسول! ((هَلْ تُحِبُّ اَنْ اُرِيَكَ آيَةً)) کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ میں آپ کو ایک ایسا معجزہ دکھاؤں جس سے آپ کا غم دور ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ نَعَمْ۔ ہاں۔ دکھلاؤ۔ جبریل علیہ السلام نے دور ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اُدْعُ بِهَا۔ اس درخت کو بلائیے۔ آپ ﷺ نے اسے بلایا تو ((فَجَاءَتْ وَقَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ)) تو وہ درخت آیا اور آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ اب اسے حکم فرمائیے کہ پلٹ جائے۔ آپ ﷺ نے اسے حکم دیا تو فَرَجَعَتْ۔ وہ اپنی جگہ پر واپس لوٹ گیا۔ آپ اپنے ہاتھوں رونما ہونے والے اس معجزے کو دیکھ کر مسرور ہوئے اور فرمایا۔ حَسْبِيْ، حَسْبِيْ، میرا اللہ مجھے کافی ہے۔ میرا اللہ مجھے کافی ہے۔'' ❷

❶ صحیح مسلم، کتاب الزهد۔ باب حدیث جابر الطویل: ۳۰۱۲.

❷ سنن دارمی، باب ما اکرم اللّٰہ نبیہ من ایمان الشجر: ۲۳، قال المحقق سلیم اسد الدارانی اسنادہٗ صحیح.

آپ ﷺ کی تسلی اور تشفی کے لئے۔ آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق و تائید کے لئے۔ اور مخالفین و معاندین کا منہ بند کرنے کے لئے آپ ﷺ کو انتہائی حیران کن۔ عجیب و غریب اور مؤثر ترین معجزات عطاء فرمائے گئے۔

جانوروں پر اثرات:

سرورِ کونین، امام القبلتین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی سے بعض ایسے معجزات کا بھی ظہور ہوا جن کا تعلق جانوروں کے ساتھ ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں، رسول اکرم ﷺ کی عظمت، فضیلت اور منقبت کا۔ کہ انسان تو رہے ایک طرف۔ حیوان بھی آپ ﷺ کا ادب و احترام، توقیر اور تعظیم کرتے اور جانور بھی آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ چنانچہ جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے مدنی دور میں۔۔۔

"انصار کے ایک گھرانے کا اونٹ سرکش ہو گیا۔ وہ اپنی پشت پر کسی کو سوار ہونے دیتا نہ سامان لادنے دیتا، اس کے مالک نے رحمت عالم ﷺ سے صورتِ حال عرض کی۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اس کے ڈیرے پر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہ سرکش اونٹ ایک کونے میں کھڑا ہے اور کسی کو قریب نہیں آنے دے رہا۔ امام الرسل ﷺ نے آگے بڑھ کر اسے آواز دی تو وہ نہایت ادب سے حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے مالک سے رسی طلب کر کے اس اونٹ کے گلے میں ڈال دی اور اسے مالک کے حوالے کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ((مَابَيْنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ اَحَدٌ اِلَّا يَعْلَمُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا عَاصِي الْجِنِّ وَالْاِنْسِ)) آسمان اور زمین کی ہر چیز کو علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ مگر نافرمان جن اور انسان مجھے اللہ تعالیٰ کا رسول ماننے کو

تیار نہیں۔'' ❶

اللہ رب العزت کے آخری نبی ﷺ کی خدمت عالیہ میں جانور اپنے مالکوں کی شکایت کرتے۔ اپنی مشکلات بیان کرتے اور آپ ﷺ سے دادرسی کی توقع کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

''آپ ﷺ ایک مرتبہ کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے تو وہاں ایک اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا اور شدت غم سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رحمت عالم ﷺ خود چل کر اس کے پاس گئے اور سر کے قریب اس کی گردن پر اپنا شفقت بھرا ہاتھ پھیرا تو اس کے آنسو تھم گئے۔ اونٹ کو چپ کروانے کے بعد آپ ﷺ نے وہاں موجود لوگوں سے پوچھا کہ مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک نوجوان انصاری حاضر ہوا اور عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ اونٹ میرا ہے۔ ارشاد ہوا۔ ((اَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ اِيَّاهَا)) تم اس جانور کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ جس نے تمہیں اس کا مالک بنایا ہے۔ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ آپ اس سے کام زیادہ لیتے ہیں اور چارہ کم ڈالتے ہیں۔ کام لے لے کر تھکا دیتے ہو اور بھوکا رکھتے ہو۔'' ❷

ان دو واقعات سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے معجزات کا اثر جانور بھی قبول کرتے تھے۔ اور حیوان بھی آپ ﷺ کا ادب واحترام اور توقیر و تعظیم کرتے تھے۔ اور اپنی شکایات کے ازالے کے لیے آپ ﷺ کی طرف رجوع کیا

---

❶ سنن دارمی، باب ما اکرم اللّٰه نبیه من ایمان الشجر به: ۱۸؛ قال المحقق حسین سلیم الدارانی إسناده جید.

❷ سنن ابی داود کتاب الجهاد باب مایؤمربه من القیام علی الدّواب والبهائم: ۲۵۴۹؛ صححه الالبانی.

کرتے تھے۔احادیث مبارکات کے مطالعے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں اونٹوں اور بکریوں کے علاوہ جنگلوں کے درندے بھی آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرتے اور آپ کا ادب واحترام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ----

((جَآءَ ذِئْبٌ اِلٰی رَاعِیْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِیْ حَتّٰی انْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰی تَلٍّ فَاَقْعٰی وَاسْتَذْفَرَ فَقَالَ قَدْ عَمِدْتُ اِلٰی رِزْقٍ رَزَقَنِیْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّیْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَیْتُ كَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَكَلَّمُ.))

''ایک بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ کی طرف آیا اور اس پر حملہ کر کے ایک بکری کو اپنی گرفت میں لے لیا، چرواہے کو پتہ چلا تو اس نے پیچھا کر کے وہ بکری بھیڑیے کے منہ سے چھین لی تو بھیڑیا کہنے لگا۔ میں اپنے اس رزق کی تلاش میں نکلا تھا جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مقدر کیا تھا اور میں نے اسے پکڑ بھی لیا تھا پھر تم نے اسے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہا بھیڑیئے کی بات سن کر بڑا متعجب ہوا اور حیران ہو کر بولا۔اللہ کی قسم میں نے آج تک کسی بھیڑیے کو اس طرح گفتگو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بھیڑیا بولا۔ میرے گفتگو کرنے سے زیادہ تعجب انگیز واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص (محمد ﷺ) نخلستان (مدینہ طیبہ) میں لوگوں کو گزرے ہوئے واقعات اور آنے والے حالات کی خبر دے رہا ہے (اور تم اس پر ایمان لانے کی بجائے جنگل میں بکریاں چرا رہے ہو) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ کہ (كَانَ الرَّجُلُ یَهُوْدِیًّا) وہ چرواہا یہودی تھا۔ (فَجَاءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاَخْبَرَهٗ فَاَسْلَمَ) اس نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ نبی اکرم ﷺ

نے اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔'' ❶

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ بھیڑیے کی گفتگو سن کر چرواہے نے سرورِ کونین کی خدمت عالیہ میں حاضری کی خواہش ظاہر کی مگر بکریوں کی حفاظت کے حوالے سے تشویش کا اظہار کیا تو اس بھیڑیے نے کہا۔ ''تیرے آنے تک تیری بکریوں کی میں حفاظت کروں گا۔'' چرواہے نے اپنا ریوڑ بھیڑیے کے حوالے کیا اور خود سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا اب تم اپنے ریوڑ کے پاس جاؤ۔ تو اسے پوری طرح محفوظ پاؤ گے اور ایک بکری بھی کم نہیں ہوئی ہوگی۔ چنانچہ وہ چرواہا مدینہ طیبہ سے جنگل میں اپنے ریوڑ کے پاس گیا تو اسے حیرانی ہوئی کہ بھیڑیا بکریوں کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس نے شکرانے کے طور پر ایک بکری ذبح کر کے بھیڑیے کے سامنے پیش کر دی۔ ❷

اُمِ معبد کی بکری:

مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف سفر ہجرت کے دوران سرور دو جہاں ﷺ ایک خیمے کے پاس سے گزرے۔ خیمے کے باہر ایک باوقار، متین اور دانا عورت کو بیٹھے دیکھ کر رفیق نبی جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز قابل فروخت ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ اگر میرے پاس کوئی چیز ہوتی تو میں از خود آپ کی خدمت میں پیش کر دیتی اور میزبانی میں کوتاہی نہ کرتی۔ اس مہمان نواز۔ سنجیدہ فکر، باحیا اور مخلص عورت کا نام ''عاتکہ'' تھا۔ اور ''اُمِ معبد'' کی کنیت سے مشہور تھیں۔ ان کا خیمہ مسافروں کے لئے آرام گاہ اور سرائے کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ وہ ہر آنے جانے والے کی خدمت کر کے خوشی محسوس کرتیں اور ڈھیروں دعائیں حاصل کرتی تھیں۔ اسے سوء اتفاق کہیے

❶ رواہ فی شرح السنۃ۔ مشکاۃ المصابیح باب فی المعجزات۔ الفصل الثانی: ۵۹۲۷؛ صححہ الحافظ زبیر علی زئی۔

❷ ضیاء النبی جلد: ۵.

یا حسن اتفاق کہ جس دن رحمت کائنات ﷺ وہاں تشریف لائے۔ ان دنوں خشک سالی نے اس علاقے کو قحط زدہ کر رکھا تھا۔ اس لئے اُم معبد نے خدمت سے معذوری ظاہر کرتے ہوئے اپنی مجبوری سے امام الرسل ﷺ کو آگاہ کیا اور بڑے ادب سے عرض کی کہ آج تو میرے گھر میں کوئی چیز دستیاب نہیں ہے۔

غریبوں کے ہمدرد آقا ﷺ نے خیمے کے کونے میں کھڑی بکری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اگر اجازت ہو تو ہم اس کا دودھ دوہ لیں۔ بڑھیا نے عرض کی کہ یہ بکری کمزوری اور ضعف کی وجہ سے چرنے کے لئے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکی۔ یہ بڑی لاغر ہے اور دودھ دینے کے قابل نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ آپ ہمیں دودھ دھونے کی اجازت تو دیں۔ بڑھیا نے تعجب انگیز نگاہوں سے نبی کریم ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ اگر آپ ضرور ہی تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو کوشش کر لیں۔ شاید تھنوں کے کھینچنے سے کوئی قطرہ نکل آئے۔۔۔ امام الانبیاء، سید الاتقیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ''اللہ کا نام'' لے کر جب اپنا دستِ مبارک لاغر و نحیف بکری کی پشت پر پھیرا تو رب العالمین نے بکری کے تھنوں کو دودھ سے بھر دیا۔

یہ بسم اللہ کی برکت اور رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔ معجزے میں ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور قدرت اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔ کرامت میں ہاتھ اللہ کے نیک اور صالح بندے کا ہوتا ہے مگر قدرت عرش والے الٰہ کی ہوتی ہے۔ ''معجزہ مصطفیٰ ﷺ'' ظاہر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے بڑھیا سے برتن طلب کیا اور خود زمین پر بیٹھ کر بکری کے تھنوں سے دودھ نکالنا شروع کر دیا۔ جب برتن لبالب بھر گیا تو آپ ﷺ نے اصرار کر کے پہلے اُم معبد کو پلایا پھر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رجایا اور آخر میں خود نوش فرمایا۔ برتن صاف کرنے کے بعد اسی بکری کو دوبارہ دوہنا شروع کیا اور برتن بھر کر اُم معبد کے حوالے کر کے اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ [1]

[1] رواہ فی شرح السنہ۔ مشکاۃ المصابیح، باب فی المعجزات: ۵۹۴۳۔ الفصل الثالث: حَسَّنَہُ الحافظ زبیر علی زئی۔

شاعر اسلام مولانا عبدالستار مرحوم نے سیدہ اُم معبد کے خیمے پر سرور کونین ﷺ کے ہاتھوں ظہور پذیر ہونے والے اس فقید المثال معجزے کا تذکرہ شاعرانہ الفاظ میں یوں فرمایا ہے کہ:

منزل کر کے اک جگہ پر پہنچیا نبی حقانی
رستے اوپر تنبو اندر بیٹھی اک زنانی
ام معبد اس نام بتاون بہت غریب بیچاری
امر کیتا اس عورت تائیں خاص حبیب غفاری
ہے کجھ حاضر کھاون کا رن چیز تیرے گھر کائی
کجھ نئیں حاضر صدقے جاواں اس نے عرض سنائی
فاقہ لے کر بیٹھی آہی اوہ مسکین نمانی
بھی اک بکری بدھی آہی لاغر درد رنجانی
آکھیا فیر اس عورت تائیں پاک رسول سچاویں
بکری تیری چوکر پیواں جے تو حکم سناویں
دیکھ لوو میں صدقے جاواں کیتا عرض بیچاری
لے کر برتن سرور عالم کیتی جدوں تیاری
اتنا دودھ ہو یا جھب فضلوں خاطر نبی پیارے
جتنے برتن حاضر ہے سن چو، کر بھر لئے سارے
پی کر دودھ حبیب ربا نے اوتھوں ہو گئے راہی
گھر مسکیناں برکت بھریا ہو گئی بے پرواہی
چھوڑ گئے سب تنگی فاقے برکت شاہ ابراراں
سارا ٹبر اوہ، دودھ پیون گزرے سال اٹھاراں

کرن روایت اس عورت نوں ہرگز خبر نہ آہی
کوئی نئیں حالا معلم اس نوں کون رسول الٰہی

واہ اُم معبد! تو کتنی سعادت مند اور نیک بخت ہے کہ تیرے اجڑے ہوئے خیمے کو امام القبلتین، رسول الثقلین جناب محمد کریم ﷺ کے قدوم میمنت لزوم نے بابرکت بھی بنا دیا اور قیامت تک تیرے خیمے کا ذکر خیر بھی ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم البرکت رسول کا ہم سب کو فرماں بردار بنائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○



4 معجزاتِ مصطفیٰ ﷺ (۲)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○﴾ (العنکبوت: ۲۲)

''اور تم زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمھارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔''

ہر قسم کی حمد و ثنا رب ارض و سماء اللہ جلّ وعلیٰ کے لئے ہے جو آسمانوں، زمینوں، فضاؤں، ہواؤں، نباتات، فوق السماء اور تحت الثریٰ کا خالق و مالک اور حاکم و متصرف ہے۔ جس نے کائنات کی تمام اشیاء کو انسان کی خدمت کے لئے اور انسان کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ جو تمام مخلوقات کا رازق بھی ہے اور نگران و محافظ بھی۔ جو اپنی اعلیٰ صفات کے اعتبار سے ہر وقت ہر جگہ موجود بھی ہے اور ذات کے لحاظ سے عرش پر مستوی بھی۔ جو کلمہ کن سے ہر چیز کو تخلیق کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے اور ہر شے کو مٹانے اور ختم کرنے پر قادر بھی۔ وہی عالم الغیب ہے اور مختارِ کل بھی۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ کائنات ہست و بود کی تمام اشیاء فانی ہیں۔ مگر وہ لافانی ہے۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ بھی ہے اور عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بھی۔ اس لیے اُس کا حق ہے:

اسی پر ہمیشہ بھروسا کرو تم
اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم
اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم

مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کی بڑائی

اللہ رب العزت کی تعریف وتوصیف اور تسبیح وتحمید کے بعد ریت کے ذرات سے زیادہ، بارش کے قطرات سے بڑھ کر اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات سے وافر، درود وسلام سید البشر، آمنہ کے لعل، دُرّ یتیم، کائنات کے سردار، انبیاء کے امام جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر جوامام الرسل ہیں، ہادی کل ہیں۔ دانائے سبل ہیں۔ ساری کائنات کے رہبر ورہنما ہیں۔ پیشوا اور مقتدا ہیں۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

ربطِ خطبات

گزشتہ مضمون میں ''معجزات مصطفیٰ'' کا مختصر تذکرہ کیا گیا تھا۔ اور آپ ﷺ کے ہاتھوں ظہور پذیر ہونے والے دس قسم کے معجزات میں سے چوتھی قسم کے معجزات کا ذکر خیر جاری تھا۔ یعنی آپ ﷺ کے ایسے معجزات جن کا اثر جانوروں نے قبول کیا اور آپ ﷺ کے حکم، ارشاد اور فرمان کی تعمیل میں لمحہ بھر کی تاخیر نہ کی۔ اس سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ جب جانور آپ ﷺ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہیں۔ تو ہمیں بحیثیت انسان اور مسلمان آپ ﷺ کی ہر ادا، ہر سنت، ہر حدیث اور فرمان پر عمل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز صرف اور صرف نبی معظم ﷺ کی فرماں برداری، اطاعت گزاری اور وفاداری میں ہے۔ جو آپ کا فرماں بردار ہے۔ اس کا بیڑا پار ہے اور جو آپ کا نافرمان ہے۔ وہ حواری شیطان ہے۔ اللہ کریم ہم سب کو رسول مکرم ﷺ کا جاں نثار اور فدا کار بننے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

چونکہ آپ ﷺ کے معجزات مبارکات کا موضوع تشنۂ تکمیل رہا تھا اس لئے ان مبارک

لمحات میں بھی ان شاء اللہ العزیز ہم رسول رحمت ﷺ کے چند مزید حیران کن، عجیب وغریب اور سبق آموز معجزات کا تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

سراقہ کا گھوڑا:

جب سرور عالم محمد مصطفیٰ ﷺ ہجرت کے موقع پر اپنے رفیق خاص سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں دیگر واقعات اور حوادثات کے علاوہ سراقہ کے تعاقب پر رسول اکرم ﷺ کا ایک حیران کن معجزہ بھی ظاہر ہوا۔ رحمت دو جہاں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس معجزہ مبارکہ کی تفصیلات سراقہ کی زبانی ہی سنتے ہیں۔ سراقہ بیان کرتے ہیں۔

''ایک دن میں اپنی قوم بنی مدلج کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی ہمارے پاس آیا اور اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا: ((اِنِّیْ قَدْ رَءَیْتُ آنِفًا اَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ اُرَاهَا مُحَمَّدٌ وَاَصْحَابُهٗ)) میں نے ابھی چند افراد کو ساحل کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی ہیں۔ سراقہ کہتے ہیں مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں مگر میں نے اطلاع دینے والے سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں بلکہ تم نے فلاں فلاں اشخاص کو دیکھا ہوگا۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزر کر گئے ہیں۔ سراقہ کا بیان ہے کہ میں تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھا رہا۔ پھر آہستگی کے ساتھ اٹھا اور گھر آ کر اپنی لونڈی سے کہا کہ وہ میرا گھوڑا لے اور فلاں ٹیلے کے پیچھے لے جا کر میرا انتظار کرے۔ پھر میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور مکان کے عقبی دروازے سے نکل کر مقررہ جگہ پر اپنے گھوڑے کے پاس پہنچ گیا۔ اور اس پر سوار ہو کر بڑی تیزی سے اس سمت کو روانہ ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا۔ اور مجھے اپنے مقصد میں کامیابی نظر آئی (کہ آپ ﷺ کی گرفتاری پر مجھے سو اونٹوں کا انعام ملے گا اور مجھے عرب کا بہادر ترین شخص سمجھا جائے گا) چنانچہ جب میں ان لوگوں کے قریب پہنچا تو۔ ((فَعَثُرَتْ بِیْ فَرَسِیْ فَخَرَرْتُ عَنْهَا)) اچانک میرے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور میں چکرا کر گر گیا۔ میں فوراً اٹھا اور اپنے ترکش سے فال کا تیر نکالا۔

تاکہ معلوم کر سکوں کہ میں انہیں نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں؟ تو میں نے دیکھا کہ میرا ناپسندیدہ تیر نکلا ہے۔ مگر میں نے اپنے تیر کی نافرمانی کی اور اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ وہ مجھے لے کر سرپٹ دوڑنے لگا۔ میں ان کے اس قدر قریب ہو گیا کہ۔ سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ میں رسول اللہ ﷺ کے قرآن مجید پڑھنے کی آواز صاف سن رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ بڑی تسلی اور آرام سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے اور انہوں نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ ((وَاَبُوْ بَكْرٍ يُكْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ)) ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار میری طرف مڑ مڑ کر دیکھتے رہے۔ جب میں مزید قریب ہو گیا تو۔ ((سَاخَتْ يَدَا فَرَسِيْ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى بَلَغَا الرُّكْبَتَيْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا)) میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک سنگلاخ زمین میں دھنس گئے۔ اور میں قلابازی کھاتے ہوئے نیچے گر گیا۔ میں نے شدید غصے کی حالت میں گھوڑے کو ڈانٹا تو وہ بڑی مشکل سے اپنے پاؤں باہر نکال سکا۔ جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے پاؤں کے نشان سے آسمان کی طرف دھوئیں جیسا غبار اڑ رہا تھا۔ میں نے قسمت معلوم کرنے کے لئے پھر فال کا تیر نکالا تو وہی تیر نکلا جو مجھے ناپسند تھا۔ جس کا واضح مطلب تھا کہ میرے گھوڑے کا بار بار زمین میں دھنسنا آپ ﷺ کا معجزہ ہے اور میں رسول اکرم ﷺ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور انہیں گرفتار کر کے انعام حاصل کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔ تو میں نے ''امان'' کے ساتھ انہیں آواز دی تو وہ لوگ ٹھہر گئے۔ اور میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچ گیا۔''

پکارا اے محمد! بخش دیجئے گا خطا میری
میں گمراہی میں تھا بے شک بدی تھی رہنما میری

سراقہ کہتے ہیں جب میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے ان سے روک دیا گیا تو اسی وقت میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور مجھے یقین کامل ہو گیا کہ۔

((اَنْ سَيَظْهَرُ اَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))

''رسول اللہ ﷺ کا معاملہ غالب آ کر رہے گا۔''

''چنانچہ میں نے آپ ﷺ کے سامنے صورتِ حال کی وضاحت کرتے ہوئے عرض کی۔

''اے اللہ کے رسول! آپ کی قوم نے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے بڑا انعام رکھا ہوا ہے۔ اور آپ کے بارے میں ان کے عزائم بڑے خطرناک ہیں۔ نیز میں نے درخواست کی کہ آپ کا سفر بڑا طویل اور کٹھن ہے اس لیے میری طرف سے ''زادِ راہ'' کے طور پر کچھ ساز وسامان اور سواری قبول فرمایئے۔ مگر آپ ﷺ نے میری پیش کش کو قبول نہ فرمایا اور نہ مجھ سے کوئی سوال فرمایا۔ بس یہ حکم دیا کہ۔ اَخْفِ عَنَّا۔ ہمارا راز فاش نہ کرنا۔ چونکہ ظہور معجزہ کے باعث مجھے آپ ﷺ کے غلبے اور کامیابی کا یقین ہو چکا تھا۔ اس لئے میں نے عرض کی۔ اَنْ يُّكْتَبَ لِیْ كِتَابَ اَمْنٍ مجھے ایک نوازش نامہ تحریر فرما دیں جس میں لکھا ہو کہ میرا قصور معاف فرما دیا گیا ہے اور مجھے امن دے دیا گیا ہے۔ سرکار دو عالم نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور انہوں نے ''امان نامہ'' لکھ کر سراقہ کے حوالے کر دیا اور رحمت مجسم ﷺ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔'' [1]

معجزاتِ شفاء:

اللہ رب العزت نے رحمت عالم ﷺ کو بعض ایسے معجزات بھی عطا فرمائے کہ ان معجزات کی بدولت خالق ارض وسماء نے لاعلاج مریضوں کو مکمل شفا عطا فرما دی۔ کئی مریضوں کو آپ ﷺ کی معجزانہ دعا کی وجہ سے شفا ملی۔ بعض مریض آپ کے دست مبارک لگنے سے شفا یاب ہو گئے اور متعدد مریضوں کو رسول اکرم ﷺ کے لعاب دہن کی برکت سے شفا حاصل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سرورِ کونین ﷺ کو جسمانی اور روحانی بیماریوں کا معالج بنا کر مبعوث فرمایا۔

آپ لوگوں کو کفر، شرک، نفاق، فسق، فجور، حسد، بغض اور کینہ وغیرہ جیسی روحانی امراض

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینه: ۳۹۰۶.

سے نجات عطا فرمانے کے علاوہ متعدد جسمانی امراض کا بھی علاج فرمایا کرتے۔ اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے والے بعض مایوس مریض آپ ﷺ کے وجود اطہر کی برکت سے شفایاب ہو گئے۔

صحابی رسول جناب قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد میں رسول مکرم ﷺ کے ہمراہ شریک جہاد تھے۔ دشمن کا تیر آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لگا۔ جس سے آنکھ کا ڈھیلا رخساروں پر لٹک گیا اور آنکھ کے ضائع ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ نے بہتے ہوئے ڈھیلے کو ہاتھ پر رکھا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ اور عرض کی اے اللہ کے رسول! میری آنکھ کے لئے دعا کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم اس آزمائش پر صبر کرو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں اور اگر تم پسند کرو تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو ابھی شفا نصیب فرما دے گا۔ جناب قتادہ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی اے اللہ کے رسول! میری بیوی مجھ سے بہت محبت کرتی ہے اور مجھے بھی اس سے بہت زیادہ پیار ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میری آنکھ ضائع ہو گئی تو اس کی محبت میں کمی نہ ہو جائے۔ اس لئے شفایابی کی دعا فرمائیں۔ (اور جنت کا بھی وعدہ فرما دیجیے)

آپ ﷺ نے جناب قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو اپنے دست مبارک سے پکڑ کر اس کی اصل جگہ پر رکھ دیا۔ انگشت شہادت پر اپنا لعاب دہن لگا کر آنکھ کے اوپر پھیر دیا۔ اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ ((اَللّٰهُمَّ اَعْطِهٖ جَمَالًا)) اے اللہ! اس کو حسن و جمال عطا فرما۔

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کی دعا اور لعاب دہن کی برکت سے وہ ضائع شدہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ حسین وجمیل ہو گئی اور اس کی بینائی میں تیزی آ گئی۔ جناب قتادہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنے باپ کی آنکھ پر ظاہر ہونے والے ''معجزہ رسول ﷺ'' کو بڑے فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا وفد کے ہمراہ جناب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا تو خلیفہ وقت نے اس سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا۔

اَنَا ابْنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَی الْخَدِّ عَیْنُہٗ فَرُدَّتْ بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی اَحْسَنَ الرَّدِّ
فَعَادَتْ کَمَا کَانَتْ لِاَوَّلِ اَمْرِھَا فَیَاحُسْنَھَا عَیْنًا وَیَا حُسْنَ مَاخَدِّ

''میں اس مجاہد کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار پر لٹک گئی اور وہ مصطفیٰ ﷺ کے دست شفا سے اچھی طرح واپس لوٹا دی گئی۔ پھر وہ آنکھ پہلے کی طرح ہو گئی اس آنکھ اور رخسار کے حسن و جمال کا کیا کہنا؟''

جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہ جان کر کہ وہ نوجوان سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے اس کی بڑی عزت کی اور اسے خوب عطیات سے نوازا۔ [1]

آشوب چشم کا علاج لعاب رسول ﷺ

دامادِ رسول، خلیفہ چہارم، امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام، کام اور خدمات سے آپ یقینا واقف ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابو تراب ہے۔ آٹھ سال کی عمر میں قبول اسلام کی سعادت حاصل کی اور غزوہ تبوک کے سوا تمام غزوات میں رسول اکرم ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ غزوہ تبوک میں خود رسول اللہ ﷺ انہیں مدینہ طیبہ میں چھوڑ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی، آنکھیں بڑی روشن اور خوبصورت، قد چھوٹا اور داڑھی بہت بھری ہوئی تھی۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تاج خلافت آپ کے سر پر رکھا گیا اور ۱۸ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو عبدالرحمان بن ملجم نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا اور تین دن موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے ۲۱ رمضان ۴۰ ہجری بروز جمعۃ المبارک کوفہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کے صاحبزادے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور صبح کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کے لعاب دہن کی برکت اور بیماری سے شفا کے حوالے سے سیدنا علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ کا واقعہ ہے۔

ماہ محرم ۷ ہجری کو رسول اللہ ﷺ اپنے چودہ سو جاں نثاروں کے ہمراہ سازشی اور فتنہ پرور یہودیوں کی بستی ''خیبر'' کی طرف روانہ ہوئے۔ کئی دن لڑائی جاری رہی بہت سے قلعے

[1] سیرت النبی لابن کثیر مترجم جلد 2 صفحہ:55.

فتح ہوئے۔ مگر قلعہ قموص پر مسلمانوں کا حملہ کارگر ثابت نہ ہو سکا۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے نماز عشاء کے بعد اعلان فرمایا۔

"((لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلاً يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَوْ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحِ اللّٰهُ عَلَيْهِ)) میں کل ایسے شخص کو علم جہاد عطاء فرماؤں گا۔ جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محبت رکھتے ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ ہم رات بھر یہی سوچتے رہے کہ۔ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا۔ دیکھئے صبح کس خوش قسمت کو علم جہاد تھمایا جاتا ہے جس کے ہاتھوں فتح کی خوشخبری آپ ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے بیان فرمائی ہے۔ جب صبح ہوئی تو ((غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ كُلُّهُمْ يَرْجُوْا اَنْ يُعْطَاهَا)) سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے ان میں ہر ایک چاہتا تھا کہ جہاد کا جھنڈا اسے مرحمت فرمایا جائے۔"

جناب علی رضی اللہ عنہ آنکھوں کی بیماری کے باعث اپنے خیمے میں آرام فرما تھے۔ اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔ رحمت مجسم ﷺ نے اپنے فداکاروں، جانثاروں اور وفاداروں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"((اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ)) ابوطالب کا بیٹا علی کہاں ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ۔ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ اور وہ آشوب چشم کی بیماری کا شکار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ((فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاْتُوْنِيْ بِهٖ)) انہیں پیغام بھیج کر یہاں بلوایا جائے۔ چنانچہ جناب علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے طلب فرمانے پر حاضر خدمت ہوئے۔ پوچھا اے علی رضی اللہ عنہ! تمہیں کیا تکلیف ہے؟ عرض کی آقا! مجھے آنکھوں میں درد کی شکایت ہے۔ تو ((بَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ)) آپ ﷺ

نے اپنا تھوک مبارک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لگا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ مولائے کریم! علی کو شفاء عطاء فرما۔ ((فَبَرَءَ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ وَجَعٌ)) آپ ﷺ کے تھوک لگاتے ہی آنکھ ایسے ٹھیک ہوگئی جیسے کبھی درد ہوئی ہی نہ ہو۔ فَاَعْطَاهُ الرَّایَةَ پھر آپ ﷺ نے اسلامی جہاد کا جھنڈا جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تھما دیا۔ اور خوشخبری سنائی کہ تمہارے ہاتھوں اللہ تعالیٰ لشکر اسلام کو فتح و کامرانی نصیب فرمائے گا۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ان سے لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ابھی یونہی چلتے رہو۔ جب ان کے میدان میں اتر جاؤ۔ اُدْعُهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔ اور انہیں بتاؤ کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے حقوق کیا ہیں؟ ((فَوَ اللّٰهِ لَاَنْ یَهْدِیَ اللّٰهُ بِکَ وَاحِدًا خَیْرٌ لَکَ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ حُمُرُ النَّعَمِ)) اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت عطاء فرما دے تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔'' [1]

غزوہ خیبر کی فتوحات اور جناب علی رضی اللہ عنہ کی مجاہدانہ خدمات اس وقت میرا موضوع نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ رب العزت نے اپنی خصوصی رحمت سے اپنے محبوب پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسے معجزات عطا فرمائے اور آپ کے لعاب دہن میں ایسی تاثیر پیدا فرمائی کہ۔ آپ کا تھوک مبارک۔

۱: جنگ اُحد میں جناب قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو لگایا تو آنکھ درست ہوگئی۔۔۔ اور۔۔

۲: غزوہ خیبر کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کو لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آشوب چشم کی بیماری دور کر کے آپ کو مکمل اور کامل شفاء عطاء فرما دی۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے

[1] صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ۳۷۰۱۔

تمام بیماروں کو شفاء کاملہ' عاجلہ' نافعہ اور دائمہ نصیب فرمائے۔آمین۔

ٹوٹی پنڈلی کا جڑنا

یہودیوں کے اکابر مجرمین میں ایک شخص جس کا نام ابورافع سلام بن ابی الحقیق تھا۔خیبر کا رہائشی اور عرب کا بہت بڑا تاجر تھا۔اسے رئیس التجار اور تاجر الحجاز بھی کہا جاتا تھا۔یہ اسلام اور صاحب اسلام کا بدترین دشمن۔اور ہر وقت رسول اکرم ﷺ کی ہجو اور مذمت کرتا رہتا تھا۔عرب کے مشہور قبائل کو اسی نے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور مالی امداد فراہم کی تھی۔جس کے نتیجے میں غزوہ خندق برپا ہوا تھا۔ابورافع کی خلاف اسلام سرگرمیوں، آپ ﷺ کو ایذارسانیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ امداد واعانت کی بناء پر مدینہ طیبہ کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم سے اس بدفطرت' بدطنیت اور گستاخ رسول کے قتل کی اجازت طلب کی۔رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت تو دے دی مگر تاکید فرمائی کہ عورتوں اور بچوں کو کسی صورت قتل نہ کیا جائے۔چنانچہ صحابی رسول جناب عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پانچ صحابہ کرام کا مختصر قافلہ ابورافع کو قتل کرنے کے ارادہ سے خیبر کی طرف روانہ ہوا۔سرزمین خیبر میں ابورافع ایک مضبوط اور محفوظ قلعے میں رہائش پذیر تھا۔اس مختصر پس منظر کے بعد باقی واقعہ جناب عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی زبانی سنئے۔آپ بیان فرماتے ہیں۔

''جب ہم ابورافع کے رہائشی قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے جانوروں کو لے کر قلعہ کی بیرونی چاردیواری کے اندر داخل ہو چکے تھے۔میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں دروازے کے پہرے دار کیساتھ کوئی تدبیر کر کے اندر جانے کی کوشش کرتا ہوں۔چنانچہ میں قلعہ کی دیوار کے قریب جا کر اپنے آپ کو کپڑوں میں لپیٹ کر اس طرح بیٹھ گیا جیسے کوئی قضائے حاجت کر رہا ہو۔چوکیدار کو دروازہ مقفل کرنے کی جلدی تھی۔اس نے مجھے آواز دی۔او، اللہ کے بندے۔اگر اندر آنا ہے تو آ جاؤ۔ورنہ میں دروازہ بند کر کے جا رہا ہوں۔عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی تدبیر کامیاب رہی۔چنانچہ آپ جلدی سے اندر داخل ہوئے اور قلعہ کے دروازے کے قریب ہی گدھوں کے باڑے میں چھپ

گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سب لوگ اندر آ گئے تو چوکیدار نے دروازہ بند کیا اور چابیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکایا اور چل دیا۔ میں چھپ کر یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ ابو رافع بالا خانے میں رہتا تھا۔ اور وہاں مجلس ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ قلعہ والوں نے ابو رافع کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر اسے قصے اور کہانیاں سناتے رہے۔ دیر تک مجلس چلتی رہی۔ اور رات گئے وہ لوگ ابو رافع کے بالا خانے سے اتر کر قلعہ کے اندر ہی اپنے گھروں کو چلے گئے۔

اب ہر طرف سناٹا چھا چکا تھا۔ اور کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں ہو رہی تھی۔ میں گدھوں کے باڑے سے نکلا۔ کھونٹی سے چابیاں اتاریں قلعہ کا بیرونی دروازہ کھول دیا تا کہ کاروائی کے بعد بھاگنے میں آسانی ہو۔ اور سیڑھیاں چڑھ کر ابو رافع کے بالا خانے میں پہنچ گیا۔ ابو رافع کے کمرے تک پہنچنے کے لئے مجھے کئی کمروں سے گزرنا پڑا۔ لہٰذا میں جس کمرے کے دروازے کو کھولتا تو اسے اندر سے بند کر دیتا۔ تا کہ اگر لوگوں کو میرا پتہ بھی لگ جائے تو میں ان کے پہنچنے سے پہلے پہلے ابو رافع کا کام تمام کرلوں۔ جب میں بسیار کوشش کے بعد ابو رافع کے کمرے میں پہنچا تو۔

((فَإِذَا الْبَيْتُ مُظْلِمٌ قَدْ طُفِيئَ سِرَاجُهُ))

اس کے کمرے میں مکمل اندھیرا تھا اور چراغ بجھا دیا گیا تھا۔ وہ تاریک کمرے میں اپنی بیوی اور بچوں کے ہمراہ سو رہا تھا۔ لہٰذا میں اندازہ نہ کر سکا کہ ابو رافع کمرے میں کس جگہ لیٹا ہوا ہے۔ میں نے آواز دی۔ یَا اَبَا رَافِعٍ اے ابو رافع! اس نے پوچھا۔ مَنْ هٰذَا۔ یہ کون ہے؟ میں اس آواز کی طرف بڑھا۔ فَاَضْرِبُهٗ۔ اور اسے تلوار کی ضرب لگائی۔ تو اس نے زور سے چیخ ماری۔ وَاَنَا دَهِشٌ۔ میں دہشت زدہ ہو گیا۔ اس لئے مزید کاروائی نہ کر سکا۔ اس کی زوردار چیخ سن کر میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر اندر آ گیا۔ اور میں نے آواز بدل کر پوچھا۔ گویا کہ میں اب اس کی مدد کو آیا ہوں۔ مَا هٰذَا الصَّوْتُ یَا اَبَا رَافِعٍ۔ اے ابو رافع یہ آواز کیسی تھی؟ اس نے کہا۔ ابھی ابھی کسی نے مجھ پر تلوار سے حملہ کر دیا ہے۔ میں پھر لپک کر اس کے قریب گیا۔ اور ایک مرتبہ پھر تلوار سے حملہ کیا۔ اب تک میں اسے بری

طرح زخمی تو کر چکا تھا مگر وہ ابھی تک قتل نہیں ہوا تھا۔ اس کی چیخ و پکار سن کر اس کی بیوی نے بھی چیخنا شروع کر دیا۔ مَیں پھر آواز بدل کر اور بظاہر مددگار بن کر اس کے قریب ہوا تو وہ خون میں لت پت سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ فَأَضَعُ السَّيْفَ فِيْ بَطْنِهٖ۔ اب میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر زور سے دبائی تو وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی۔ حَتّٰى سَمِعْتُ صَوْتَ الْعَظْمِ۔ یہاں تک کہ جب میں نے اس کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنی تو مجھے اس کی موت کا یقین آیا۔

((فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ بَابًا بَابًا حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى دَرَجَةٍ))

اب میں ایک ایک دروازے کو کھولتا ہوا بھاگ کر سیڑھی کے پاس پہنچ گیا اور تیزی سے سیڑھی کے زینوں پر پاؤں رکھتا ہوا نیچے اترنے لگا، مجھ پر شدید خوف طاری تھا۔ ابھی سیڑھی کے زینے باقی تھے کہ میں نے سمجھا زمین پر پہنچ گیا ہوں۔ پاؤں رکھا تو نیچے گر پڑا۔ فَانْكَسَرَتْ سَاقِيْ۔ تو میری "پنڈلی کی ہڈی" ٹوٹ گئی۔ اور جوڑ سرک گیا۔ میں نے اسے پگڑی سے کس کر باندھ لیا اور لنگڑاتے ہوئے قلعہ کے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جب تک ابو رافع کے قتل کا اعلان نہ سن لوں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ جب مرغ نے اذان دی تو اسی وقت قلعہ کی فصیل پر کھڑے ہو کر ایک شخص نے اعلان کیا کہ "میں حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت کی اطلاع دے رہا ہوں۔"

جناب عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور اپنے منصوبے کی کامیابی پر خوشی کی وجہ سے پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ جانے اور جوڑ سرک جانے کے باوجود مجھے کوئی خاص درد نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے مدینہ طیبہ حاضر ہو کر نبی ﷺ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اُبْسُطْ رِجْلَكَ۔ اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنا پاؤں آگے کیا تو آپ ﷺ نے ٹوٹی ہوئی ہڈی پر اپنا "دست مبارک" پھیرا۔ وہ فوراً جڑ گئی اور ایسے ٹھیک ہو گئی کہ گویا کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔ [1]

میں نے یہ تفصیلی واقعہ اس لیے عرض کیا ہے تاکہ نبی رحمت ﷺ کے معجزے کی حقیقت

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی رافع: ٤٠٣٩.

واضح ہو جائے کہ رب العزت نے آپ ﷺ کے دست مبارک میں اتنی برکت، تاثیر اور شفاء رکھ دی تھی کہ آپ کے دستِ اطہر کی وجہ سے درد کافور ہو گئی۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ گئی اور سرکی ہوئی ہڈی درست ہو گئی۔ سبحان اللہ۔

شاعرِ حقیقت مولانا صمصام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صمصام توں آ کے سن سجناں جے گلاں سنیاں ایں مدنی پیر دیاں
جہدی عمر دی قسم خدا کھاوے جہدیاں انگلیاں چن نوں چیر دیاں
سچا مرشد خلقت ساری دا، یعنی خاکی نوری ناری دا
جنہوں خیر البشر پکاری دا، واہ واہ صفتاں بدر منیر دیاں
کدے ہتھ پھیرے، کدے تھک لاوے ہووے فضل بیمار شفا پاوے
کسے موڑے نہ، آوے جو آوے دھماں جگ وچ اوہدی تاثیر دیاں

درد ختم۔۔ زخم درست

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسے معجزات بھی عطاء فرمائے کہ آپ کی پھونک اور دم کی برکت سے اللہ کریم گہرے سے گہرا زخم بھی درست فرما دیتا۔ اور مریض ایسے صحت یاب ہو جاتا جیسے اسے کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ ہو۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ جناب یزید بن ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ نے صحابی رسول جناب سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر زخم کا نشان دیکھ کر ان سے پوچھا۔

مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ۔ یہ زخم کیسا ہے؟ جناب سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ **هٰذِهٖ ضَرْبَةٌ اَصَابَتْنِیْ یَوْمَ خَیْبَرَ**۔ یہ زخم مجھے غزوہ خیبر میں لگا تھا۔ لوگوں نے از راہِ ہمدردی کہا کہ۔ **اُصِیْبَ سَلَمَةُ** سلمہ زخمی ہو گیا۔ میں زخمی پنڈلی لے کر۔ **فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ**۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور آپ ﷺ سے صورت حال عرض کی۔ رحمت عالم ﷺ نے مجھے سامنے بٹھا کر۔ **فَنَفَثَ فِیْهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ**۔ آپ نے زخم کی جگہ پر کچھ پڑھ کر تین پھونکیں ماریں۔ **فَمَا اشْتَكَیْتُهَا حَتَّى السَّاعَةَ**۔ آپ کی پھونکوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی شفا عطا

فرمائی کہ آج تک اس زخم سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ ❶

ایک دن کے بچے کی گفتگو

نبی معظم، رسول محترم، پیغمبر اعظم، سرور عالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزات کے اثرات سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو بیماریوں سے شفاء بخش دیتا تھا۔ گونگے بچے گفتگو کرنا شروع کر دیتے اور بعض بچے آپ کے حکم سے گود میں ہی کلام کرتے تھے۔ چنانچہ صحابی رسول جناب معیقیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

> ''حجۃ الوداع کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ مکہ معظمہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک دن میں نبی محترم کی ملاقات کے اشتیاق میں آپ کو ڈھونڈ رہا تھا۔ آپ ایک گھر میں جلوہ افروز تھے اور آپ کا رخ انور چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ میں نے وہاں عجیب وغریب منظر دیکھا کہ ایک شخص نے اہل یمامہ میں سے ایک ایسا بچہ دربار رسالت میں پیش کیا۔ جو اسی دن پیدا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس بچے سے پوچھا بتاؤ۔ مَنْ اَنَا۔ میں کون ہوں؟ اس نے فوراً جواب دیا۔ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطاء فرمائے۔ جناب معیقیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس بچے کو ''مُبَارَكُ الْيَمَامَةِ'' کہا کرتے تھے۔'' ❷

تکثیر طعام (کھانے کا بڑھنا)

نبی اکرم، رحمت مجسم ﷺ کی حیات مبارکہ میں متعدد بار ایسا ہوا کہ آپ ﷺ کے معجزہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی اشیاء میں خیر و برکت نازل فرما دی۔ ایک آدمی کا کھانا سینکڑوں افراد کے لئے کافی ہوگیا۔ آپ کے لعاب دہن کی برکت سے سالن زیادہ ہو

❶ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر: ٤٢٠٦.

❷ فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ واذکر في الکتاب مریم.

گیا۔ اور آپ کے دست مبارک کی بدولت کُپّی سے ایک عرصہ تک گھی حاصل ہوتا رہا۔ ہم تفصیل میں جائے بغیر ''تکثیر طعام'' یعنی برکت مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے کھانے پینے کی اشیاء کے زیادہ ہو جانے کے چند واقعات مختصراً بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ رب العالمین ہم سب کو ایسے باکمال معجزات کے حامل پیغمبر کا فرماں بردار اور اطاعت گزار بننے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

((اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ ﷺ یَسْتَطْعِمُهُ)) ایک شخص نبی محترم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے طعام کا مطالبہ کیا فَاَطْعَمَهُ شَطْرَ وَسَقٍ۔ آپ ﷺ نے اسے آدھا سق (تقریباً دو من) جو عطاء فرمائے۔ (وہ انہیں اپنے گھر لے گیا۔ اور ایک کپڑے کی بوری میں محفوظ کر لیا) پھر حسب ضرورت۔ ((فَمَا زَالَ الرَّجُلُ یَاْكُلُ مِنْهُ وَامْرَأَتُهُ وَضَيْفُهُمَا)) ایک عرصہ تک وہ آدمی، اس کی بیوی اور ان دونوں کے مہمان اس میں سے جَو نکال کر کھاتے رہے۔ حَتّٰی كَالَهُ۔ آخرکار ایک دن اس آدمی نے جو تول لیے (تاکہ اندازہ کر سکے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے کتنے جَو دیئے تھے جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے۔ تول لینے کے بعد وہ جَو جلد ہی ختم ہو گئے۔) فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ۔ وہ شخص دوبارہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کی خدمت میں صورتِ حال عرض کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ وَلَقَامَ لَكُمْ)) اگر تم اسے نہ تولتے تو ہمیشہ اس میں سے نکال کر کھاتے رہتے۔ اور وہ بوری اسی طرح بھری کی بھری رہتی۔''[1]

جناب جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

سیدہ ام مالک رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں گھی کی ایک کُپّی بطور تحفہ

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ: ۲۲۸۱.

بھیجی۔ آپ ﷺ نے کپّی سے گھی نکال کر اسے واپس فرما دیا۔ سیدہ ام مالک رضی اللہ عنہا کے بیٹے جب اپنی ماں سے سالن کا مطالبہ کرتے اور کچھ نہ ہوتا تو وہ آپ ﷺ کے ہاتھوں سے مَس کی ہوئی اس کپّی کے پاس جاتیں اور اس سے گھی نکال کر بچوں کو سالن کے طور پر دے دیتیں۔ فَمَا زَالَ يُقِيمُ لَهَا أُدْمَ بَيْتِهَا۔ اس طرح ان کے گھر میں ہمیشہ سالن موجود رہتا۔ ایک دن سیدہ ام مالک رضی اللہ عنہا نے یہ سوچ کر کہ میں اس کپّی میں گھی ڈالتی نہیں ہوں۔ مگر اس سے ہر روز گھی نکلتا رہتا ہے۔ دیکھوں تو سہی اس میں کتنا ذخیرہ ہے اس کپی کا منہ کھول کر اسے مکمل طور پر نچوڑ لیا۔ اب کپّی میں سے گھی نکلنا بند ہو گیا۔ تو وہ نبی محترم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کپّی سے مسلسل گھی برآمد ہونے اور منہ کھولنے کے بعد بند ہو جانے کا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: لَوْ تَرَكْتِيهَا مَا زَالَ قَائِمًا۔ اگر تو اسے نہ نچوڑتی بلکہ اسے بند ہی رہنے دیتی تو وہ کپّی گھی سے ہمیشہ بھری رہتی۔ اور اس میں سے گھی کبھی ختم نہ ہوتا۔'' ❶

اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی روٹیاں

نبی اکرم ﷺ کے خادم خاص سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میرے والد گرامی جناب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے میری والدہ سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ۔

''((سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ضَعِيفًا أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ)) آج میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی۔ مجھے اس میں بڑی کمزوری اور نقاہت محسوس ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ اس کی وجہ بھوک اور فاقہ کشی ہے۔ کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ جو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی جا سکے۔ فرماں بردار بیوی نے عرض کی۔ ہاں۔ چنانچہ انہوں نے جَو کی چند روٹیاں نکالیں۔ انہیں کپڑے میں لپیٹا اور وہ روٹیاں مجھے تھما کر۔ أَرْسَلَتْنِي إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ جب میں روٹیاں لے کر

❶ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب في معجزات النبي ﷺ: ۲۲۸۰.

دربارِ رسالت میں حاضر ہوا۔اس وقت رحمت عالم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے...... (اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس بابرکت مسجد کی بار بار زیارت کی سعادت نصیب فرمائے۔آمین)......اور۔مَعَهُ النَّاسُ۔اور آپ کے پاس بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بیٹھے ہوئے تھے۔فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ۔میں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔(چونکہ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے صورتِ حال کی اطلاع ہو چکی تھی۔ اس لئے) ((فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ)) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کی، جی ہاں، فرمایا۔بِطَعَامٍ۔کھانا دے کر۔ میں نے کہا۔جی۔آپ ﷺ نے وہاں موجود سب لوگوں سے فرمایا۔اٹھو اور اپنے بھائی کی دعوت قبول کرو۔آپ کا یہ حکم سن کر سب لوگ اٹھے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔میں ان کے آگے آگے بھاگ کر گھر آیا اور جناب ابوطلحہ کو خبر دی کہ مسجد نبوی میں موجود سب لوگ ہمارے گھر کی طرف کھانا کھانے کے لئے آ رہے ہیں۔سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے پریشانی کے عالم میں سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا۔((قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ)) اے اُم سلیم! اللہ تعالیٰ کے رسول تو بہت سارے لوگوں کو ساتھ لے کر تشریف لا رہے ہیں۔اور ہمارے پاس تو اتنے لوگوں کو کھلانے کے لئے کھانا نہیں ہے۔سیدہ ام سلیم نے عرض کی۔میرے سرتاج! آپ کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔اللہ اور اس کے رسول ہماری مالی اور گھریلو حالت کو بخوبی جانتے ہیں (ہم نے تو رسول مکرم ﷺ کے لئے کھانا تیار کر کے بھیجا تھا۔دوسرے لوگوں کو ہم نے نہیں اللہ تعالیٰ کے رسول نے دعوت دی ہے۔ہم تیار شدہ کھانا اپنے آقا کے سامنے پیش کر دیں گے۔اب بلانے والا جانے اور کھلانے والا جانے۔'' سبحان اللہ۔

واہ اُم سلیم تیرے عقیدے اور عقیدت کے کیا کہنے؟ اللہ تعالیٰ آج کی مسلمان عورتوں کو بھی ایسا مضبوط عقیدہ اور رسول محترم کے ساتھ ایسی عقیدت نصیب فرمائے۔ آمین۔ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کی بات سے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مطمئن اور خوش ہو گئے۔

''جناب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سرور کائنات ﷺ کا استقبال کیا اور آپ ﷺ کے ہمراہ گھر میں داخل ہوئے۔ ((فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلُمِّيْ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ)) تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ اُم سلیم سے فرمایا۔ اے اُم سلیم! تمہارے پاس جو کچھ ہے۔ اسے یہاں لے آؤ۔ اُم سلیم نے وہی روٹیاں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیں۔ اور سرور کونین کے حکم سے روٹیوں کا چورا کر دیا۔ اور روٹیوں کے ان ٹکڑوں پر تھوڑا سا گھی ڈال کر انہیں تر کر دیا۔ ((ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ)) پھر آپ ﷺ نے اس پر وہ کچھ پڑھا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر حکم فرمایا کہ۔ اِئْذَنْ لِعَشْرَةٍ۔ دس آدمیوں کو بلا لو۔ دس آدمی آ گئے۔ (فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا) پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور باہر چلے گئے۔ پھر حکم ہوا۔ اب بھی دس افراد کو بلاؤ۔ اب پھر دس آدمی آئے اور سیر ہو کر چلے گئے، آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا۔ اِئْذَنْ لِعَشْرَةٍ۔ مزید دس بندوں کو لاؤ۔ پھر دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اندر داخل ہوئے اور تسلی سے پیٹ بھر کر اٹھے۔ جناب انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس طرح دس دس کی ٹولیوں میں اسی (۸۰) آدمیوں نے کھانا کھایا۔'' [1]

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے روٹیوں کے ٹکڑوں پر ام سلیم کے گھی نچوڑنے کے بعد دَعَا فِيْهِ بِالْبَرَكَةِ۔ کھانے پر برکت کی دعا کی۔ اور جب اسی (۸۰) افراد کھانا کھا کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے تو۔

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الاسلام: ۳۵۸۱.

''ثُمَّ اَكَلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَالِكَ وَاَهْلُ الْبَيْتِ)
پھر نبی ﷺ اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے آخر میں کھانا کھایا۔ اور طعام میں برکت اور کثرت کا یہ حال تھا کہ اسی (۸۰) مہمانوں، رسول اکرم اور اہل خانہ کے کھانے کے بعد بھی بچ گیا تو جناب انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فَاَهْدَيْنَاهُ لِجِيْرَانِنَا۔ ہم نے وہ برکت والا کھانا محلہ کے اندر ہمسایوں میں تقسیم کر دیا۔''❶

جناب جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت

غزوہ خندق کے موقع پر صحابی رسول جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں دعوت طعام کے وقت رسول اکرم ﷺ کے لعاب دہن، دست اطہر اور دعا کی برکت سے کھانے میں اضافہ کا واقعہ بڑا مشہور و معروف ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''خندق کی کھدائی کے دوران ایک دن میں نے محسوس کیا کہ آج رسول مکرم ﷺ کو شدید بھوک لگی ہوئی ہے۔ میں آپ ﷺ سے اجازت لے کر تھوڑی دیر کے لئے گھر آیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ آج میں نے رسول اللہ ﷺ کو سخت فاقہ کی حالت میں دیکھا ہے۔ مجھ سے آپ ﷺ کی تکلیف برداشت نہیں ہو رہی۔ کیا تیرے پاس گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہے جو آپ ﷺ کی خدمت عالیہ میں پیش کی جا سکے۔ اس صالحہ خاتون نے کہا کہ۔ ہمارے گھر میں اس وقت ایک صاع (اڑھائی کلو) جَو اور ایک چھوٹی سی بکری ہے۔ آپ بکری ذبح کر کے گوشت بنائیں میں جَو پیس کر آٹا تیار کرتی ہوں۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتْ۔ میں نے جلدی سے بکری ذبح کر کے گوشت بنایا اور میری بیوی نے جَو پیس لئے۔ گوشت ہانڈی میں ڈال کر چولہے پر رکھ دیا گیا، میری رفیقہ حیات آٹا گوندھنے لگی اور میں آپ ﷺ کو بلانے کے لئے واپس

❶ صحیح مسلم کتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غیره الی داره: ۲۰۴۰.

خندق کے مقام پر آ گیا۔ جب میں گھر سے روانہ ہونے لگا تو میری اہلیہ نے کہا کہ (زیادہ لوگوں کو بلا کر) مجھے آپ ﷺ اور صحابہ کرام کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا فَسَارَرْتُهٗ۔ اور آپ کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ اے اللہ کے رسول! ((اِنَّا قَدْ ذَبَحْنَا بَهِيْمَةً لَّنَا وَطَحَنَتْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ)) ہم نے ایک چھوٹی سی بکری ذبح کی ہے اور میری زوجہ نے ایک صاع (اڑھائی کلو) جَو کا آٹا گوندھا ہے۔ آپ چند رفقاء سمیت تشریف لائیں اور کھانا تناول فرمالیں۔ میری گزارش سن کر۔ ((فَصَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اَنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ لَكُمْ سُوْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ)) رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے بآواز بلند اعلان فرمایا کہ اے خندق کھودنے والو۔ جابر نے تمہارے لئے دعوت کا اہتمام کیا ہے۔ سب آؤ اور جابر کی دعوت قبول کرو۔ یہ اعلان فرما کر آپ ﷺ نے جناب جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جلدی سے گھر جاؤ اور میرے آنے تک چولہے سے ہنڈیا نہ اتارنا اور روٹیاں پکانا شروع نہ کرنا۔ جب میں نے گھر آ کر اپنی بیوی کو حقیقت حال بتائی تو اس نے کہا (میرا کیا ہے) بدنامی اور بے عزتی تو آپ کی ہوگی۔ میں نے اس سے کہا کہ جیسے تو نے کہا تھا۔ میں نے اسی طرح کان میں عرض کی تھی۔ ابھی ہم یہ بحث مباحثہ کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تمام اہل خندق کی قیادت کرتے ہوئے ہمارے غریب خانے پر تشریف لے آئے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی سمجھ دار، دانا اور معاملہ فہم بیوی نے گوندھا ہوا آٹا آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ فَبَصَقَ فِيْهَا وَبَارَكَ۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر ہنڈیا کی طرف متوجہ ہوئے تو اس میں بھی لعاب مبارک ڈالا اور پھر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر نہایت شفقت سے فرمایا۔ اے جابر کی اہلیہ! اُدْعِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ۔ کسی روٹیاں پکانے والی کو بلا لو۔ جو تمہارے ساتھ مل کر روٹیاں پکائے۔ (کیونکہ تم اکیلی اتنی زیادہ

روٹیاں پکانہ سکوگی) اور ہنڈیا کو چولہے سے اتارے بغیر اوپر ہی سے سالن ڈال کر دیتی جاؤ۔ اور پریشان نہ ہونا۔ میرے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی تمہارے ہاں کھانا کھانے آیا ہے۔'' سبحان اللہ۔۔

چنانچہ آپ ﷺ کے حکم' ارشاد اور فرمان پر عمل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر اڑھائی کلو جَو کے آٹے اور چند سیر گوشت میں ایسی برکت ڈال دی کہ ایک ہزار آدمی نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ جب فارغ ہونے کے بعد دیکھا گیا تو۔۔۔ سالن والا پتیلا بھی کناروں تک بھرا ہوا تھا۔ اور آٹے والی پرات بھی اسی طرح لبریز تھی۔ ❶

معروف شارح حدیث امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں نبی کریم ﷺ کے دو معجزات کا ذکر ہے۔

۱: آپ ﷺ کے لعاب دہن کی برکت سے کھانے میں اضافہ ہو جانا۔

۲: آپ ﷺ کو (بذریعہ وحی) قبل از وقت معلوم ہو جانا کہ یہ کھانا ایک ہزار افراد کے لئے کافی ہوگا۔ سبحان اللہ۔

احادیث' سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ''تکثیر طعام'' یعنی کھانے میں اضافے کے بیسیوں معجزات ذکر کیے گئے ہیں مگر ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں چند معجزات کے تذکرے پر اکتفا کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ مولائے کریم ایسے بلند مرتبت رسول کا ہم سب کو فرماں بردار بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

دودھ میں برکت

سرور عالم، پیغمبر عرب و عجم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے عجیب و غریب' خوش کن اور سرور بخش معجزات میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی ''دعا'' سے اللہ تعالیٰ دودھ میں اتنی برکت اور کثرت عطاء فرما دیتا کہ دودھ کا ایک چھوٹا سا پیالہ درجنوں صحابہ کرام کی بھوک اور

❶ صحیح مسلم کتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غیره الی داره من یثق برضاه بذالك: ۲۰۳۹.

پیاس بجھانے کا سبب بن جاتا تھا۔
مشہور صحابی جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''شدت بھوک سے بسا اوقات میری یہ حالت ہو جاتی کہ میں جگر تھام کر زمین پر گر پڑتا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ پیٹ پر پتھر باندھ لیتا، ایک دن میں بھوک سے نڈھال لوگوں کی گزرگاہ میں آ کر بیٹھ گیا۔ رفیق رسول ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو میں نے ان سے قرآن حکیم کی ایک آیت کے بارے میں سوال کیا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ میری حالت دیکھ کر شاید وہ میرے کھانے کا بندوبست فرما دیں مگر وہ یونہی چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو میں نے ان سے بھی قرآنی آیت کا مفہوم پوچھا مگر وہ بھی میرا مقصد سمجھے بغیر ہی گزر گئے۔ پھر وہاں سے ابوالقاسم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا گزر ہوا تو میری حالت دیکھ کر مسکرا دیئے اور آپ ﷺ نے میرے چہرے کی کیفیت سے میری بھوک کی شدت کا اندازہ فرما لیا اور مجھے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ پس میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ چلتے چلتے آپ ﷺ اپنے گھر میں داخل ہو گئے تو میں نے دروازے پر کھڑے ہو کر۔ فَاَسْتَاذِنُ اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ فَاَذِنَ لِیْ۔ تو آپ ﷺ نے مجھے داخلے کی اجازت فرما دی۔ نبی معظم ﷺ نے کمرے میں ایک طرف دودھ کا پیالہ رکھا ہوا دیکھ کر اہل خانہ سے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپ ﷺ کو دودھ کا پیالہ بطور تحفہ بھیجنے والے مرد یا عورت کے نام سے آگاہ کیا گیا۔ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اکرم ﷺ نے اہل صفہ کو بلانے کا حکم دیا۔''

اہل صفہ وہ دینی طالب علم تھے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا۔ انہیں۔ اَضْيَافُ الْاِسْلَامِ (اسلام کے مہمان) کہا جاتا۔ نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی صدقہ آتا تو آپ ﷺ اہل صفہ میں تقسیم فرماتے۔ اور جب کوئی تحفہ آتا تو آپ ان غریب طالب علموں کو

اپنے ساتھ شریک فرما لیتے۔ سبحان اللہ۔۔ اللہ رب العزت ہم سب کو دینی طالب علموں سے محبت اور ان کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ اتنے اصحاب صفہ میں اس ایک پیالہ دودھ کی کیا حقیقت اور حیثیت ہوگی۔ اگر نبی اکرم ﷺ مجھ اکیلے کو ہی دے دیتے تو میں اسے پی کر کچھ قوت اور طاقت حاصل کر لیتا۔ مگر

((وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ بُدٌّ))

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔''

آیئے لمحہ بھر کے لئے ہم اپنے عقیدے اور عمل پر غور فرمائیں۔ اگر ہمارے قلب و ذہن اور عقیدہ وعمل میں اتباع رسول ﷺ کا یہی جذبہ کارفرما ہے تو اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا اور اس پر زندگی بھر کاربند رہنے کا پختہ ارادہ کرنا چاہیے اور اگر اطاعت مصطفیٰ اور فرماں برداری رسول ﷺ کے جذبہ صادقہ میں کوئی کمی ہے تو اسے دور کرنا از بس ضروری ہے۔ کیونکہ:

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
گلے میں پہن لو کرتا محمد ﷺ کی غلامی کا

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے تمام اصحاب صفہ کو بلا کر لائے۔ تمام اصحاب صفہ نبی محترم ﷺ کے دراقدس کے باہر آ کر کھڑے ہو گئے اور فَاسْتَاذَنُوْا۔ سب نے رسول پاک سے اندر حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ فَاَذِنَ لَهُمْ۔ تو آپ ﷺ نے انہیں داخلے کی اجازت فرما دی۔ وَاَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ۔ اور تمام اصحاب صفہ نبی کریم ﷺ کے گھر میں داخل ہو کر بیٹھ گئے۔ اصحاب صفہ کو قطار میں بٹھانے کے بعد امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: خُذْ فَاَعْطِهِمْ۔

یہ پیالہ پکڑ لو اور سب کو پلاتے جاؤ۔ جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دودھ کا وہ پیالہ قطار میں بیٹھے اصحاب صفہ میں سے ہر ایک کو پکڑاتا جاتا اور پلاتا جاتا تھا۔ جب ایک سیر ہو کر پی لیتا تو وہ پیالہ مجھے تھما دیتا۔ میں اس سے اگلے کے ہاتھوں میں دے دیتا۔ اسی طرح تمام اصحاب صفہ نے پیٹ بھر کر دودھ پی لیا۔ جب میں نے آخری شخص کے ہاتھوں سے پیالہ واپس لیا تو صورت حال یہ تھی کہ اصحاب صفہ کے پیٹ بھی بھرے ہوئے تھے اور پیالہ بھی لبالب بھرا ہوا تھا۔ (سبحان اللہ) میں نے اسے پکڑ کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر میری طرف دیکھا اور میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ نے۔ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ۔ مسکرا کر فرمایا۔ اے ابوہریرہ! بَقِيْتُ اَنَا وَاَنْتَ۔ اب دودھ پینے والا میں رہ گیا ہوں اور تو رہ گیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے سچ فرمایا واقعی میں اور آپ ہی رہ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ابوہریرہ بیٹھ جاؤ اور پیٹ بھر کر دودھ پیو۔ فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ۔ میں بیٹھ گیا اور خوب جی بھر کر دودھ پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور پیو۔ میں نے پھر پیا۔ فرمایا اور پیو۔ میں نے تیسری بار خوب سیر ہو کر پیا۔ آپ ﷺ بار بار مجھے پینے کا حکم فرماتے رہے اور میں پیتا رہا۔ آخر میں نے عرض کیا۔ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ لَهٗ مَسْلَكًا۔ مجھے اللہ کی قسم، جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اب تو بالکل گنجائش نہیں ہے۔ فرمایا، لاؤ مجھے پکڑاؤ۔ میں نے وہ پیالہ رسول محترم ﷺ کو پکڑا دیا۔ آپ ﷺ نے پہلے الحمد للہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور پھر بسم اللہ پڑھ کر اصحاب صفہ سے بچا ہوا دودھ پی کر اسے ختم کر دیا۔'' سبحان اللہ۔ [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق: باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابه: ٦٤٥٢.

آپ امام المتقین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنے صحابہؓ اور مریدین کے ساتھ محبت، شفقت اور الفت ورافت کا اندازہ تو فرمائیں کہ دودھ پہلے اپنے مریدوں کو پلایا اور آخر میں خود نوش فرمایا۔ اور آج کل کے نام نہاد مذہبی رہنماؤں اور جعلی پیروں کا حال آپ کے سامنے ہے کہ تمام اچھے اور اعلیٰ قسم کے کھانے ہڑپ کرنے کے بعد جو بچ جائے اسے تبرک کے نام سے مریدوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کائنات کے سب سے بڑے رہنما و مقتدا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور طریقہ مبارک اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ شیخ محمد سعید الفت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی واقعہ کو شعری جامہ پہناتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے۔

بندہ اک دودھ دا پیالہ لیایا
میرے پیر سوہنے نوں آکے پھڑایا
میرے پیر نے ساریاں نوں بلایا
بلا کے مریداں نوں پہلے پلایا
وارو واری سب نوں گیاجاں رجایا
تے سب توں پچھوں خود نوش فرمایا
جاؤ ساری دنیا دا چکر لگاؤ
ایہو جہیا کوئی پیر لبھ کے لیاؤ
جو سارے جہانوں انوکھا نیارا
جہدا نام نامی محمد ﷺ پیارا

ان واقعات مبارکات اور احادیث مقدسات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو بڑے متبرک، اعلیٰ اور اشرف معجزات عطاء فرمائے ہیں۔

کھجوروں میں اضافہ

اللہ رب العالمین نے شفیع المذنبین ﷺ کے وجود اطہر اور جسم معطر کو یہ اعزاز' شرف اور برکت عطاء فرمائی تھی کہ آپ جہاں سے گزر جاتے تھے وہاں برکتیں ہی برکتیں اور رحمتیں ہی رحمتیں ہو جاتی تھیں کہ بقول شاعر ؎

جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
اور وہیں وہیں سحر ہوئی' جہاں جہاں گزر گیا
قدم قدم پہ رحمتیں' نفس نفس پہ برکتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا

حدیث شریف میں ہے کہ جناب جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی سیدنا عبداللہ بن عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہو گئے اور ان کے ذمے بہت زیادہ قرض تھا۔ قرض خواہ جناب جابر رضی اللہ عنہ سے ان کے والد کے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتے جس سے وہ پریشان ہوئے تو انہوں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر صورت حال عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قرض خواہوں سے کھجوریں پکنے تک کی مہلت حاصل کر لو اور جب تمہارے باغ کی کھجوریں تیار ہو جائیں تو میرے پاس آنا۔ چنانچہ جب کھجوروں کی پکائی کا موسم آیا تو جناب جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے دروازے پر دستک دی۔ آپ نے اندر سے پوچھا۔ مَنْ ذَا۔ کون ہے؟ جابر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا۔ اَنَا۔ میں ہوں۔ آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ میں میں کیا ہوتا ہے۔ [1]

جناب جابر رضی اللہ عنہ نے اپنا نام بتایا۔ رسول اکرم ﷺ نے اندر داخلے کی اجازت مرحمت فرمائی آپ اندر حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد محترم جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ فرمایا ہاں معلوم ہے۔ عرض کی آقا میری چھ یتیم بہنیں ہیں۔ فرمایا ہاں مجھے علم ہے۔ آقا

[1] صحیح بخاری، کتاب الاستیئذان، باب اذا قال من ذا فقال أنا: ٦٢٥٠۔

میرے والد کے ذمے کافی قرض ہے۔ فرمایا میں جانتا ہوں۔ عرض کیا اے رسول رحمت کھجوریں پک چکی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب کھجوریں پک کر تیار ہو جائیں تو آپ کو مطلع کیا جائے۔ آپ ﷺ نے جناب جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ۔

صَنِّفْ تَمْرَكَ كُلَّ شَيْئٍ عَلٰى حِدَةٍ کھجوروں کی تمام اقسام کو الگ الگ کر دو۔ عَذْقُ ابْنُ زَيْدٍ عَلٰى حِدَةٍ وَاللِّيْنُ عَلٰى حِدَةٍ وَالْعَجْوَةُ عَلٰى حِدَةٍ ۔سب سے ہلکے درجے کی کھجوروں کا الگ ڈھیر لگاؤ۔ درمیانی کھجوروں کا الگ اور سب سے اعلیٰ قسم کی عجوہ کھجوروں کا الگ ڈھیر لگاؤ اور میرا انتظار کرو۔ سَاَغْدُوْا عَلَيْكَ غَدًا۔ میں دن چڑھے آؤں گا اور ایک روایت میں ہے۔ نَعَمْ آتِيْكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَرِيْبًا مِّنْ نِصْفِ النَّهَارِ ۔میں ان شاء اللہ دوپہر کے قریب آؤں گا۔ [1]

جناب جابر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے فرمان ذیشان سے تسلی ہوگئی۔ ان کا خیال تھا کہ آپ تشریف لائیں گے اور میری سفارش کریں گے تو قرض خواہ کچھ معاف کر دیں گے یا کم از کم یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کی وجہ سے قرض خواہ میرے ساتھ فحش گوئی نہیں کریں گے اور میری کھجوروں سے جتنا حصہ آئے وصول کرلیں گے اور شاید باقی مطالبہ سے دستبردار ہو جائیں۔ جناب جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری خواہش یہ تھی کہ میرے باغ کی ساری پیداوار قرض خواہ لے لیں اور مجھے گھر لے جانے کے لئے ایک کھجور بھی نہ ملے مگر میرے والد کے سر سے قرض کا بوجھ اتر جائے۔

دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرض کی مصیبت سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

''اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نماز میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ اے میرے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ایک شخص نے عرض

[1] صحیح بخاری، کتاب فی الاستقراض باب الشفاعة فی وضع الدین: ۲۴۰۵؛ وفتح الباری.

کیا۔ اے اللہ کے رسول! آپ اکثر قرض سے کیوں پناہ مانگتے رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ آدمی جب مقروض ہوتا ہے تو گفتگو میں جھوٹ بولتا ہے اور وعدوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ [1]

جناب جابر رضی اللہ عنہ نبی محترم ﷺ سے اجازت لے کر اپنی کھجوروں کے باغ میں آ گئے اور رسول مکرم ﷺ کے حکم کے مطابق کھجوروں کو الگ الگ تین ڈھیروں میں تقسیم کر دیا اور بیٹھ کر امام الرسل ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ جب دو پہر کا وقت ہوا تو رحمت عالم ﷺ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی معیت میں تشریف لائے اور آتے ہی۔

''((فَمَشٰى حَوْلَ بَيْدَرٍ مِّنْ بَيَادِرِ التَّمْرِ)) کھجوروں کے ڈھیروں میں سے بڑھے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے اور برکت کی دعا کی، پھر دوسرے ڈھیر کے گرد چکر لگائے اور دعا کی۔ پھر تیسرے ڈھیر کے گرد پھرے اور۔ دَعَا فِیْ ثَمَرِهَا فِي الْبَرَكَةِ۔ اور ان میں برکت کی دعا کی۔ تمام ڈھیروں کے تین تین چکر لگانے اور ہر ڈھیر کے پاس کھڑے ہو کر دعا فرمانے کے بعد آپ ﷺ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ۔ ایک ڈھیر کے قریب بیٹھ گئے اور فرمایا۔ اے جابر! قرض خواہوں کو بلاتے جاؤ اور کھجوریں تول تول کر ان کے حوالے کرتے جاؤ۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام قرض خواہوں کا قرض ادا ہو چکا مگر کھجوروں کے ڈھیروں کا یہ حال تھا کہ كَاَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْئٌ۔ گویا کہ ان میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی۔'' سبحان اللہ۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((لَقَدْ عَلِمْتُ حِيْنَ مَشٰى فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُبَارِكَنَّ اللّٰهُ فِيْهَا))

''جب رسول ﷺ نے کھجوروں کے درمیان چکر لگایا تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اللہ

[1] صحیح بخاری، کتاب فی الاستقراض، باب من استعاذ من الدین: ۲۳۹۷.

تعالیٰ ان کھجوروں میں برکت فرما دے گا۔'' سبحان اللہ۔ [1]

انگلیوں سے پانی

امام المرسلین، رحمت للعالمین جناب محمد کریم ﷺ کے معجزات عجائبات میں سے اس معجزے کو بڑی قدر و منزلت اور فضیلت حاصل ہے کہ اللہ ارحم الراحمین نے پانی کی شدید قلت اور مجبوری کے وقت آپ ﷺ کی متبرک انگلیوں سے پانی جاری فرما دیا، چنانچہ خادم رسول جناب انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''تقریباً ستر (۷۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک قافلہ امام الرسل ﷺ کی قیادت و سیادت میں سفر جہاد پر جا رہا تھا، اشیاء خورد و نوش اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں۔ مشکیزے پانی سے بھرے ہوئے تھے اور جاں نثارانِ اسلام کا یہ قافلہ اپنی مقررہ منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ کئی دن کے طویل سفر اور گرمی کی شدت کے باعث پانی کی قلت پیدا ہوگئی بلکہ ایک دن ایسا بھی آ گیا کہ جب تمام اہل قافلہ کے مشکیزوں سے پانی ختم ہو گیا۔ اسی دوران نماز کا وقت آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بصد ادب و احترام دربارِ رسالت میں عرض کی۔ آقا! پانی نہ ہونے کے باعث ہم پیاس تو برداشت کر سکتے ہیں۔ مگر نماز کی ادائیگی میں کوتاہی اور سستی گوارا نہیں کر سکتے۔ اے اللہ کے رسول! قافلے والوں سے پانی ختم ہو چکا ہے یہاں تک کہ وضو کے لئے بھی پانی موجود نہیں ہے۔ امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ هَلْ مَعَ اَحَدٍ مِنْكُمْ مَاءٌ۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس تھوڑا بہت پانی بھی نہیں ہے۔ آپ کا یہ فرمان ذیشان سن کر ایک شخص اپنے خیمے میں گیا اور ایک پیالہ اٹھا لایا۔ اس پیالے میں صرف اتنا پانی تھا جس سے پیالے کی نچلی سطح ڈھکی ہوئی تھی۔ نبی معظم ﷺ نے وہ پیالہ اپنے سامنے

[1] صحیح بخاری، کتاب فی الاستقراض باب اذا قاصّ اوجازفَهٗ فی الدین نمبر: ۲۳۹۶۔

رکھا۔ فَوَضَعَ يَدَهٗ۔ اور اپنا (دایاں) ہاتھ مبارک اس پیالے کے تھوڑے سے پانی میں رکھ دیا۔ جناب انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((فَرَءَيْتُ الْمَاءَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ)) میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی نکل رہا تھا۔ امام الانبیاء نے فرمایا کہ تَوَضَّئُوْا بِسْمِ اللّٰهِ لوگ آتے جائیں اور بسم اللہ پڑھ کر وضو کرتے جائیں، یہ صورتحال دیکھ کر صحابہ از حد مسرور ہوئے۔ وہ جوق در جوق آ رہے تھے۔ اور بسم اللہ پڑھ کر آپ کی انگلیوں سے نکلنے والے پانی سے وضو کرتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہاں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو فرما لیا۔'' [1]

غالباً اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاعر اسلام مولانا صمصام رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ؎

سردار سبھی سرداراں دا، نالے والی اوگن ہاراں دا
شافع مومن تابعداراں دا، جنہوں شرماں دامن گیردیاں
وجا، عاصا تجب کہڑی گل دا' پتھراں وچوں پانی نت چل دا
پنجاں انگلاں چوں نکلیاں پنج نہراں' ایہہ انگلیاں میرے پیر دیاں

پانی کے فوارے

اسی قسم کا معجزہ ایک دوسرے سفر کے دوران بھی ظہور پذیر ہوا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آبی ضروریات پوری کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے رسول رحمت ﷺ کی بابرکت اُنگلیوں سے پانی کے فوارے جاری فرما دیے۔ چنانچہ صحابی رسول جناب جابر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث صحیح مسلم شریف میں مروی ہے۔ جس کا ہمارے موضوع سے متعلقہ حصہ یہ ہے کہ جناب جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں ایک جنگی سفر کے دوران رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ ایک جگہ پڑاؤ ڈالا

[1] سنن نسائی، کتاب الطهارة، باب التسمیه عند الوضو: ۷۸ قال الالبانی صحیح الاسناد.

تو آپ ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں دور کھڑا ہو گیا۔ بعداز فراغت جب ہم مسلمانوں کے لشکر میں واپس آئے تو میں نے باآواز بلند پکار کر کہا۔ اَلَا وُضُوْءَ، اَلَا وُضُوْءَ، اَلَا وُضُوْءَ۔ لوگو وضو کرو۔ وضو کرو۔ وضو کرو، مگر چونکہ لشکر کے تمام لوگوں کے پاس پانی ختم ہو چکا تھا اس لئے کوئی شخص وضو کرنے کے لئے کھڑا نہ ہوا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں صورت حال عرض کرتے ہوئے آپ کو بتایا۔ کہ ((مَا وَجَدْتُ فِي الرَّكْبِ مِنْ قَطْرَةٍ)) قافلے میں کسی شخص کے پاس پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو کیا اس کی مشک میں تھوڑا پانی موجود ہے؟ جناب جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ وہ انصاری اپنی ایک پرانی مشک میں رسول کریم ﷺ کے لئے پانی ٹھنڈا کیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک سن کر میں انصاری کے پاس گیا اور دیکھا کہ اس کی مشک کے منہ پر پانی کا ایک قطرہ لگا ہوا تھا۔ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس واپس گیا اور عرض کیا حضور ﷺ! پانی تو اس کے پاس بھی نہیں ہے۔ صرف مشک کے منہ پر ایک قطرہ پانی لگا ہوا ہے۔ ارشاد ہوا جاؤ اس مشک کو میرے پاس لے آؤ۔ جب میں وہ مشک لایا تو آپ ﷺ نے اس کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ اپنی زبان مبارک سے کچھ پڑھتے جاتے تھے اور مشک کو دباتے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ نے وہ مشک میرے حوالے فرما دی اور حکم دیا کہ قافلے کا سب سے بڑا برتن ''ٹب'' لانے کے لئے آواز دو۔ میں نے آواز دی تو لوگ بہت بڑا ''ٹب'' اٹھا لائے۔ میں نے اسے آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ ((فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ فِي الْجَفْنَةِ وَبَسَطَهَا وَفَرَّقَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ ثُمَّ وَضَعَهَا فِي قَعْرِ الْجَفْنَةِ)) تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا (دایاں) ہاتھ مبارک پھیلا کر اور انگلیاں کھول کر اس ٹب کی تہہ میں رکھ دیا اور فرمایا: خُذْ

يَا جَابِرُ فَصُبَّ عَلَيَّ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ۔ اے جابر! وہ مشک لاؤ اور بسم اللہ پڑھ کر پانی کا وہ قطرہ میرے ہاتھ پر ڈال دو۔ میں نے بسم اللہ پڑھ کر پانی کا وہ قطرہ آپ کے ہاتھ مبارک پر ڈالا۔ بس بسم اللہ پڑھنے اور اس قطرہ آب کے آپ کے ہاتھ مبارک پر گرنے کی دیر تھی کہ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَوَّرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کے فوارے پھوٹ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ٹب پانی سے لبالب بھر گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے جابر! اعلان کر دو کہ۔ مَنْ كَانَ لَهٗ حَاجَةٌ بِمَاءٍ۔ جسے پانی کی ضرورت ہو وہ آئے اور اپنی ضرورت پوری کرے۔ جناب جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اعلان کی دیر تھی کہ لوگ سنتے ہی پانی کی طرف دوڑے۔ لوگ آتے تھے اور پانی لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ تمام لوگوں نے پانی کے متعلق اپنی حاجات اور ضروریات کو پورا کر لیا۔ پھر آپ ﷺ نے خود پوچھا کہ لشکر میں کوئی ایسا شخص تو نہیں رہ گیا جسے پانی کی طلب اور ضرورت ہو۔ عرض کیا گیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! تمام لوگوں نے اپنی ضروریات پوری کر لی ہیں۔ ((فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَهٗ فِي الْجَفْنَةِ وَهِيَ مَلْاٰى)) تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ ٹب سے نکال لیا۔ تو وہ ٹب پانی سے بھرا ہوا تھا۔" [1]

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

"اس غزوہ میں چار سو غازی ہمرکاب مصطفوی تھے۔" [2]

اللہ ہم سب کو ان بے مثال و بے مثل اور اعلیٰ و باکمال معجزات والے رسول ﷺ فرماں بردار بنائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

[1] صحیح مسلم، کتاب الزھد' باب حدیث جابر الطویل: ۳۰۱۳۔

[2] رحمۃ للعالمین جلد ۳ صفحہ ۱۴۴، مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز۔

5 ذکرِ مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ﴿۴﴾ ﴾(الانشرح: ۱۔۴)

''اے رسول ﷺ! کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ فراخ نہیں کیا؟ اور ہم نے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی پشت کو بوجھل کر رکھا تھا، اور ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو بلند و بالا فرما دیا ہے۔''

تعریفات ربانی اور تحمیدات رحمانی کے بعد لاتعداد' بے شمار و بے حساب درود وسلام سید البشر' رہبر کل' امام الرسل' جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات طیبہ پر جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے آخری نبی' محبوب پیغمبر اور لاڈلے رسول ہیں۔ جن پر خود ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ ہمیں بھی آپ ﷺ پر کثرت سے مسنون درود پاک پڑھنا چاہیے۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ))

اللہ ارحم الراحمین کی خاص مہربانی' خصوصی لطف وکرم اور بے انتہا فضل و احسان کی بدولت نبی اکرم ﷺ کے خصائص' خصائل اور فضائل کا سلسلہ گزشتہ کئی خطباتِ سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور صاحب قرآن کے ساتھ ہماری الفت' محبت اور عقیدت کو مقبول ومنظور فرما کر اسے ہماری دنیاوی کامیابی اور اخروی کامرانی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ سرورِ عالمؐ رہبر کامل جناب محمد مصطفی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے لاتعداد خوبیوں' بے شمار فضیلتوں' بے حساب عظمتوں اور ان گنت رفعتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا اعجاز و اعزاز ہے کہ اس نے رسول پاک ﷺ کی عظمت و رفعت کے لامتناہی تذکروں کو کمال ایجاز و اختصار کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ بقول شاعر

زمانے کی نگاہوں نے بشر ایسا کہاں دیکھا
ملک کو جس کے ایوانِ شرف کا پاسباں دیکھا

ہے درس علم و تہذیب و ادب سیرت محمد کی
رواداری کی ہر منزل میں ان کو ضوفشاں دیکھا

کسی کو سرفراز ایسا نہ پایا عرش رفعت نے
رسولوں میں یہاں دیکھا' فرشتوں میں وہاں دیکھا

بہت آئے نظر لیکن سہیلؔ اس شان کا بندہ
نہ بالائے فلک پایا' نہ زیر آسماں دیکھا

رفع ذکر کا مفہوم

قرآن مجید فرقان حمید کی متعدد آیات میں رسول اکرم ﷺ کی تسلی کا مضمون بیان ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ اے میرے محبوب ﷺ! آپ کافروں' مخالفوں اور حاسدوں کے الزامات' اعتراضات اور اتہامات سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ ان کی باتوں کا کوئی اثر قبول نہ کریں۔ اور ان کی سازشوں کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ یہ آپ کا نام مٹانا چاہتے ہیں اور میں نے آپ کا نام قیامت تک زندہ رکھنے کا فیصلہ فرما لیا ہے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ:

- ہواؤں میں آپ کا ذکر ہوگا۔
- فضاؤں میں آپ کا ذکر ہوگا۔
- عرب میں آپ کا ذکر ہوگا۔
- عجم میں آپ کا ذکر ہوگا۔

- مشرق میں آپ کا ذکر ہوگا۔
- مغرب میں آپ کا ذکر ہوگا۔
- شمال میں آپ کا ذکر ہوگا۔
- جنوب میں آپ کا ذکر ہوگا۔
- زمین میں آپ کا ذکر ہوگا۔
- آسمان میں آپ کا ذکر ہوگا۔
- فرش پر آپ کا ذکر ہوگا۔
- عرش پر آپ کا ذکر ہوگا۔

الغرض مختصر اور آخری فیصلہ یہ ہے کہ:

- جہاں جہاں ذکر خدا ہوگا۔
- وہاں وہاں ذکر مصطفیٰ ہوگا۔

﴿وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝﴾

اے حبیب ﷺ! ہم آپ کے ذکر خیر کو بلند و بالا فرما دیا ہے۔ آپ کی عظمت کے پھریرے کو چار دانگ عالم میں لہرا دیا ہے۔ اور آپ کی ذات کو ہر قسم کی بہتری اور برتری سے سرفراز فرما دیا ہے۔

یہ بات بلاخوفِ تردید، علیٰ وجہ البصیرت اور بہانگ دہل کہی جا سکتی ہے کہ ابتدائے آفرینش سے آج تک ذکر خدا کے بعد سب سے زیادہ ذکر ہو رہا ہے تو ''ذکر مصطفیٰ'' ہی ہو رہا ہے۔ اور قیامت تک خدا کے بعد سب سے زیادہ ذکر ہوگا تو ''ذکر مصطفیٰ'' ہی ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝﴾ (الانشرح: ١۔ ٤)

(اے نبی ﷺ!) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ فراخ اور کشادہ نہیں کر دیا اور ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا ہے جس نے آپ کی پشت کو بوجھل کر رکھا تھا۔ اور ہم نے آپ کی خوشنودی کے لیے آپ کے ذکر کو بلند و بالا فرما دیا ہے۔

خدا اور مصطفیٰ ﷺ

رئیس المفسرین امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات مبارکات کی تفسیر میں نبی اکرم ﷺ کے رفع ذکر کے بارے میں متعدد احادیث و روایات بیان فرمائی ہیں۔ ہم صرف دو احادیث

کے تذکرے پر اکتفا کرتے ہیں۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ۔ جناب جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا اِنَّ رَبِّیْ وَرَبُّكَ يَقُوْلُ كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ۔ بے شک میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ میرے محبوب سے پوچھو۔ میں اس کا ذکر کیسے بلند کروں؟ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس معاملے کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس طرح میرا ذکر بلند فرمانا ہے۔ جناب جبریل علیہ السلام نے آپ کو آگاہ فرمایا کہ آپ کے رب کا فیصلہ یہ ہے کہ۔ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِیْ۔ جہاں میرا ذکر کیا جائے گا۔ وہاں آپ کا ذکر بھی میرے ذکر کے ساتھ کیا جائے گا۔ یعنی جہاں ذکر خدا ہوگا وہاں ذکر مصطفیٰ ﷺ ہوگا۔" [1]

آیئے اس فرمان الٰہی کی روشنی میں غور کریں کہ:

کلمہ طیبہ میں:

- پہلے ذکر خدا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
- پھر ذکر مصطفیٰ ﷺ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

نماز میں:

- پہلے ذکر خدا۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ۔
- پھر ذکر مصطفیٰ ﷺ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ۔

دعاؤں میں:

- پہلے ذکر خدا...... يَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ۔
- پھر ذکر مصطفیٰ...... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

قرآن مجید میں:

[1] تفسیر ابن کثیر سورۃ الانشراح۔

❁...... پہلے ذکر خدا...... اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

❁...... پھر ذکر مصطفیٰ...... وَمَآ اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ

حکم اطاعت میں:

❁...... پہلے ذکر خدا...... یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ۔

❁...... پھر ذکر مصطفیٰ...... وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔

سوالات قبر میں:

❁...... پہلے ذکر خدا...... مَنْ رَّبُّكَ؟

❁...... پھر ذکر مصطفیٰ...... مَنْ نَّبِیُّكَ؟۔

قبر کے جوابات میں:

❁...... پہلے ذکر خدا...... رَبِّیَ اللّٰهُ۔

❁...... پھر ذکر مصطفیٰ...... نَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ۔

الغرض تحت الثریٰ سے فوق السماء تک جہاں ذکر خدا ہوگا وہاں ذکر مصطفیٰ بھی ہوگا۔ کیونکہ۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (اے نبی) ہم نے تیری خاطر تیرے ذکر کو بلند و بالا فرما دیا ہے۔ سبحان اللہ۔

نبی معظم، رسول اکرم، محسن عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ذکر کی بلندی اور رفعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"((لَمَّا فَرَغْتُ مِمَّا اَمَرَنِیْ بِهٖ مِنْ اَمْرِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ)) جب (معراج کی رات) میں آسمانوں اور زمین کی سیر سے فارغ ہوگیا جس کا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ (اور اللہ سے ہم کلامی کا مرحلہ آیا تو) میں نے رب کائنات کے دربارِ عالی شان میں عرض کی: ((یَارَبِّ اِنَّهٗ لَمْ یَكُنْ نَبِیٌّ قَبْلِیْ اِلَّا وَقَدْ كَرَّمْتَهٗ)) اے میرے پروردگار! مجھ سے پہلے جتنے انبیاء کرام مبعوث فرمائے گئے۔ ان میں سے ہر ایک کو آپ نے خصوصی عزت و تکریم سے نوازا۔

جَعَلْتَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا۔ آپ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ وَمُوْسٰی کَلِیْماً۔ اور موسیٰ کو ''کلیم'' بنایا۔ وَسَخَّرْتَ لِدَاوٗدَ الْجِبَالَ۔ داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑوں کو مسخر فرما دیا۔ وَلِسُلَیْمَانَ الرِّیْحَ وَالشَّیَاطِیْنَ۔ ہوا اور جنات کو سلیمان علیہ السلام کا فرماں بردار بنا دیا۔ وَاَحْیَیْتَ لِعِیْسَی الْمَوْتٰی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مردوں کو زندہ فرما دیا۔ فَمَا جَعَلْتَ لِیْ۔ اے مولائے کریم! تو نے مجھے کیا عطا فرمایا ہے؟ نبی محترم ﷺ کے سوال کے جواب میں عرش سے آواز آئی۔ ((اَوَلَیْسَ قَدْ اَعْطَیْتُكَ اَفْضَلَ مِنْ ذَالِكَ كُلِّهٖ)) اے میرے حبیب! کیا میں نے آپ کو ان سب سے افضل واعلیٰ چیز عطا نہیں فرمائی۔؟ عرض کی وہ کون سی؟ رب العزت نے فرمایا وہ یہ کہ۔ اِنِّیْ لَا اُذْکَرُ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیْ میرے ذکر کے ساتھ ہر جگہ آپ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اور میرا ذکر آپ کے ذکر کے بغیر مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔'' [1]

دلائل قرآنی اور آیات ربانی کی روشنی میں علی وجہ البصیرت یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر عالی شان اتنا بلند و برتر اور افضل واعلیٰ ہے کہ:

- ......عالم ارواح میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ......سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ......موسیٰ علیہ السلام کی تورات میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ......داؤد علیہ السلام کی زبور میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ......عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ......آمنہ کی خوابوں میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ......عبدالمطلب کے خیالات میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ......ابوطالب کے تصورات میں ذکر مصطفیٰ ﷺ

---

[1] تفسیر ابن کثیر سورة الانشراح.

- ...... مسجد حرام میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ...... مسجد نبوی میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ...... سدرۃ المنتہیٰ میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ...... مسجد اقصیٰ میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ...... فرشتوں کی زبان پر ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ...... جنات کی لسان پر ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ...... قرآن کی آیات میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ...... نبی کے ارشادات میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ...... پل صراط پر ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ...... حوض کوثر پر ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ...... دروازہ جنت پر ذکر مصطفیٰ ﷺ
- ...... جنت الفردوس پر ذکر مصطفیٰ ﷺ

اگر آپ نے میری گزارشات اور میرے الفاظ پر پوری توجہ دی اور غور فرمایا ہے تو میں نے اپنے موضوع ''ذکرِ مصطفیٰ'' کے اکثر دلائل وبراہین کو اشارات میں عرض کر دیا ہے۔ آیئے ذرا تفصیل سے ان حقائق کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور رحمت مجسم کے ذکر خیر کی وسعت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عالم ارواح میں

اللہ احکم الحاکمین نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے ذکر خیر کو اتنی عظمت ورفعت عطا فرمائی ہے کہ عالم ارواح میں آپ کا تذکرہ اپنی زبان قدرت سے فرمایا۔ اور ایک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو پابند فرمایا کہ وقت آنے پر تم سب نے میرے آخری نبی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانا ہے۔ ان کی فرماں برداری کرنا اور ان کے دین کی نشر واشاعت کے لیے ان کے ساتھ تعاون کرنا ہوگا۔

آیئے تصورات کی دنیا میں ہم آپ کو ''عالم ارواح'' میں لیے چلتے ہیں۔ یہ روحوں کا جہان ہے۔ ابھی انسانی ارواح کو اجسام عطا نہیں کئے گئے۔ صرف روحیں ہی روحیں تھیں۔ اللہ رب العالمین نے اس روحوں کے جہان میں دو جلسے منعقد کیے۔ ایک کانفرنس کا عنوان تھا ''توحید خدا'' اور دوسرے اجتماع کا موضوع تھا ''ذکر مصطفیٰ ﷺ''۔

آپ تصور فرمائیں کہ رب العالمین کے حکم خاص سے قیامت تک دنیا میں آنے والی تمام ارواح حاضر ہیں۔ تاحد نگاہ ''ارواح'' کا جم غفیر ہے۔ خدائے لم یزل کا عرش عظیم لگا اور سجا دیا گیا ہے۔ اللہ احکم الحاکمین مَا یلِیْقُ بِشَانِہٖ اپنی شان کے لائق عرش پر مستوی ہے اور پوری انسانیت کی ارواح سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اولاد آدم کی تمام ارواح بصد احترام عرض کرتی ہیں۔ اے اللہ! کیوں نہیں۔ تو ہی ہمارا رب اور پروردگار ہے۔ ہم تیرے سوا کسی دوسرے کو رب ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں کہ تم سب اس ''عَھْدِ اَلَسْت'' کو یاد رکھنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دنیا میں جا کر اس وعدے کو فراموش کر دو۔ اور پھر حشر کے دن عذر کرو کہ ہمیں تو یہ وعدہ یاد ہی نہیں رہا۔ ہم تو بھول گئے۔ اور توحید خداوندی کا اقرار تو ہماری یادداشت سے بالکل ہی محو ہو گیا۔ اور ہاں پھر تمہارا یہ عذر بھی قابل قبول نہ ہوگا کہ ہم نے شرک کی ابتدا نہیں کی تھی بلکہ یہ چیز تو ہمارے آباؤ اجداد سے چلی آرہی تھی۔ اور ہم تو آبائی رسوم ورواج کے پابند اور خاندانی روایات کے امین تھے۔ لہٰذا عقیدۂ توحید میں شرک کی ملاوٹ اور عبادت الٰہی میں غیر اللہ کی شرکت کے بارے میں ہم سے باز پرس نہ کی جائے۔ کیونکہ ہم اس کے موجد اور بانی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی اس امر کی وضاحت فرما دی کہ عقائد واعمال کے بارے میں تم میں سے ہر شخص اپنے کئے کا خود ذمہ دار اور مسؤل ہے۔ قرآن حکیم عالم ارواح میں منعقد ہونے والی ''توحید کانفرنس'' کی کاروائی یوں بیان فرماتا ہے۔

﴿وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا

عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۱۷۲، ۱۷۳)

''اور یاد کرو! جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور انہیں ان کی جانوں پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا۔ کیوں نہیں۔ ہم گواہ ہیں۔ (یہ عہد اس لیے لیا گیا کہ) کہیں تم قیامت کے دن یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے غافل تھے۔ یا تم کہو کہ شرک تو اس سے قبل ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم تو ان کے بعد کی اولاد تھے اور کیا آپ ہمیں باطل پرستوں کی وجہ سے ہلاکت میں ڈال رہے ہیں؟''

دوسری مرتبہ اللہ رب العزت نے عالم ارواح میں اپنی قدرت کاملہ سے تمام انبیاء کی ارواح کو جمع فرمایا۔ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ارواح کا عظیم اجتماع ہے۔ اور یہ عام انسانوں اور عوام کا اجتماع نہیں۔ بلکہ ان اولوالعزم اور برگزیدہ شخصیات کا مجمع ہے۔ جنہیں رب کائنات دنیا میں منصب نبوت عطا فرمانے والا ہے۔ جن کے سروں پر کلاہ رسالت سجنے والی ہے۔ اور جنہیں تاج نبوت پہنائے جانے والے ہیں۔ مختصر یہ کہ مجمع بھی بے مثال ہے اور مقرر بھی بے مثال، سامعین بھی باکمال ہیں اور خطیب بھی لازوال ہے۔ اس جلسے میں ایک طرف جناب آدم علیہ السلام نظر آ رہے ہیں۔ دوسری طرف سیّدنا نوح علیہ السلام ہیں۔ ادھر دیکھیں ابراہیم خلیل اللہ تشریف فرما ہیں۔ ادھر نظر دوڑائیں تو موسیٰ کلیم اللہ ہمہ تن گوش ہیں۔ یہ انبیاء کا اجتماع ہے۔ مقرر خدا ہے اور موضوع ''ذکرِ مصطفیٰ'' ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ﴾ اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے پختہ وعدہ لیا کہ اے میرے انبیاء: ﴿لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ﴾

جب میں تمہیں کتاب وحکمت عطا فرما دوں۔ تمہارے سروں پر کلاہ نبوت سجا دوں۔ منصب رسالت پر بٹھا دوں۔ وحی سے سرفراز فرما دوں۔ تمہارے ہاتھوں میں اپنی کتاب تھما دوں۔ لوگوں کو آپ کا فرماں بردار بنا دوں۔ تمہاری نبوت کا سکہ جما دوں اور تمہاری اُمتوں

کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کر کے انہیں تمہارا کلمہ پڑھنے کی سعادت نصیب فرما دوں۔ تمہاری نبوت کا سکہ چل رہا ہو۔ لوگ آپ کا کلمہ پڑھ رہے اور آپ کی محبت کا دم بھر رہے ہوں۔ ثُمَّ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ۔ پھر تمہارے پاس میرا عظمت والا' بلند مرتبے والا' نرالی شان والا' اعلیٰ مقام والا' بے حد احترام والا۔ رَسُوْلٌ۔ کی تنوین تعظیم کے لیے ہے۔ یعنی تم میں سے کسی کی نبوت و رسالت کا دور ہو اور کسی ایک کے زمانہ نبوت و رسالت میں میرے آخری رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لے آئیں۔ وہ اپنی زبان مقدس ومطہر سے۔ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ۔ تمہاری کتاب کی تصدیق فرمائیں۔ تو اے میرے رسولوں کی جماعت اور اے میرے نبیوں کے گروہ! اس رسول کی تشریف آوری کے بعد تم نے اور تمہاری اُمتوں نے کلمہ پڑھنا ہوگا تو جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا کلمہ پڑھنا ہوگا۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ البتہ تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی دعوت کو پھیلانے میں اس کی مدد کرو گے۔

یعنی اللہ تعالیٰ انبیاء ورُسل سے وعدہ لے رہے ہیں کہ اگر تم میں سے کسی کے عہد نبوت میں سرور عالم' پیغمبر اکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئیں تو تم نے نہ صرف ان پر ایمان لانا۔ ان کا کلمہ پڑھنا اور ان کے اُمتی بن جانا ہوگا بلکہ اس کی دعوت کو چار دانگ عالم پھیلانے کے لیے، ان کے نظریات کی اشاعت کے لیے اور ان کے فرمودات کو عام کرنے کے لیے ان سے تعاون بھی کرنا ہوگا۔

تاکید مزید

اگر عام نظر سے دیکھا جائے تو بات یہاں مکمل ہو جاتی ہے۔ انبیاء کرام کو رب العالمین کی طرف سے حکم مل چکا ہے۔ مگر بات کو مزید پختہ کرنے کے لیے' انبیاء کرام کی زبانوں سے ہمارے آقا ﷺ کی رسالت کا اقرار کروانے کے لیے اور انہیں اس بات کی اہمیت کا یقین دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ﴾

''کیا تم اس کا اقرار کرتے اور میرے اس عہد کو قبول کرتے ہو؟''

قرآنی الفاظ کے سیاق و سباق اور اندازِ تخاطب کے حوالے سے اگر میں یوں کہوں تو شاید مبالغہ نہ ہو کہ رب العزت نے فرمایا اے میرے انبیاء! اگر تم اس وعدے کا اقرار کرو میرے محبوب پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت و رسالت کو ماننے کا عہد کرو اور اس کی امداد و اعانت کی حامی بھرو تو میں تمہیں منصب نبوت دینے کا اعلان کرتا ہوں۔ اگر تم یہ وعدہ نہیں کرو گے تو تمہیں منصب نبوت عطا نہیں فرمایا جائے گا۔ ءَاَقْرَرْتُمْ کیا تم اقرار کرتے ہو؟ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ اور میرے اس عہد کو قبول کرتے ہو؟۔

قرآن حکیم اس بات پر شاہد عدل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام الرسل ﷺ کی عظمت، رفعت بزرگی، برتری اور مقام و مرتبے کا اعلان سن کر اور آپ ﷺ کی اتباع، اطاعت اور فرماں برداری کا حکم سن کر تمام انبیاء اور رسولوں نے بیک زبان کہا۔ اَقْرَرْنَا ہم اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ اگر ہم میں سے کسی کی زندگی میں ''وہ رسول'' آ گیا تو ہم نبوت کی مسند چھوڑ کر، رسالت کا منصب چھوڑ کر اور امامت کا مصلیٰ چھوڑ کر اس رسول کے امتی بن جائیں گے۔ اور اپنی اُمتوں کو بھی اس کی فرماں برداری کا حکم سنائیں گے۔ اس کی موجودگی میں ہم اپنا سکہ نہیں چلائیں گے۔ اپنا کلمہ نہیں پڑھائیں گے۔ لوگوں کو اپنے پیچھے نہیں لگائیں گے۔ بلکہ سب کو جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا مطیع و فرماں بردار بنائیں گے۔ سبحان اللہ

لمحہ بھر کے لیے سوچئے اور غور فرمایئے کہ جب امام الرسل ﷺ کی بعثت و تشریف آوری کے بعد کسی نبی اور رسول کی اتباع جائز نہیں تو آپ کی حدیث، فرمان، سنت اور طریقے کی موجودگی میں کسی امتی کی تقلید کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔؟ جب فرمان مصطفیٰ ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی نبی اور رسول کی بات ماننا جائز نہیں تو آپ کی تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی امتی کی فقہ اور فتاویٰ پر عمل کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

ہوتے ہوئے مصطفیٰ ﷺ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و قرار

انبیاء کرام کی طرف سے اس واضح اور دوٹوک اقرار کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ ﴾
''پس تم سب اس عہد و پیان پر گواہ رہو۔ اور میں بھی آپ کے ساتھ (اس امر) کا گواہ ہوں۔''

پھر فرمایا یہ صرف وعدے کی حد تک بات نہیں کہ بات ہوئی اور ختم ہوگئی بلکہ اگر تم میں سے کسی کے ساتھ ایسی صورت حال پیش آ جائے اور وہ اس عہد و میثاق کی پابندی نہ کرے تو یاد رکھو میں اس معاہدے کی خلاف ورزی کی بناء پر اسے فاسقوں کی صف میں کھڑا کر دوں گا۔ اللہ اکبر

فرمان ربانی پر توجہ فرمالیں اور اپنے اعمال کا حساب لگالیں۔ ارشاد ہوا:
﴿ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ﴾ (آل عمران: ۸۲)
''پھر اس (عہد و اقرار) کے بعد جو کوئی پھر جائے تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اس آیت مبارکہ سے یہ امر واضح ہوگیا کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید والوہیت کا وعدہ لینے کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کے روبرو ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' کا موضوع بیان فرمایا۔

مسجد اقصیٰ میں

میثاق انبیاء کی عملی توثیق کے لیے جناب عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت تشریف لائیں گے۔ آپ دمشق کے مشرقی سفید مینار کے پاس نزول اجلال فرمائیں گے۔ عدل وانصاف قائم فرمائیں گے۔ دجّال کو قتل کریں گے۔ نبی محترم ﷺ کے دین کی تبلیغ فرمائیں گے۔ قرآن وسنت کی نشر واشاعت فرمائیں گے۔ اور جب دنیا میں تشریف لائیں گے تو نبی اور رسول کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ ہمارے آقا ﷺ کے اُمتی اور فرماں بردار بن کر آئیں گے۔ اور لوگوں کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پڑھائیں گے۔ اور اسی کلمہ توحید ورسالت پر اُمت محمدیہ کو جمع فرمائیں گے۔ اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں میثاق انبیاء کا عملی اظہار ہوگا اور سرور کونین ﷺ کی فضیلت وعظمت کا پھریرا لہرائے گا۔

اللہ رب العزت نے نبی معظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے سفر معراج میں بھی میثاق انبیاء کی عملی توثیق کروائی کہ جب نبی آخر الزماں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سید الملائکہ جناب جبریل علیہ السلام کی معیت میں بذریعہ براق مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے۔ تو سابقہ انبیاء کرام وہاں جمع تھے۔ اور بروایت ابن ابی حاتم جسے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں اذان دی گئی ظاہر ہے کہ وہ نبی معظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ والی اذان تھی اور انبیاء عظام نے اس اذان کا جواب بھی دیا۔ اس طرح تمام انبیاء سابقین علیہم السلام نے آپ کا کلمہ۔

((اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ))

پڑھ کر آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کی۔ پھر تکبیر یعنی اقامت کہی گئی۔ اب تمام انبیاء کرام منتظر تھے کہ دیکھیں ''امامت انبیاء'' کا شرف کون حاصل کرتا ہے۔

آپ ذرا تصور فرمائیں۔ مسجد اقصیٰ کی بابرکت سرزمین۔ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا اجتماع۔ اذان واقامت ہو چکی۔ صفیں درست ہو چکیں۔ چشم فلک منتظر۔ کائنات دم بخود۔ فرشتے حیران۔ کیونکہ اس اجتماع عظیم میں آدم صفی اللہ موجود ہیں۔ نوح نجی اللہ موجود ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ موجود ہیں۔ داؤد خلیفۃ اللہ موجود ہیں۔ عیسیٰ روح اللہ موجود ہیں۔ مگر کسی کو اجازت نہیں کہ وہ مصلیٰ امامت پر کھڑے ہوں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ. ❶

''پس نماز کا وقت ہوا تو میں نے ان (انبیاء کرام) کی امامت کروائی۔''

مسجد اقصیٰ میں امامت انبیاء کا شرف عظیم حاصل ہونے سے واضح ہو گیا کہ

جتھے ہووے محمد ﷺ ایہہ ہو ای نئیں سکدا
سوہنے اگے کوئی کھلو ای نئیں سکدا

❶ صحیح مسلم: ۱۷۲.

شب معراج تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے بیت المقدس میں جمع ہو کر آپ کی امامت میں آپ کی شریعت کے مطابق نماز ادا کرنا میرے خیال میں روز اول کے عہد و میثاق کی عملی توثیق تھی۔ اس طرح ارواح انبیاء سے لیا گیا۔ لَتُؤْمِنُنَّ۔ کا وعدہ پورا ہو گیا۔ اور تمام انبیاء کرام نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے اس میثاق کو پورا فرما دیا۔ اور مسجد اقصیٰ ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' سے گونج اٹھی۔ آپ لمحہ بھر کے لیے اس واقعہ کے اس پہلو پر بھی غور فرمائیں کہ جہاں امام الرسل جناب محمد مصطفیٰ ﷺ بذات خود موجود ہوں اور تشریف فرما ہوں۔ وہاں۔

- ...... ابوالبشر آدم صفی اللہ جماعت نہیں کروا سکتے۔
- ...... نوح نجی اللہ علیہ السلام مصلیٰ امامت پر نہیں کھڑے ہو سکتے۔
- ...... ابراہیم خلیل اللہ' موسیٰ کلیم اللہ' داؤد خلیفۃ اللہ' عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام آگے نہیں بڑھ سکتے اور امامت کا فریضہ انجام نہیں دے سکتے۔ تو کوئی مولوی' امتی' حافظ' پیر' فقیر' درویش اور نعت خواں آپ ﷺ کی موجودگی میں کس طرح امامت کروا سکتا ہے اور مصلّے پر کھڑا ہو سکتا ہے؟۔

ہمارے ہاں بعض غلوّ پسندوں کے خیال میں رسول محترم ﷺ ان کی مجالس' محافل اور جلسوں میں تشریف لاتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگوں کے خیال میں آپ ﷺ ہر وقت ہر جگہ موجود و حاضر ہوتے ہیں۔ تو غور فرمائیں کہ جب نماز کی جماعت کا وقت ہوتا ہے۔ تو ان مساجد میں ''امام'' کون بنتا ہے؟ نماز کون پڑھاتا ہے۔ اور مصلیٰ امامت پر کون کھڑا ہوتا ہے؟ سوچئے۔ پھر سوچیے۔ نبی اکرم موجود ہوں تو کوئی نبی' رسول اور پیغمبر بھی امام نہیں بن سکتا۔ مگر ہمارے ہاں کے مولوی صاحب بن سکتے ہیں؟ معاذ اللہ۔

آپ خود ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

آپ ﷺ کی ہر جگہ' ہر وقت موجودگی (بالفاظ دیگر آپ کو حاضر و ناظر جاننے) کا عقیدہ

قرآن وسنت کے سراسر خلاف اور عقل سلیم سے بالکل متصادم ہے۔ اپنے علم، سمع، بصارت، اختیارات اور صفات کے اعتبار سے ہر وقت، ہر جگہ موجود ہونا یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا خاصا اور اسی کے شایان شان ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝﴾ (المجادلہ : ۷)

”نہیں مشورہ کرتے تین آدمی مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ اور نہیں سرگوشی کرتے پانچ مگر ان کا چھٹا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ جہاں بھی وہ ہوں۔ پھر وہ (اللہ تعالیٰ) قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا

ذکر مصطفیٰ، عظمت مصطفیٰ اور فضیلت مصطفیٰ ﷺ کا یہ پہلو بھی غور طلب اور لائق توجہ ہے کہ آپ ﷺ ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے۔ آپ کی ولادت باسعادت کا مرحلہ ابھی نہیں آیا اور آپ کی بعثت مبارکہ کا زمانہ ابھی دور تھا کہ آپ ﷺ کا ذکر خیر عالم ارواح میں ہو رہا ہے۔

- ابراہیم کی دعاؤں میں ہو رہا ہے۔
- موسیٰ کی تورات میں ہو رہا ہے۔
- عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں ہو رہا ہے۔
- سرداران عرب کی خوابوں میں ہو رہا ہے۔
- آپ علیہ السلام کا ذکر خیر فضاؤں میں ہو رہا ہے۔
- ہواؤں میں ہو رہا ہے۔
- زمین پر ہو رہا ہے۔
- آسمان پر ہو رہا ہے۔

❀ آپ ﷺ کا ذکر خیر عرب میں وہ رہا ہے۔ ❀ عجم میں ہو رہا ہے۔

❀ شرق میں ہو رہا ہے۔ ❀ غرب میں ہو رہا ہے۔

❀ شمال میں ہو رہا ہے۔ ❀ جنوب میں ہو رہا ہے۔

❀ خشکی میں ہو رہا ہے۔ ❀ تری میں ہو رہا ہے۔

❀ بحر میں ہو رہا ہے۔ ❀ بر میں ہو رہا ہے۔

الغرض سارے جہاں میں ذکر ہو رہا ہے۔تو ''ذکر خدا'' ہو رہا ہے اور ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ

آیئے تصورات کی دنیا میں مکہ مکرمہ چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بار بار خانہ کعبہ کی زیارت نصیب فرمائے۔آمین۔ بیت اللہ تعمیر ہو رہا ہے۔ دیواریں کھڑی کی جارہی ہیں اور پتھر لگائے جارہے ہیں۔ اس عمارت کا معمار بھی اعلیٰ اور گارا، اینٹیں پکڑانے والا مزدور بھی اعلیٰ...... یہ سرزمین بھی اعلیٰ...... خلیل کی جبین بھی اعلیٰ ...... یہ حطیم بھی اعلیٰ...... یہاں کا مقیم بھی اعلیٰ...... بنایا جارہا ہے۔ بیت اللہ۔ معمار خلیل اللہ۔ مزدور ذبیح اللہ۔ نگران خود اللہ......اور مانگا جارہا ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔

اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر ہو چکی ہے۔ اب معمار اور مزدور' کعبہ سے ذرا ہٹ کے کھڑے ہیں۔ نظریں کعبے پر جمی ہوئی ہیں۔ یہ دونوں کعبے کو دیکھ رہے ہیں اور کعبے کا خدا عرش سے جھانک کر ان دونوں کو دیکھ رہا ہے۔ باپ بھی خوش...... بیٹا بھی خوش...... ذبیح بھی فرحاں...... خلیل بھی شاداں اور جلیل بھی نازاں...... سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرض کرتے ہیں۔ اللہ کچھ مانگنا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ اے ابراہیم! اب تک میں کہتا آیا ہوں اور آپ مانتے آئے ہیں۔ اب مانگنا آپ کا کام ہے۔ اور عطا فرمانا میرا کام ہے۔ رب العالمین! آپ کے حکم پر میں نے ماں کی ممتا کو قربان کیا۔ باپ کی محبت کو قربان کیا۔ برادری اور خاندان کی الفت کو قربان کیا۔ آپ کی یکتائی کے لیے میں نے نمرود کے دربار میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کیا۔ آپ کی توحید کی خاطر مجھے نارِ نمرود میں پھینکا گیا۔ مگر میں نے دھکتی ہوئی آگ میں چھلانگ

اگانے سے انکار نہ کیا۔ آپ کے ارشادات کی تعمیل میں میں نے وطن کو خیر باد کہا۔ اور آپ کی محبت کو بیٹے کی محبت پر ترجیح دیتے ہوئے اپنے فرزند ارجمند کے گلے پہ چھری رکھ دی۔ اور اب آپ کے حکم پر بیت اللہ تعمیر کر دیا۔ اب تک جو آپ نے کہا وہ میں نے مانا۔ کیا اب میری درخواست ماننے کا وقت نہیں آیا۔ ارشاد ہوا: ابراہیم! مانگو تو سہی' دست سوال دراز کرو تو سہی۔ دامن پھیلاؤ تو سہی۔ ہاتھ اٹھاؤ تو سہی۔ ابھی تیرے دعا والے ہاتھ منہ پر نہیں پھریں گے کہ میں تیری دعا کو پہلے قبول فرما لوں گا۔ اب دونوں باپ بیٹا ہاتھ اٹھا کر عرض کرتے ہیں۔ ابراہیم دعا کرتے ہیں۔ اسماعیل آمین کہتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس موقع پر ابراہیم واسماعیل کی متعدد دعاؤں میں سے آخری دعا کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

﴿ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

''اے ہمارے پروردگار! ان میں سے ایک برگزیدہ رسول ان میں مبعوث فرما۔
وہ ان کے سامنے تیری آیات' تلاوت کرے اور ان کو کتاب وحکمت سکھلائے۔
اور انہیں (کفر وشرک سے) پاک کرے۔ بلاشبہ تو ہی غالب حکمت والا ہے۔''

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا میں رَسُوْلًا سے مراد جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

ایک دعا وہ ہے جو ہم جمعہ کے دن مانگتے ہیں...... ایک دعا وہ ہے جو آپ مصلے پر بیٹھ کر مانگتے ہیں...... ایک دعا وہ ہے جو ہماری مائیں' بہنیں' بیٹیاں گھروں میں مانگتی ہیں...... ایک دعا وہ ہے جو فرض نماز کے بعد مانگی جاتی ہے...... ایک دعا وہ ہے جو سحری کے خاص وقت میں رَب العالمین سے مانگی جاتی ہے...... ایک دعا وہ ہے جو علماء' صلحاء' فقہاء' اتقیاء اور اولیاء مانگتے ہیں...... ایک دعا وہ ہے جو اصفیاء اور طلباء مانگتے ہیں...... مگر جس دعا کا تذکرہ میں اس وقت کر رہا ہوں' یہ دعا امام الموحدین نے ''مقام ابراہیم'' پر کھڑے ہو کر کعبہ کو سامنے رکھ کر دربار الٰہی میں کی تھی۔ اور کہا تھا اے اللہ! تیرا گھر ہم نے تعمیر کر دیا ہے۔ اب اس کی آبادی کے لیے

یہاں ''مُحَمَّدٌ'' ﷺ کو خطیب بنا کر مبعوث فرما دے۔

دعا مانگنے والا خلیل اللہ' آمین کہنے والا ذبیح اللہ' دعا مانگنے کی جگہ بیت اللہ۔ جس سے مانگا جارہا ہے وہ ''اللہ'' اور جو مانگا جارہا ہے۔ وہ ''محمد رسول اللہ'' کسی شاعر نے سچ کہا ہے:

سب کچھ مانگ لیا تجھ کو خدا سے مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

اللہ تعالیٰ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دعائیہ الفاظ میں ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' ایسا پسند آیا کہ خالق ارض وسماء نے اس تذکرۂ رسول کو قرآنی الفاظ بنا کر نازل فرما دیا اور ان الفاظ کو قیامت تک کیلئے محفوظ فرما دیا۔ کہ جب تک زمیں رہے گی۔ جب تک زماں رہے گا۔ جب تک مکیں رہے گا۔ جب تک مکاں رہے گا اور جب تک نظام کائنات جاری اور ساری رہے گا۔ قرآن مجید تلاوت ہوتا رہے گا۔ اور جب تک قرآن حکیم تلاوت ہوتا رہے گا دعائے ابراہیم کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔ اور اس میں ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' کا موضوع بیان ہوتا رہے گا۔

سابقہ کتب سماوی میں

قرآن حکیم کی متعدد آیات مبارکات میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ رسول معظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی ولادت سے سینکڑوں سال پہلے اہل کتاب کے ہاں معروف ومشہور ہو چکے تھے اور یہود ونصاریٰ کی مذہبی کتابوں میں آپ ﷺ کی صفات، اوصاف' خصائص اور کمالات بالکل واضح طور پر بیان ہو چکے تھے بلکہ آپ ﷺ کے رفقاء اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوبیاں بھی ان کتب میں بیان ہو چکی تھیں۔ قرآن مجید کے نویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ۫ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ

كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

''جو لوگ اُمی نبی کی اتباع کرتے ہیں جس (کے ذکر) کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ (نبی ﷺ) انہیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے۔ اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔ اور ان سے ان کا وہ بوجھ اور طوق اتارتا ہے جس نے انہیں جکڑ رکھا تھا۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم کی اور اس کی امداد کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ ﷺ کے ساتھ اتارا گیا ہے۔ وہی لوگ کامران و کامیاب ہیں۔''

آپ اس قرآنی آیت کے ایک ایک لفظ پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے واشگاف الفاظ میں فرما دیا کہ تورات میں نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی مگر اس میں اپنے آخری رسول ﷺ کے اوصاف بیان فرما دیئے اور انجیل میں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی اور اس میں بھی نبی آخر الزماں ﷺ کے خصائص، محاسن، محامد اور فضائل کا تذکرہ فرما دیا۔ آپ ﷺ کے جن پاکیزہ اوصاف کا تذکرہ سابقہ کتب سماوی کے حوالے سے اس آیت میں فرمایا گیا وہ یہ ہیں۔

- نیکی کا حکم دینے والے
- برائی سے روکنے والے
- پاکیزہ چیزوں کو حلال کرنے والے
- ناپاک اشیاء کو حرام کرنے والے
- انسانوں کے ناروا بوجھ اتارنے والے
- غیر شرعی رسوم و رواج کی زنجیریں توڑنے والے

پہلی آسمانی کتابوں میں ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' کے موضوع پر قرآن عزیز کی درجنوں آیات پیش کی جا سکتی ہیں مگر اختصار کے پیش نظر ہم مزید صرف ایک قرآنی آیت پر اکتفا کرتے ہیں۔ رب العزت تورات و انجیل اور زبور پر عمل کا دعویٰ کرنے والے اہل کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں بکثرت تذکرہ آنے کی وجہ سے نبی مکرم ﷺ کی آمد

اُن کے ہاں اس حد تک معروف تھی کہ وہ روزمرہ کی گفتگو میں اکثر آپ ﷺ کی بعثت، ولادت اور آمد کا اظہار واقرار کیا کرتے تھے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ﴾

(البقرہ: ١٤٦)

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ آپ ﷺ کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔''

تورات میں ذکرِ رسول ﷺ

آگے بڑھنے سے پہلے میرا جی چاہتا ہے کہ سابقہ کتب ساوِی میں ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' کے حوالے سے صحیح بخاری کی ایک روایت بھی آپ کی خدمت میں عرض کروں تا کہ ذکر رسول ﷺ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔ مشہور تابعی جناب عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے صحابی رسول جناب عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔

((اَخْبِرْنِیْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی التَّوْرَاةِ))

''مجھے تورات میں مذکور آپ ﷺ کے اوصاف کی خبر دیجئے۔''

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمَوْصُوْفٌ فِی التَّوْرَاةِ بِبَعْضٍ فِی الْقُرْآنِ))

''ہاں۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے جو اوصاف قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔ ان میں بعض صفات کا ذکر تورات میں بھی موجود ہے۔''

جیسا کہ یہ قرآنی اوصاف۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴾

''اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے بنا کر بھیجا ہے۔''

نیز تورات میں آپ ﷺ کے مزید اوصاف بھی بیان ہوئے ہیں کہ آپ علیہ السلام

- حِرْزًا لِّلْاُمِّيِّيْنَ۔ ان پڑھوں کی پناہ گاہ میں۔
- اَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔
- سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّل۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔
- لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ۔ آپ ترش رو اور سخت دل نہیں ہیں۔
- وَلَا صَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ۔ اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں۔
- وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ۔ برائی کا جواب برائی سے دینے والے نہیں ہیں۔
- وَلٰكِنْ يَّعْفُوْا وَيَغْفِرُ۔ بلکہ معاف کرنے اور بخش دینے والے ہیں۔

اور اللہ اس وقت آپ ﷺ کی روح قبض نہیں کرے گا۔

- حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ۔ جب تک آپ اپنے ہاتھوں ٹیڑھی ملت کو سیدھا نہ کرلیں اور وہ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ نہ پکارنے لگیں۔ اور جب تک آپ کے کلمے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور غافل دلوں کو کھول نہیں دے گا۔ [1]

آپ نے صحیح بخاری کی اس روایت کے الفاظ اور ان کے معانی پر غور فرمایا کہ اس میں کیسے واضح اور شاندار انداز میں تورات میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف، محاسن اور خصائل بیان کئے گئے ہیں۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت

جوں جوں بعثتِ مصطفیٰ اور سرکار کی آمد کا زمانہ قریب آ رہا تھا۔ توں توں آپ ﷺ کے تذکرے زبان زدِ خاص و عام ہو رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ایسے اسباب پیدا فرما رہا تھا۔ کہ اب بات اوصاف، خصائص، محامد، محاسن اور صفات سے آگے "نام کے اظہار" تک پہنچنے والی تھی۔ بلکہ پہنچ چکی تھی۔ وہ "تذکرہ رسول ﷺ" جو عالم ارواح میں میثاق انبیاء سے شروع ہوا تھا۔ اب عملی صورت اختیار کرنے والا تھا۔ مختلف انبیاء کرام نے جو خوشخبری اپنی

[1] صحيح بخاری، كتاب البيوع، باب كراهية السخب في الاسواق: ٢١٢٥.

امتوں کو سنائی تھی۔ وہ خوشخبری ظہور پذیر ہونے والی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی یعنی نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے تقریباً چھ سو سال قبل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا۔ اور اپنی زبان نبوت سے ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' کا اعلان فرمایا۔

آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید الٰہی کی دعوت دینے کے بعد فرمایا۔ اے میری قوم! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں تورات کی تصدیق کے لیے اور اپنے بعد ایک برگزیدہ رسول کی خوشخبری سنانے اور اس کی آمد کی اطلاع دینے کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔ اور اب معاملہ صرف صفات وخصوصیات کا نہیں بلکہ میں تمہیں اس کے ایک ذاتی نام سے بھی آگاہ کرنا چاہتا ہوں تا کہ جب اس کی آمد کا اعلان ہو تو اس کی رسالت ونبوت کی تصدیق میں تمہیں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ قرآنی الفاظ ہیں:

﴿وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۝﴾

''اور (یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں (جو مجھ سے پہلے آئی ہے) اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایک (برگزیدہ) رسول کی جو میرے بعد تشریف لائے گا۔ اس کا نام ''احمد'' ہوگا۔''

شاعر حقیقت مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعائے خلیل ونوید مسیحا کا ذکر بڑے خوبصورت الفاظ میں فرمایا ہے:

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحاء نے کی وہ ودیعت چلے آئے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا......!

ان قرآنی آیات' احادیث مبارکات اور انبیاء کرام کے واقعات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ اللہ رحیم و کریم نے ہمارے نبی معظم ﷺ کے ذکر خیر کو اتنی وسعت' برکت اور عظمت عطا فرمائی کہ عالم ارواح سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اعلان تک ہر دور میں اگر کوئی موضوع مسلسل بیان ہوتا رہا ہے تو وہ ایک ''ذکر خدا'' ہے اور دوسرا ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' ہے۔ اللہ رب العزت نے یہی بات سورت الانشراح میں بیان فرمائی کہ:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اے نبی اکرم ﷺ! ہم نے آپ کے ذکر کو بلند و بالا فرما دیا ہے۔ کہ جہاں ذکر خدا ہوگا وہاں ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' بھی ہوگا۔

سیدہ آمنہ کا خواب

ابھی سرور کائنات اس عالم رنگ و بو میں تشریف نہیں لائے تھے کہ آپ کی والدہ محترمہ سیّدہ آمنہ کے وجودِ مبارکہ میں ایسی علامات ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں جس سے عیاں ہوتا تھا کہ کوئی برگزیدہ ہستی دنیا میں جلوہ افروز ہونے والی ہے۔ سیّدہ آمنہ کو خوابوں اور الہاموں کے ذریعے ''عظمت مصطفیٰ ﷺ'' سے آگاہ کر دیا گیا اور ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' کا عنوان سمجھا دیا گیا تھا۔ چنانچہ تاریخی روایات میں ہے کہ:

> ''آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ ایک رات مکہ مکرمہ میں حرمِ کعبہ کے پڑوس اپنے دولت کدہ کے اندر آرام فرما تھیں کہ حالت خواب میں ایک خوبصورت فرشتے نے حاضر ہو کر آپ کو بشارت دی کہ آپ کو برگزیدہ خلائق اور سیدالامم کی والدہ کا اعزاز حاصل ہونے والا ہے۔ آپ کی گود میں عظیم المرتبت مہمان ورودِ مسعود فرمانے والا ہے اور انسانیت کے سردار تشریف لانے والے ہیں، یاد رکھیے۔ آپ نے عبداللہ کی نشانی' ابراہیم کی دعاؤں کے ثمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارتوں کے مصداق اُس نبی موعود کا نام مبارک ''محمد'' رکھنا ہے۔''

بعض سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ سیدہ آمنہ کو خواب میں حکم ہوا تھا کہ آپ نے نومولود کا نام ''احمد'' تجویز کرنا ہے۔ ممتاز محقق اور سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر

فرماتے ہیں۔

"سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی۔ جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی نے اسماعیل کا نام اور مریم نے یسوع کا نام رکھا تھا۔" ❶

سیدہ آمنہ کی بابرکت خواب سے پتہ چلتا ہے کہ "ذکر مصطفیٰ ﷺ" اللہ رب العزت کا محبوب ترین اور پسندیدہ موضوع ہے۔ جسے اس نے خود زبان قدرت سے "عالم ارواح" میں بیان فرمایا ہے۔ جدالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام کی التجاؤں میں "ذکر مصطفیٰ ﷺ" کروایا۔ پہلی آسمانی کتابوں میں اس عنوان پر اظہار خیال فرمایا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی اسے بیان کروایا اور سیدہ آمنہ کے خواب میں اسی موضوع کے اشارات فرمائے اور سردار عبدالمطلب کو خوابوں میں "ذکر مصطفیٰ ﷺ" یاد دلوایا...... چنانچہ کتب سیرت میں ہے کہ:

"آپ ﷺ کے دادا محترم سردار عبدالمطلب نے آپ کی ولادت باسعادت سے قبل ایک خواب دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک طویل وعریض زنجیر ظاہر ہوئی جس کا ایک سرا مشرق اور دوسرا مغرب میں نظر آیا۔ وہ زنجیر ایک طرف سے آسمان تک پہنچی اور دوسری طرف سے زمین پر لگی ہوئی تھی۔ عبدالمطلب کے دیکھتے ہی دیکھتے اس زنجیر نے ایک درخت کی شکل اختیار کر لی اور اس عجیب وغریب خوبصورت درخت کا ہر پتا آسمان کے سورج سے زیادہ روشن اور چمکدار تھا۔ اور مشرق اور مغرب کے لوگ اس درخت کی شاخوں سے لپٹے اور ٹہنیوں سے چمٹے ہوئے تھے۔ قریش کے بعض لوگ اس درخت کو کاٹنے' اس کی شاخوں کو توڑنے اور اسے جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ کیونکہ جونہی یہ لوگ اس درخت کو کاٹنے کے ارادے سے اس درخت کے قریب آتے ہیں تو فوراً ایک خوبصورت اور حسین وجمیل نوجوان

❶ رحمة اللعالمین جلد اول۔

نمودار ہوتا ہے۔ جو ان لوگوں کو اس روشن اور چمکدار درخت سے دور ہٹا دیتا ہے۔ سردار عبدالمطلب نے اپنے اس خواب کا ذکر اس زمانے کے علماء، صلحاء اور خوابوں کی تعبیر کے ماہرین سے کیا تو انہوں نے اس عجیب وغریب خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ ''اے عبدالمطلب! تمہاری نسل سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جس کی عظمت اور شہرت کے چرچے چاردانگِ عالم میں لہرائیں گے۔ آسمان کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں اس کی تعریفیں ہوں گی مشرق اور مغرب کے لوگ اس کی اتباع کریں گے۔ اور اس عظیم ہستی کے بعض مخالفت اس کے نام کو مٹانے، اس کی عظمت کو گھٹانے اور اس کی شانِ کو گرانے کی کوشش کریں گے مگر جو اسے مٹانے کے لیے آگے بڑھے گا وہ خود مٹ جائے گا۔ جو اس کی مخالفت کرے گا وہ نیست ونابود ہو جائے گا۔ اور جو اس کے دامن سے وابستہ ہو جائے گا وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب وکامران قرار دیا جائے گا۔'' [1]

سردار عبدالمطلب کا یہ خواب بھی سرور کونین ﷺ کی عظمت و رفعت کو عیاں کرتا اور آپ ﷺ کے ذکر خیر کی وسعتوں کا پتہ دیتا ہے۔ اور اس حقیقت میں قطعاً شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ رب اللعالمین نے اپنے خصوصی لطف وکرم سے آپ ﷺ کے ذکر کو آسمان کی بلندیوں کے آگے پہنچا دیا ہے اور زمین کی وسعتوں میں پھیلا دیا ہے۔ اگر آپ رحمت عالم ﷺ کی سیرت طیبہ اور حیات مبارکہ کے حوالہ سے ''ذکر مصطفیٰ'' پر غور فرمائیں تو نظر آئے گا کہ:

- ...... فاران کی چوٹی پر ''ذکر مصطفیٰ ﷺ''
- ...... حلیمہ کی جھونپڑی میں ''ذکر مصطفیٰ ﷺ''
- ...... مکہ کی وادیوں میں ''ذکر مصطفیٰ ﷺ''
- ...... مدینہ کی گلیوں میں ''ذکر مصطفیٰ ﷺ''

---

[1] سیرت مصطفیٰ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی، بحوالہ زرقانی شرح موطا۔

- ...... غارِحرا کی بلندیوں میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... غارِثور کی گہرائیوں میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... اُمِ معبد کے خیمہ میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... قباء کی بستی میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... بدر کے میدان میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... اُحد کے دامن میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... خندق کی وادی میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... حدیبیہ کے کنویں میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... خیبر کے قلعوں میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... کعبہ کی چھت پر ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... حنین کے گاؤں میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... طائف کے شہر میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... تبوک کے علاقے میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... منیٰ کے پہاڑوں میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... عرفات کے میدان میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... مزدلفہ کی وسعتوں میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... صفا پہ چڑھیں تو ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... مروہ سے اتریں تو ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... زمزم پہ جائیں تو ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... حرم میں آئیں تو ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... حسّان کی زبان پر ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''
- ...... صدیق کی لسان پر ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''

❀ ...... صحابہ کے ایمان میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''

❀ ...... ہر مومن کے ایقان میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''

❀ ...... آیاتِ قرآن میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''

❀ ...... محمد ﷺ کے بیان میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''

❀ ...... مسلمان کی جان میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''

❀ ...... ہر جگہ ہر آن میں ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ''

﴿ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ ''اے محبوب ﷺ! ہم نے آپ کے ذکر کو بلند فرما دیا ہے۔''

قرآن مجید میں

اللہ رب اللعالمین نے قرآن مجید فرقان حمید کی سینکڑوں آیات طیبات میں ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' کا موضوع بڑے انوکھے' دلکش اور دلربا انداز میں بیان فرمایا ہے بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ کتاب الٰہی میں بار بار دو موضوع کثرت سے بیان کئے گئے ہیں۔ ایک ''ذکر خدا'' اور دوسرا ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ۔''

آیئے چند قرآنی آیات بابرکات سے اپنے موضوع کو مزین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ بقول سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ:

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِی

وَلٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِی بِمُحَمَّدٖ

''میں اپنے الفاظ کے ذریعے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدح وتوصیف کا حق ادا نہیں کرسکتا البتہ آپ ﷺ کے تذکرہ سے میرے بیان کو عزت وتوقیر حاصل ہوتی ہے۔''

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (سبا: ۲۸)

(اے پیغمبر ﷺ) ہم نے آپ کو پوری انسانیت کے لیے (جنت کی) خوشخبری سنانے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ (آپ کے مقام اور مرتبہ سے) ناواقف ہیں۔

کتاب الٰہی کے نوویں پارے میں آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے اعلان کروایا گیا۔

﴿قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

''(اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔''

قرآن مجید کے سترہویں سپارے میں ارشاد ہوا۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

''(اے رسول اللہ ﷺ) اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

ان تینوں آیات سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام آئے۔

- کوئی ایک بستی کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ایک شہر کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ایک محلے کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ایک نگر کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ایک تحصیل کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ایک ضلع کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ایک ملک کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ایک صوبے کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ایک علاقے کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ایک حلقے کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ''شام'' کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ''لبنان'' کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ''مصر'' کا نبی بن کر آیا
- کوئی ''فلسطین'' کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ''عراق'' کا نبی بن کر آیا۔
- کوئی ''بابل'' کا نبی بن کر آیا۔

❀ کوئی ''عادیوں'' کا نبی بن کر آیا۔ ❀ کوئی ''ثمودیوں'' کا نبی بن کر آیا۔
❀ کوئی ''یمن'' کا نبی بن کر آیا ❀ کوئی ''بیت اللحم'' کا نبی بن کر آیا۔
❀ کوئی ''کنعان'' کا نبی بن کر آیا۔ ❀ کوئی ''خراسان'' کا نبی بن کر آیا۔
❀ کوئی ''مدین'' کا نبی بن کر آیا۔ ❀ کوئی ''سباء'' کا نبی بن کر آیا۔
❀ کوئی ''نینوا'' کا نبی بن کر آیا۔ ❀ کوئی ''اُردن'' کا نبی بن کر آیا۔
❀ کوئی ''شرق'' کا نبی بن کر آیا۔ ❀ کوئی ''غرب'' کا نبی بن کر آیا۔
❀ کوئی ''شمال'' کا نبی بن کر آیا۔ ❀ کوئی ''جنوب'' کا نبی بن کر آیا۔
❀ کوئی ایک ''خاندان'' کا نبی بن کر آیا۔ ❀ کوئی ایک ''برادری'' کا نبی بن کر آیا۔
❀ کوئی ایک ''قبیلے'' کا نبی بن کر آیا۔ ❀ کوئی ایک ''ٹیلے'' کا نبی بن کر آیا۔

الغرض پہلے تمام انبیاء مخصوص وقت' مخصوص قوموں اور مخصوص علاقوں کے لیے ''خلعت نبوت'' سے نوازے گئے...... مگر ...... جب نبی آخرالزماں آئے ...... سرورِ کون ومکاں آئے...... امامِ رسولاں آئے...... تو آپ ﷺ کسی ایک علاقے کے لیے نہیں...... کسی مجوزہ ملک کے لیے نہیں آئے...... کسی مقررہ شہر کے لیے نہیں آئے...... صرف عرب کے لیے نہیں آئے...... خاص عجم کے لیے نہیں آئے...... بلکہ آپ تشریف لائے تو......

❀ سارے جہاں کے لیے آئے۔ ❀ مردوزن کے لیے آئے۔
❀ کل کائنات کے لیے آئے۔ ❀ عرب وعجم کے لیے آئے۔
❀ بحروبر کے لیے آئے۔ ❀ جن وانس کے لیے آئے۔
❀ فقیروامیر کے لیے آئے۔

............آپ ﷺ آئے............

❀ خاتم النبیین آئے۔ ❀ شفیع المذنبین آئے۔
❀ سیدالاوّلین آئے۔ ❀ قائدالآخرین آئے۔
❀ قدوۃ السالکین آئے۔ ❀ رحمۃ للعالمین آئے۔

- سب کے نبی آئے۔ ❁ رب کے نبی آئے۔

...........بھیجنے والا خدا.......اور.......آنے والا مصطفیٰ.............ﷺ

- وہ خدائی میں بے مثال۔ ❁ یہ مصطفائی میں بے مثال۔
- وہ رب العالمین۔ ❁ یہ رحمۃ للعالمین۔
- اس کی حکومت عالمگیر۔ ❁ اس کی نبوت عالمگیر۔
- وہ سب کا خدا۔ ❁ یہ سب کا مقتدا۔
- وہ دینے والا۔ ❁ یہ لینے والا۔
- وہ حکم فرمانے والا۔ ❁ یہ آگے پہنچانے والا۔
- وہ مالک یوم الدین۔ ❁ یہ شافع یوم الدین۔

﴿وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کے ذکر کو بلند و بالا فرما دیا ہے'' قرآن کریم کے تیس پاروں میں سے ہر پارے میں اللہ تعالیٰ نے ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' کا موضوع بیان فرمایا ہے۔ ایک طرف ''ذکر خدا'' دوسری طرف ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خوب صورت بات فرمائی ہے:

دیکھی نہیں کسی نے اگر شانِ مصطفیٰ
دیکھے کہ جبرائیل ہے دربان مصطفیٰ
لطفِ خدائے پاک کی تصویر کھنچ گئی
پھرنے لگے جب آنکھ میں احسانِ مصطفیٰ
پھیلا ہوا ہے اسود و احمر کے واسطے
صحن عرب سے تابہ عجم خوانِ مصطفیٰ
رکھے وہ یاد خسرو پرویز کا مآل
پہنچا ہو جس کے ہاتھ میں فرمانِ مصطفیٰ

اسلام کا زمانے پہ سکہ بٹھا دیا
اپنی مثال آپ ہیں یارانِ مصطفیٰ
میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور پر
میری ہزار جان ہو قربان مصطفیٰ
رشتہ میرا خدا کی خدائی سے ٹوٹ جائے
چھوٹے نہ میرے ہاتھ سے دامانِ مصطفیٰ ﷺ

دروازۂ جنت پر ذکرِ مصطفیٰ ﷺ

خالق ارض وسماء نے جس طرح اس دنیا میں سرور کونین، رسول الثقلین، امام القبلتین، خواجہ بدروحنین جناب محمد رسول اللہ کا ذکر خیر بلند وبالا فرمایا اور ہر دور، ہر زمانے اور ہر جگہ آپ ﷺ کا تذکرہ فرمایا، اسی طرح قیامت کے دن بھی آپ ﷺ کو بڑے اعزازات وانعامات سے نوازا جائے گا۔ عالم ارواح میں صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے سامنے "ذکر مصطفی ﷺ" ہوا تھا۔ جبکہ میدان حشر میں پوری انسانیت کے سامنے عظمت مصطفیٰ کا پھریرا لہرایا جائے گا۔ اور ذکر مصطفیٰ کا موضوع بیان فرمایا جائے گا۔ اس وقت تک پہلوں اور پچھلوں میں سے کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جب تک نبی اکرم ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھے گا۔ بلکہ اس وقت تک جنت کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا جب تک دروازۂ جنت پر نبی آخرالزماں خود اپنا نام مبارک لے کر اپنا ذکر خیر نہیں کریں گے۔ یہ کوئی جذباتی اور خطیبانہ بات نہیں ہے بلکہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت ہے کہ "مؤذن مصطفیٰ" سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو جنتی اونٹنی پر سوار کر کے میدان حشر میں لایا جائے گا۔ اور انہیں حکم دیا جائے گا کہ آج میدان حشر میں وہی اذان کہو جو مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں سرور کائنات کی موجودگی میں کہا کرتے تھے۔ آپ تصور فرمائیں کیسا سہانا سماں ہوگا۔ رب السماوات والارض اپنی شان کے مطابق عرش پر مستوی ہوں گے۔ امام الانبیاء ﷺ عرش بریں کی دائیں جانب کھڑے ہوں گے۔ ابوالبشر آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت برپا ہونے تک تمام انسان میدان حشر میں جمع

ہوں گے۔ ہر طرف انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہو گا۔ سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ حکم ہو گا۔ اے بلال! اٹھو۔ اور جنت کی اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور بلند آواز سے ''اذانِ محمدی'' کہنا شروع کر دو۔

سبحان اللہ

جناب بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے ہوئے جب اپنی زبان سے کہیں گے۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تو اگلے پچھلے تمام اہل اسلام پکار اٹھیں گے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ جس کی یہ گواہی اس دن قبول ہو گئی۔ وہ خوش قسمت جنت میں جائے گا اور جس کی گواہی رد کر دی گئی وہ دوزخ کا ایندھن بن جائے گا۔ ❶

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اہل جنت کی قیادت فرماتے ہوئے جب جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو وہ اندر سے بند ہو گا۔ سرکار کا ارشاد مبارک ہے کہ۔ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔ میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ دروازۂ جنت پر ''ذکر مصطفیٰ ﷺ'' کا تذکرہ رسول اکرم ﷺ نے یوں بیان فرمایا کہ:

''آتِیْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا۔ فَاَسْتَفْتِحُ۔ اور اسے کھولنے کا تقاضا کروں گا۔ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ؟۔ جنت کا محافظ' نگران اور چوکیدار اندر سے پوچھے گا۔ تم کون ہو؟ جو جنت کا دروازہ کھولنے کا مطالبہ کر رہے ہو؟ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ ﷺ۔ میں کہوں گا میرا نام ''محمد ﷺ'' ہے۔ جنت کا خازن نہایت ادب سے عرض کرے گا۔ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ مجھے آپ ہی کے متعلق حکم دیا گیا تھا کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔'' ❷

شاعر اسلام مولانا محمد ابراہیم خادم رحمۃ اللہ علیہ نے شائد اسی حدیث کا ترجمہ فرمایا ہے کہ حشر

---

❶ رواه الطبرانی، تفسیر مظهری سوره مریم: ٨٦.

❷ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قول النبی ﷺ انا اول الناس یشفع فی الجنة: ١٩٧.

کے دن:

کوئی نبی ہالے قدم نہ اٹھاوے
میرا آقا پہلاں بہشتاں نوں جاوے
اوہ جا کے جاں جنت کا کنڈا ہلاوے
تے دربان جنت دا عرضاں سناوے

مینوں میرے مولا ایہہ حکم فرمایا
نہ کھولیں جنہاں چر محمد نہ آیا

رحمت مجسم ﷺ فرمائیں گے۔ اَنَا مُحَمَّدٌ۔

میں محمد میں محمد آمنہ دا جایا
جلدی دروازہ جنت کھولو میں امت نال لیایا

آپ ﷺ کے اسی ذکر خیر' عظمت وشان' بزرگی و برتری کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ ﴾

''اے رسول ﷺ! کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ فراخ نہیں کیا؟ اور ہم نے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی پشت کو بوجھل کر رکھا تھا، اور ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو بلند و بالا فرما دیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت اور حشر کے دن رسول محترم ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ



6 اخلاق مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
﴿نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ﴿۲﴾ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ﴿۳﴾ وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿۴﴾﴾ (القلم: ١۔٤)

''ن، قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ (فرشتے) لکھتے ہیں (اے اللہ کے رسول ﷺ) آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں اور بلاشبہ آپ کے لیے تو نہ ختم ہونے والا اجر ہے، اور یقیناً آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔''

ہر قسم کی حمد وثناء خالق ارض وسماء اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ جو متصرف الامور، مدبر کائنات اور تمام مخلوقات کا حاکم' رازق اور خالق ہے۔ وہی موت وحیات کا مالک اور صحت وتندرستی بخشنے والا ہے۔ اسی نے کائنات کی تمام اشیاء کو انسان کی خدمت کے لیے اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ وہی سب کا حاجت روا' مشکل کشا اور دافع البلاء ہے۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ اس کا کوئی باپ ہے نہ ماں۔ بہن ہے نہ بھائی۔ بیٹا ہے نہ بیٹی۔ بیوی ہے نہ بچے۔ وہ اکیلا' واحد، احد اور یکتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر وقدیر اور خبیر و بصیر ہے۔ اس کا کوئی وزیر' مشیر اور نصیر نہیں ہے۔ نظامِ کائنات اسی کے حکم کا پابند مگر وہ کسی کا پابند نہیں ہے۔ ساری دنیا اس کی محتاج مگر وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ہر کوئی اس کے در کا سوالی' منگتا اور فقیر ہے مگر وہ کسی ہستی کا سائل نہیں ہے۔ وہ ہر ایک کو اس کی ضرورت اور اپنی حکمت کے مطابق عطا فرماتا ہے۔ مگر کسی سے لے کر نہیں بلکہ اپنی طرف سے دیتا ہے۔ وہی معبود برحق' مسجود حقیقی اور ہر قسم کی عبادت کے لائق ہے۔ مختصر یہ کہ اے مولائے کریم!

ساری دنیا ہے تیری سارا زمانہ تیرا
جسے سنتا ہوں وہی کہتا ہے فسانہ تیرا

خالق کائنات کی تعریف وتسبیح اور تحمید وتمجید کے بعد لاتعداد، بے شمار، اَن گنت اور بے حساب درود وسلام خاتم الانبیاء سید الاتقیاء، قدوۃ الصلحاء۔ شافع روزِ جزا، بدرالدجیٰ، شمس الضحیٰ، والی بطحاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر۔

هُوَ حَامِدٌ و مُحَمَّدٌ...... هُوَمَا جِدٌ وَ مُمَجَّدٌ
هُوَ اَمْجَدُ هُوْ اَحْمَدُ ...... هُوَ مُرْ شِدٌ هُوَ رَاشِدٌ

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِهٖ

وہ بشیر بھی وہ نذیر بھی .... وہی آپ اپنی نظیر بھی
وہ زمیں پہ شاہ وامیر بھی .... وہ فلک پہ آپ میسر بھی

کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِهٖ

وہ قسیم بھی وہ جسیم بھی .... وہ نسیم بھی وہ وسیم بھی
وہ رؤف بھی وہ رحیم بھی .... وہ خلیل بھی وہ کلیم بھی

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِهٖ

وہ رفیع اپنے کمال میں .... وہ حسین اپنے جمال میں
وہ عزیز اپنے خصال میں .... وہ فنا خدا کے وصال میں

صَلُّوْا عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ))

اَخلاق کا مفہوم

لفظ ''اخلاق'' (الف کی زبر کے ساتھ) ''خُلق'' کی جمع ہے خُلق کا معنیٰ طبعی خصلت' طبیعت' مروّت اور عادت ہے۔ ❶

اُردو لغت میں اس کا معنیٰ۔ ملنساری' خوش مزاجی' عادت' خصلت اور مروت کیا گیا ہے۔ ❷

اس اعتبار سے ''اخلاق مصطفی ﷺ'' کا لغوی معنیٰ ہوا' نبی اکرم ﷺ کے خصائل۔ آپ کی عادات' طبعی نرمی' ملنساری اور مروت۔ اصطلاح میں سرور کائنات ﷺ کی سیرت و کردار' عادات و اطوار اور نبوی کمالات کو'' اخلاق رسول ﷺ '' کہا جاتا ہے۔ عُرف عام میں آپ ﷺ کی شفقت ورحمت' نرمی و ملائمت اور عفوو درگزر کا نام'' اخلاق مصطفی ﷺ '' ہے۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی محترم ﷺ کو تخلیقی اور اخلاقی اعتبار سے سب سے افضل' اعلیٰ اور برتر پیدا فرمایا ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْن
وَالفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمٍ
وَفَاقَ النَّبِیّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَ انُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَلَا کَرَمٍ

''جناب محمد رسول اللہ ﷺ دونوں جہانوں کے' جنات اور انسانوں کے اور عرب وعجم کے سردار ہیں۔ آپ ﷺ جسمانی ساخت (تخلیق) اور اعلیٰ اخلاق میں تمام انبیاء کرام سے برتر ہیں اور انبیاء کرام میں سے کوئی بھی آپ کے علم اور کرم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔''

سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جن خصوصی اوصاف اور امتیازات سے نوازا گیا تھا۔ رب العزت نے کمال مہربانی سے وہ تمام اخلاقی اوصاف اور اعزازات ذات محمد ﷺ میں جمع فرما

❶ مصباح اللغات مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور.
❷ علمی اردو لغت صفحہ ۶۸۰ ،مطبوعہ علمی کتب خانہ لاہور۔

دیئے۔آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ میں۔

- آدم علیہ السلام کی انابت۔
- نوح علیہ السلام کی استقامت۔
- ادریس علیہ السلام کی ہدایت۔
- شیث علیہ السلام کی کرامت۔
- ابراہیم علیہ السلام کی خُلت۔
- اسماعیل علیہ السلام کی اطاعت۔
- یعقوب علیہ السلام کا حزن۔
- اسحاق علیہ السلام کی بشاشت۔
- موسیٰ علیہ السلام کی وجاہت۔
- ہارون علیہ السلام کی سادگی۔
- زکریا علیہ السلام کا یقین۔
- یحییٰ علیہ السلام کی حکمت۔
- یوسف علیہ السلام کا حسن۔
- یونس علیہ السلام کا غم۔
- ایوب علیہ السلام کا صبر۔
- داؤد علیہ السلام کی قوت۔
- سلیمان علیہ السلام کا تدبر۔
- لوط علیہ السلام کی شرافت۔

☆ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات......اور دیگر انبیاء کے اخلاقی کمالات' بدرجہ اتم موجود تھے۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند کہ تو تنہا داری

اور قرآن مجید فرقان حمید میں جن اعلیٰ اخلاقی اقدار کی تعلیم دی گئی ہے۔آپ ﷺ اس کی عملی تصویر اور مجسمہ تعلیم قرآن تھے۔گویا الفاظ کا قرآن تو کاغذ کے پاروں کی شکل میں محفوظ ہے۔مگر معانی کا قرآن سیرت محمدی کی صورت میں قیامت تک کے لیے موجود ہے۔ بالفاظِ دیگر آپ کا اخلاق متنِ قرآن کی تشریح اور اجمالِ قرآن کی تفصیل ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

''جناب سعد بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت عالیہ میں عرض کی کہ۔ اَنْبِئْنِی عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ۔ ماں جی! مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے بارے میں کچھ بتایئے۔تو ام المومنین نے فرمایا۔ اَلَسْتَ تَقْرَءُ الْقُرْآنَ۔کیا تم قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتے؟

عرض کی۔ بَلٰی۔ کیوں نہیں روزانہ پڑھتا ہوں۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

فَاِنَّ خُلُقَ نَبِیِّ اللّٰہِ کَانَ الْقُرْآن۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کا اخلاق تو سراپا قرآن مجید تھا۔'' [1]

یعنی جن محاسن، اوصاف اور مکارم اخلاق کو قرآن کریم نے اپنانے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ ان سے کمال درجہ متصف تھے۔ اور جن لغو باتوں اور فضول کاموں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے آپ ﷺ ان سے پوری طرح منزہ اور مبرا تھے۔ کتاب الٰہی کی آیات مبارکات ''اخلاق مصطفیٰ ﷺ'' کے روح پرور موضوع کو ان نورانی الفاظ سے بیان فرماتی ہیں۔

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝﴾ (القلم:١۔٤)

''نون۔ قسم ہے قلم کی۔ اور جو کچھ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں اس کی۔ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔ اور یقینا آپ کے لیے تو ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔ اور بے شک آپ تو ''خلق عظیم'' کے مالک ہیں۔''

آپ اندازہ فرمائیں کہ خالق کی زبان اپنی تخلیق کے شاہکار کی تعریف وتوصیف فرما رہی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ خود ذات الٰہی نے سرور کونین ﷺ کی خصوصی تعلیم وتربیت فرمائی ہے۔ لہٰذا جس کا مربی خود ذاتِ کبریاء ہو۔ اس کے اعلیٰ اخلاق، بلند کردار اور مثالی عادات واطوار کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ مختصر بات یہ ہے کہ

قرآن کی آیات میں سراپا ڈھلا ہوا
تمثیلِ بے مثال ہے کردارِ مصطفیٰ

فضائل اخلاق

سرور کونین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کو اپنی بعثت کا مقصد قرار دیا ہے اور واضح الفاظ میں یہ بات بیان فرمائی ہے کہ مجھے بد خلقی کے خاتمے اور خوش خلقی کی تعلیم

[1] صحیح مسلم، باب جامع صلوٰۃ اللیل: ٧٤٦.

کے لیے بھیجا گیا ہے۔ ارشاد رسول ﷺ ہے:

((بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ)) [1]

''میں تو بھیجا ہی اس لیے گیا ہوں تا کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔''

ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے بداخلاق آدمی کو ناقص الایمان اور خوش اخلاق آدمی کو کامل الایمان قرار دیتے ہوئے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ اَکْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ)) [2]

''مسلمانوں میں سے کامل ایمان والا شخص وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو اور وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے زیادہ نرمی اور مہربانی کرنے والا ہو۔''

رحمت مجسم، ھادئ عالم ﷺ نے بااخلاق، خوش اخلاق اور نرم مزاج آدمی کے فضائل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

((اِنَّ الْمَرْءَ لَیُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ الْقَائِمِ بِاللَّیْلِ الظَّامِیءِ بِالْهَوَاجِرَ)) [3]

''بلاشبہ آدمی اپنے حسن خلق کی وجہ سے رات بھر قیام وعبادت کرنے والے اور دن بھر روزہ کی وجہ سے پیاسا رہنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ یعنی جو اجر وثواب اور پذیرائی عبادت گزار اور روزہ دار کو حاصل ہوتی ہے وہی عزت وعظمت اور درجات کی بلندی حسن اخلاق کے مالک کا عطا فرما دی جاتی ہے۔''

سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے نام مبارک سے یقینا آپ واقف ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو

---

[1] موطا امام مالك، كتاب الجامع ٣٣٥٧.

[2] جامع ترمذی، كتاب الايمان باب ماجاء فی استكمال الايمان...... ٢٦١٢ ضعفه الالبانی.

[3] موطا امام مالك، كتاب الجامع، باب ماجاء فی حسن الخلق: ٣٣٥٥.

رسول پاک ﷺ کے پانچویں صحابی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ رسول اکرم ﷺ کی بعثت ونبوت سے قبل بھی اللہ تعالیٰ کی ''توحید'' کے قائل تھے اور زمانہ جاہلیت میں بھی غیر اللہ کو عبادت کے لائق نہیں سمجھتے تھے۔ نبی محترم ﷺ کی بعثت کے بعد آپ کو اطلاع ملی کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص تمہاری طرح ایک الٰہ کی عبادت کی دعوت دیتا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا نبی بتاتا ہے۔ چنانچہ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے چھوٹے بھائی جناب انیس...... جو بہت بڑے شاعر تھے...... کو حکم دیا کہ:

((اِرْكَبْ اِلٰى هٰذَا الْوَادِيْ فَاعْلَمْ لِيْ عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ يَاْتِيْهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ فَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ ائْتِنِيْ))

''تم سوار ہو کر اس وادی میں جاؤ اور اس شخص کے بارے میں پوری معلومات لے کر آؤ جس کا خیال ہے کہ اس پر آسمان سے وحی آتی ہے اس کی باتیں توجہ اور دھیان سے سن کر آؤ اور مجھے آ کر جلدی اطلاع کرو۔''

چنانچہ انیس مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر آپ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ کے بارے میں لوگوں سے بھی معلومات حاصل کیں۔ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى اَبِيْ ذَرٍّ۔ پھر ابوذر کے پاس واپس آئے اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا:

((رَءَيْتُهٗ يَاْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَلَامًا مَاهُوَ بِالشِّعْرِ))

''میں نے اس نبوت کے دعویدار (محمد ﷺ) کو دیکھا ہے اور اس کے کلام کو سنا ہے اس کے کلام کو شعر قطعاً نہیں کہا جا سکتا اور اس کی تعلیم یہ ہے کہ وہ ''عمدہ اخلاق'' کا حکم دیتا ہے۔''

جناب ابوذر غفاری اپنے بھائی کی زبانی آپ ﷺ کی اخلاقی تعلیم کا حال سن کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور آپ کے دست حق پرست پر قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔ [1]

قرآن مجید آپ ﷺ کے شریفانہ اخلاق، نرم مزاجی اور ملائمت کو بیان کرتے ہوئے

[1] صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابى ذر: ٢٤٧٤.

فرماتا ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ۗ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۱۵۹)

''(اے رسول ﷺ!) یہ تو محض اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ آپ ان (اہل ایمان) کے لیے نرم واقع ہوئے ہیں اور اگر آپ سخت دل' تند خو ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔ پس آپ ان سے درگزر فرمایئے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیجئے اور معاملات میں ان سے مشورہ فرمایئے۔ پس جب آپ (بعد از مشاورت کسی بات کا) پختہ ارادہ فرمالیں تو اللہ پر بھروسہ کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔''

نبی محترم ﷺ نے زندگی بھر بدخلقی اور ترش روئی کا مظاہرہ نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ خوش خلقی کو وطیرہ بنایا' درگزر سے کام لیا۔ آپ ﷺ کے رفقاء گرامی کی یہ گواہی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ:

((لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ مِنْ اَخْيَرِكُمْ اَحْسَنُكُمْ خُلُقًا)) [1]

''نبی کریم ﷺ فحش گوئی اور بدکلامی کرنے والے نہیں تھے اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔''

ازواج مطہرات کی گواہی

آپ جانتے ہیں کہ بیوی اپنے خاوند کی رازدان' اس کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ اور اس کی سیرت و کردار سے پوری طرح واقف ہوتی ہے۔ خاوند کی خوش کلامی یا بدکلامی کی عادت کو بیوی سے بڑھ کر کوئی جاننے والا نہیں ہوتا۔ رسول اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا: ۶۰۲۹۔

بارہا اس امر کی گواہی دی ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ نے ہمیں کبھی گالی نہیں دی۔ ہمارے ساتھ کبھی بدکلامی نہیں کی اور ہمارے سامنے کبھی ثقیل الفاظ بھی استعمال نہیں فرمائے۔ چنانچہ ابوعبداللہ الجدلی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اکرم ﷺ کے ''اخلاق عالیہ'' کے بارے میں سوال کیا تو ماں جی رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((لَمْ یَکُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَةِ السَّیِّئَةَ وَلٰکِنْ یَعْفُوْ وَیَصْفَحُ)) [1]

''رسول محترم ﷺ نہ بدزبان تھے نہ بدکلام اور آپ ﷺ بازاروں میں شور کرنے والے بھی نہیں تھے۔ اور آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔''

ان دو احادیث طیبات کی روشنی میں لمحہ بھر کے لیے ہم اپنے ماحول اور حالات کا جائزہ لیں کہ ہمارا حال کیا ہے؟ ہم میں سے اکثر لوگ اپنی بیویوں کو گالیاں دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔ صبح بستر سے اٹھتے ہی جب تک بیوی بچوں کو منہ بھر کے پانچ سات گالیاں نہ نکال لیں اس وقت تک اُن کا ناشتہ ہی ہضم نہیں ہوتا۔ اور ہماری ملت کے نوجوانوں کا تو کیا ہی کہنا؟ یہ اپنے دوست کی ملاقات کے لیے اس کے گھر کے دروازے پہ دستک دیتا ہے۔ اندر سے آواز آتی ہے۔ کون ہے؟ بااخلاق نبی کا کلمہ پڑھنے والا یہ نوجوان بڑی بے تکلفی سے اُسے ماں کی گالی دے کر کہتا ہے ''اوئے ماں...... باہر آ۔ وہ مکان کے اندر سے ہی اسے بہن کی بڑی ساری گالی دیتے ہوئے کہتا ہے۔ بہن...... آرہا ہوں۔ پھر جب دونوں گلے ملتے ہیں تو دوبارہ ماں بہن کی گالیوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه۔ نَعُوْذُبِاللّٰه

اور ہماری قوم کے بوڑھے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ۔ منہ میں دانت نہیں ہیں، بات کرتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی ہے مگر گالیاں نکالنے میں ایسے ماہر ہیں کہ زبر زیر کی غلطی نہیں ہوتی اور

[1] جامع ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی خلق النبی ﷺ: ۲۰۱۶، قال الالبانی، صحیح۔

اگر قرآن مجید کی تلاوت، ذکر واذکار اور درود پاک پڑھنے کو کہا جائے تو بزرگ فرماتے ہیں ''میری زبان پرنہیں چڑھتا'' جس زبان نے گالیوں کی درجنوں گردانیں یاد کی ہوئی ہوں۔ اس پر قرآن کی آیات، مسنون درود شریف اور دعاؤں کے کلمات کیسے جاری ہو سکتے ہیں؟ اللہ کریم ہمیں اپنی اصلاح کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

اس حدیث طیبہ میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ گلیوں، بازاروں اور چوراہوں میں شورنہیں مچایا کرتے تھے۔ مگر افسوس کہ موجودہ دور کے بعض مذہبی رہنماؤں نے گلیوں، بازاروں اور چوکوں میں جلوس نکالنے، بھڑکیں مارنے اور ٹریکٹر ٹرالیوں، بسوں، گدھا گاڑیوں اور ریڑھیوں پر سپیکر لگا کر چیخنے چلّانے ہی کو اسلام سے محبت اور رسول پاک سے عشق کا نام دے رکھا ہے۔

میری نہایت ادب سے درخواست ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنائیے۔ اخلاقِ رسول کو اختیار کیجئے۔ بدعات وخرافات سے بچئے اور فضول بکواسات سے اجتناب فرمایئے۔ زبان کو پاک رکھئے، گالی گلوچ اور گانے بجانے سے پرہیز کیجئے۔ فرائض کی پابندی کریں، کبائر سے باز آ جائیں، حقوق العباد ادا کیجئے، بدخلقی، بدکلامی، ترش روئی اور سخت دلی سے توبہ کیجئے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے گا اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

نبی محترم کی سب سے پہلی رفیقہ حیات، پچیس (۲۵) سال تک تن تنہا رسول پاک ﷺ کے گھر کی مالکہ اور طویل عرصہ تک رسول اکرم ﷺ کی خدمت کا فریضہ انجام دینے والی آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گواہی سے زیادہ معتبر گواہی کس کی ہوسکتی ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ پارسا، نیک، مسکین نواز، غریب پرور، ہمدرد، خودار، خدمت گزار، باحیا اور غیور خاتون تھیں جنہیں رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک نے امت محمدیہ کی سب سے بہترین عورت قرار دیا ہے۔ وہ محسن انسانیت جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے کریمانہ اخلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے اور پہلی وحی کے نزول کے بعد آپ کوتسلی دیتے اور اطمینان دلاتے ہوئے فرماتی ہیں۔

((كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ)) ❶

''(اے میرے سرتاج) اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں۔ بلاشبہ آپ صلہ رحمی کرنے والے' بے کسوں کا بوجھ اٹھانے والے' مفلسوں کا تعاون کرنے والے' مہمانوں کی عزت وتوقیر کرنے والے اور مصیبت کے وقت حق کا ساتھ دینے والے ہیں۔''

آیئے ایک بار پھر غور کریں کہ کیا ہمارے اندر یہ خوبیاں، اچھائیاں اور بھلائیاں موجود ہیں اگر ہیں تو اللہ کا شکر ادا کریں اور ان پاکیزہ اوصاف اور اعلیٰ اخلاقی قدروں میں مزید پختگی پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اگر رسول اکرم ﷺ یہ سنہری عادات ہمارے اندر نہیں ہیں...... اور اکثر لوگوں کے اندر نہیں ہیں...... تو پھر ہم ان اخلاق فاضلہ کو اپنا کر رسول اکرم ﷺ کے سچے امتی، حقیقی فرماں بردار اور محب صادق ہونے کا عملی ثبوت فراہم کریں۔

میری دلی دعا ہے کہ مولائے کریم ہم سب کو بدگوئی، بدکلامی اور گلیوں بازاروں میں چیخنے چلانے سے محفوظ فرمائے۔ گالی گلوچ سے بچائے۔ رشتہ داروں کو جوڑنے، بے کسوں کی مدد کرنے، مفلسوں کا تعاون کرنے، مہمانوں کی عزت و خدمت کرنے اور حق وصداقت کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ ﷺ تو وہ ذات گرامی ہیں:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماوٰی
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ))

❶ صحیح بخاری، باب کیف کان بدء الوحی: ۳.

اعلیٰ اخلاق واوصاف

امام الانبیاء ﷺ کی اعلیٰ ظرفی اور خوش اخلاقی کے ضمن میں احادیث مبارکات سے یہ بات عرض کی گئی کہ آپ ﷺ کسی صورت بھی بدخلقی کا مظاہرہ نہ فرماتے تھے۔ لیکن یہ امر آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق، بے مثال کردار اور عمدہ اطوار کو مزید نمایاں کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ سے بداخلاقی کا سلوک کرتا تو رحمت عالم ﷺ اس کے برے سلوک کا اسی انداز میں جواب دینا بھی پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ اگر کوئی دوسرا شخص جواب دینے کی کوشش کرتا تو اسے سختی سے منع فرما دیتے اور نرم رویہ اپنانے کا حکم دیتے تھے۔ جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

”(اَنَّ یَھُوْ دًا اَتَوُ النَّبِیَّ ﷺ) کچھ یہودی لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ فَقَالُوا اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ اور آتے ہی کہا۔ تم پر موت واقع ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے ان الفاظ سے شدید تکلیف پہنچی کہ یہ ظالم میرے سرتاج پر موت واقع ہونے کی بدعا کر رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے غصے کی حالت میں فرمایا: عَلَیْکُمْ وَلَعَنَکُمُ اللّٰہُ وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ۔ تم پر موت طاری ہو۔ اللہ تعالیٰ تم پر لعنت کرے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اپنا غضب نازل فرمائے۔ آپ ﷺ فوراً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: مَھْلًا یَا عَائِشَۃُ۔ اے عائشہ! ٹھہرو عَلَیْكِ بِالرِّفْقِ۔ نرمی اختیار کرو۔ وَاِیَّاكَ وَالْفُحْشَ وَالْعِنْفَ۔ بدکلامی اور سخت گفتگو سے پرہیز کرو۔ سیدہ نے عرض کی۔ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَاقَالُوْا۔ جو کچھ انہوں نے کہا وہ آپ نے نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! تم نے میرا جواب تو سنا ہی نہیں اور سخت کلامی شروع کر دی۔ رَدَدْتُ عَلَیْھِمْ فَیُسْتَجَابُ لِیْ وَلَا یُسْتَجَابُ لَھُمْ فِیَّ۔ میں نے ان کی بددعا کو ان پر ہی لوٹا دیا تھا یعنی آہستہ آواز میں وَعَلَیْکُمْ۔ یہ تم پر ہو، کہہ دیا تھا۔ اور میرے الفاظ ان کے حق میں قبول ہوں گے اور ان کی بددعا میرے حق میں قبول

نہیں ہوگی۔'' ❶

خادم رسول جناب انس رضی اللہ عنہ نبی محترم ﷺ کے فاضلانہ اخلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ سَبَّابًا وَلَا فَاحِشًا وَلَا لَعَّانًا كَانَ يَقُوْلُ لِأَحَدِنَا عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ مَالَهُ تَرِبَتْ جَبِيْنُهُ)) ❷

''نبی کریم ﷺ گالیاں نہیں دیا کرتے تھے۔ نہ ہی بدکلامی کرتے اور کسی پر لعنت بھی نہیں بھیجتے تھے۔ آپ ﷺ ہم میں سے جب کسی پر شدید غصہ نکالتے تو صرف یہ کہتے ''اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔ اسے کیا ہو گیا ہے؟''

آپ غور فرمائیں کہ ہمارا اپنے ملازموں، ماتحتوں، خادموں بلکہ شاگردوں کے ساتھ رویہ کیا ہے؟ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اخلاقی تعلیم کیا ہے؟ معروف شاعر نسیم امروہی نے سرور عالم ﷺ کے پاکیزہ اخلاق، بلند پایہ اوصاف اور عمدہ عادات کا بڑا خوبصورت تذکرہ فرمایا ہے:

وہ خیرالبشر فخرِ اولاد آدم بشیر و نذیر و فقیہِ دو عالم
وہ لطف مکمل وہ خُلق مجسم بنی نوع انساں کا غم خوار و ہمدم
غنی اور گدا کا پیارا محمد
خدا کا محمد، ہمارا محمد

محمد وہ گم گشتہ قوموں کا ہادی جو عالم میں علم و عمل کا منادی
وہ پیغمبر عزم و خود اعتمادی شریعت ہے جس کی بہت سیدھی سادی
نہ دنیا پرستی نہ رہبانیت ہے
معیشت بداماں یہ روحانیت ہے

❶ صحیح کتاب الادب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا: ٦٠٣٠.
❷ صحیح بخاری کتاب الادب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا: ٦٠٣١.

شرف صرف اسلام کو ہے یہ حاصل　　کہ جس کا نبی ہر صفت میں ہے کامل
نہ دنیا کا طالب نہ دنیا سے غافل　　اولی الامر یعنی رحیم اور عادل
وہ ''مشفق'' جو غیروں کو اپنا بنا لے
وہ ''قائد'' کو بھولے کو رستہ دکھا دے
''نبی'' وہ کہ مانا ہے سب انبیاء نے　　''جری'' وہ جیسے کوہ رائی کے دانے
''قوی'' وہ کہ جانچا ہے کوہِ حرا نے　　''سخی'' وہ کہ سائل کا احسان مانے
''غنی'' وہ کہ شاہی میں فقر آشنا ہے
''تہی دست'' ایسا کہ ''دست خدا'' ہے
جو سویا تھا احساس اس کو جگایا　　جو فتنہ تھا بیدار، اس کو سلایا
کچھ ایسا اخوت کا چشمہ بہایا　　کہ دم میں تعصب کا شعلہ بجھایا
محبت سکھا دی، عداوت بھلا دی
لگا دی ''یہ آگ'' اور وہ آتش بجھا دی

مسکرا کر ٹالنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آخری نبی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ بیک وقت کئی حیثیتوں کے مالک تھے۔آپ ﷺ مسجد نبوی کے امام بھی تھے اور خطیب بھی۔اسلامی فوج کے سپہ سالار بھی تھے اور مدینہ کی ریاست کے حکمران بھی۔صحابہ کرام کے شفیق استاد بھی تھے اور رفیق کار بھی۔شرعی عدالت کے چیف جسٹس بھی تھے اور انتظامی سربراہ بھی۔داخلی امور کے نگران بھی اور خارجی معاملات کے ذمہ دار بھی۔اسلامی بیت المال کے محافظ بھی تھے اور تقسیم کے کار مختار بھی۔اتنے زیادہ اختیارات کے واحد مالک ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی طبیعت میں تلخی، ترشی، شدت اور سختی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔بلکہ آپ ﷺ شفقت، محبت، نرمی اور ملائمت کا مجسمہ تھے۔اگر کوئی تیز طبیعت آدمی کسی وقت آپ ﷺ کے مرتبہ اور مقام کا خیال کیے بغیر سخت الفاظ استعمال کر جاتا تو آپ ﷺ کمال شفقت سے مسکرا کر ٹال جاتے اور اس کی باتوں کا برا نہ

مانتے تھے۔ آپ ﷺ کے خادم خاص جناب انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

((كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ))

''ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چلا جا رہا تھا اور آپ ﷺ نے (سردی کے باعث) موٹے حاشیہ والی نجرانی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ((فَاَدْرَكَهُ اَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيْدَةً)) ایک دیہاتی آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کی چادر مبارک کو اتنی زور سے کھینچا کہ آپ کے کندھے پر نشان پڑ گیا اور چادر پھٹ گئی۔ پھر بڑے ترش لہجے میں بولا۔ ((يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِيْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ)) اے محمد! اللہ تعالیٰ کا جو مال آپ کے پاس آیا ہے اس میں مجھے دینے کا حکم فرمایئے۔

((فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ)) آپ ﷺ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے اور اسے مال دینے کا حکم صادر فرمایا۔'' [1]

آپ پیغمبر اکرم ﷺ کی ملاطفت، نرمی اور اخلاق کا اندازہ فرمائیں کہ حکمران، بادشاہ اور بااختیار ہونے کے باوجود نہ اسے ڈانٹا، نہ جھڑکا اور نہ غصے میں آئے بلکہ مسکرا کر ٹال دیا اور بیت المال سے اس کی ضرورت پوری کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ آج کے حکمران، وزراء، اور فوجی سربراہ تو رہے ایک طرف معمولی افسروں کے پروٹوکول کا یہ عالم ہے کہ کوئی عام آدمی ان سے ملاقات نہیں کرسکتا اور اپنا کوئی مطالبہ ان کے سامنے پیش نہیں کرسکتا۔ اور ہمارے ملک کا دفتری نظام تو ایسا پیچیدہ ہے کہ اَلْاَمَانُ وَالْحَفِيْظُ۔

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے عوام رسول اللہ ﷺ سے کس طرح چمٹ چمٹ کر اپنے مطالبات پیش کرتے اور فوراً پورا کرنے پر اصرار کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال سماعت فرمایئے۔ صحابی رسول جناب جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

[1] صحيح بخاری، كتاب الادب، باب التبسم والضحك: ٦٠٨٨.

''ہم غزوۂ حنین سے واپس آرہے تھے۔ میں اور کئی دوسرے لوگ رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ((فَعَلِقَهُ النَّاسُ يَسْئَلُوْنَهُ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ إِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَائَهُ)) کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے ہی پڑ گئے۔ وہ بار بار آپ سے مال طلب کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو ببول کے درخت کے ایک جانب جانے پر مجبور کر دیا۔ ایک آدمی نے تو آپ کی چادر ہی اُچک لی۔ فَقَالَ أَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ۔ آپ نے فرمایا: بھئی میری چادر تو دے دو۔ پھر نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ ((لَوْكَانَ لِيْ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ)) اگر میرے پاس ان درختوں کی گنتی کے برابر اونٹ ہوتے تو میں ان سب کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ ((ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَلَا كَذُوْبًا وَلَا جَبَانًا)) پھر تمہیں یقین آتا کہ میں نہ بخیل ہوں نہ جھوٹا ہوں اور نہ بزدل ہوں۔'' ❶

اس واقعہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اکرم ﷺ کی بے ادبی یا گستاخی کر رہے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اسلامی ریاست کے حکمران سے اپنا گزارہ الاؤنس مانگ رہے تھے۔ اور حاکم وقت اپنی رعایا کے سامنے وضاحت فرما رہے تھے کہ فی الحال حکومت کے خزانے میں تمام لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے فنڈز موجود نہیں ہیں جونہی وسائل دستیاب ہوں گے آپ کے مسائل حل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔ اور اس معاملے میں آپ مجھے کنجوس، جھوٹا اور بزدل نہیں پائیں گے۔

اس حدیث مبارکہ میں جہاں عوام کے پرامن احتجاج کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔ وہاں سربراہ مملکت کو اپنی پوزیشن واضح کرنے کا پابند کیا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ صحابہ کرام کے روبرو وضاحت فرما رہے ہیں تو دوسرا کون حکمران ان امور سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے مالی مطالبات کرنے والوں کو نہ ڈانٹا، نہ

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الشجاعة فی الحرب والجبن: ۲۸۲۱.

جھڑکا اور نہ حکومتی جبر سے خاموش کرایا۔ بلکہ بڑی خندہ پیشانی، خوش دلی اور خوش کلامی سے انہیں مطمئن فرما کر اپنے اعلیٰ اخلاق کا عملی ثبوت فراہم فرمایا۔ اسی کریمانہ اخلاق، شریفانہ عادات اور حکیمانہ اطوار کا تذکرہ کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا: اے حبیب ﷺ! ہم نے آپ کو ''حسن خلق'' عطا فرمایا ہے اور میرا آپ پر یہ احسان عظیم ہے کہ ہم نے آپ کو ''خلق عظیم'' کے بلند و بالا منصب پر فائز فرما دیا ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

حسن خلق کی انتہاء

رسول اکرم ﷺ تمام انسانوں کے لیے انتہائی خلیق، شفیق اور مہربان تھے۔ جہاں تک ممکن ہوتا آپ آسانی فرماتے۔ اور ڈانٹنے، جھڑکنے اور سخت رویہ اختیار کرنے سے اجتناب فرماتے۔ چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور جناب انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم مسجد نبوی میں موجود تھے اور رسول محترم ﷺ بھی تشریف فرما تھے کہ۔

((اِذْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ)) ایک اعرابی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ فَزَجَرَهُ النَّاسُ۔ لوگوں نے اسے ڈانٹا اور برا بھلا کہا۔ اور زور زور سے آوازیں دیں۔ مَهْ مَهْ۔ اوہو۔ کیا کر رہے ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ۔ اسے نہ ڈانٹو، چھوڑ دو اور تسلی سے پیشاب کرنے دو۔ جب وہ دیہاتی فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے انتہائی شفقت سے اسے اپنے پاس بلایا اور نرم لہجے میں اسے سمجھاتے ہوئے فرمایا۔ ((اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ)) ''بے شک یہ مسجدیں پیشاب کرنے اور گندگی پھینکنے کی جگہیں تو نہیں ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور قرآن حکیم کی تلاوت کے لیے بنائی گئی ہیں۔ اس اعرابی کو پیار و محبت سے سمجھانے کے بعد ایک صحابی کو حکم دیا کہ پانی کا ڈول لاؤ اور پیشاب کی جگہ پر بہا دو۔ پھر اسے ڈانٹنے والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: ((اِنَّمَا بُعِثْتُمْ

مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ)) تمہیں آسانیاں کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے۔ سختی اور تنگی پیدا کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔'' [1]

یہ رسول پاک ﷺ کے اخلاق عالیہ کی اعلیٰ اور عمدہ مثال ہے کہ آپ ﷺ نے اعرابی پر سختی کرنے کی بجائے نرمی سے سمجھا دیا اور پانی کا ڈول بہا کر مسجد کی جگہ کو بھی پاک اور صاف فرما دیا۔ آپ غور فرمائیں کہ اگر ہم میں سے وہاں کوئی موجود ہوتا تو کیا کرتا۔ یہی نا کہ پہلے اسے ماں بہن کی پانچ سات گالیاں دیتا۔ پھر پکڑ کر اس کی چھترول کی جاتی۔ کوئی مکے مارتا اور کوئی ٹھڈے۔ کوئی گھونسے رسید کرتا اور کوئی جوتے۔ پھر اسے حکم دیا جاتا کہ اب ناپاک جگہ کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرو۔ اور یاد رکھو اگر آئندہ اس طرف کا رُخ کیا تو تمہاری ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔ اللہ کریم ہمیں رسول مقبول ﷺ کا اخلاق و کردار اپنانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

نبی اکرم ﷺ کے صحابی سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رحمت عالم ﷺ کے اخلاق حسنہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع سے مدینہ طیبہ کی طرف واپس آ رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ شدید گرمی تھی اور ہم تھکے ہوئے بھی تھے۔ ایک ایسی جگہ آ گئی جہاں سایہ دار درخت خاصی تعداد میں موجود تھے، آپ ﷺ نے ہمیں کچھ دیر آرام یعنی قیلولہ کرنے کا حکم فرمایا۔ ایک درخت کی چھاؤں بڑی گھنی تھی۔ اسے ہم نے نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص کر دیا۔ تاکہ آپ وہاں آرام فرمائیں۔ اور صحابہ کرام درختوں کے سایوں میں آرام کرنے کے لیے پوری وادی میں پھیل گئے۔ محسن عالم ﷺ نے اپنی تلوار درخت کے ساتھ لٹکائی اور تسلی سے لیٹ گئے۔ رسول اکرم ﷺ کو سوئے ہوئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ''غورث'' نامی ایک مشرک آدمی آیا اور نبی مکرم کی تلوار درخت سے اتار کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور آپ ﷺ کو نیند سے بیدار کر کے ننگی تلوار فضا میں لہرا کر آپ سے پوچھا۔ تَخَافُنِيْ۔ مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپ ﷺ نے گھبرائے اور پریشان ہوئے بغیر کمال بے نیازی

[1] صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد: ۲۲۰.

سے فرمایا: ''میں تم سے نہیں ڈرتا۔''

آپ حالات کی سنگینی کا اندازہ فرمائیں۔ تلوار دشمن کے ہاتھ میں ہے۔ ساتھی دُور دُور سوئے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ خالی ہاتھ ہیں۔ مگر مسکرا کر فرماتے ہیں۔ میں تم سے نہیں ڈرتا۔ غورث نے برہنہ شمشیر کو حرکت دی۔ اور حملہ کرنے کے انداز میں اسے اوپر اٹھا کر بولا۔ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ۔ تمہیں میرے حملے سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے نبوت کی بارعب آواز میں فرمایا ''اللہ''۔ ❶

لفظ اللہ کا سننا تھا کہ غورث پر کپکپی طاری ہوگئی اور گھبراہٹ کے عالم میں تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی تو آپ ﷺ نے وہ تلوار اپنے ہاتھ میں لی اور فرمایا۔ اب تم بتلاؤ مَنْ يَمْنَعُكَ أَنْتَ مِنِّيْ۔ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا کہ۔ لَا أَحَدٌ۔ اب مجھے آپ کے ہاتھوں موت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ آپ کے سامنے مجرم کی حیثیت سے بیٹھ گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو آواز دے کر بلایا۔ وہ حاضر ہوئے تو عجیب منظر تھا۔ ننگی تلوار آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی اور غورث بے بسی کے عالم میں سامنے بیٹھا تھا آپ ﷺ نے اپنے رفقاء کو آگاہ فرماتے ہوئے کہا۔

((إِنَّ هٰذَا اِخْتَرَطَ سَيْفِيْ وَأَنَا نَائِمٌ))

اس شخص نے میری تلوار میرے سونے کی حالت میں مجھ پر تان لی تھی۔ جب میں بیدار ہوا تو میری برہنہ تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ۔ اب دیکھو یہ بیٹھا ہوا ہے۔ فَتَهَدَّدَهُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ۔ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام نے اسے ڈانٹنا شروع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور کچھ نہ کہو۔ وَ لَمْ يُعَاقِبْهُ اور اسے کوئی سزا نہ دی بلکہ معاف فرما کر جانے کی اجازت دے دی۔ وہ شخص آپ کے کریمانہ اخلاق، شریفانہ اطوار اور جانی دشمن کے ساتھ ایسا مثالی حسن سلوک دیکھ کر آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا اور اپنی قوم میں جا کر انہیں رسول مکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ سے آگاہ کیا۔ فَاهْتَدٰى بِهٖ

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات الرقاع: ٤١٣٥.

خُلُقٌ كَثِيرٌ۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت سارے لوگوں کو ہدایت عطا فرما دی۔ ❶

رسول مکرم ﷺ کے حسن سلوک، اخلاقِ فاضلہ اور معافی و درگزر سے متاثر ہو کر آپ کے دشمن دوست بن جاتے، کافر مسلمان ہو جاتے اور مشرک، عقیدہ توحید اختیار کر لیتے تھے۔

مگر ہمارے اخلاق کا حال کیا ہے؟ کہ ہماری بدخلقی کی وجہ سے ہمارے قریبی رشتہ دار ہمیں ملنا پسند نہیں کرتے۔ ہمارے ترش رویے کے سبب کوئی ہمارے پاس بیٹھنے کے لیے تیار نہیں اور ہماری سخت کلامی کے باعث کوئی ہمارے ساتھ بات کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔ ہم عشق رسول کے دعوے بہت کرتے ہیں۔ حدیث پر عمل کرنے کی باتیں بڑی سناتے ہیں اور سنت رسول پہ کٹ مرنے کے اعلان کرتے نہیں تھکتے۔ مگر عمل کیا ہے؟ نہ ہماری شکل رسول اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق ہے۔ نہ ہماری حجامت حدیث کے موافق۔ نہ ہمارا لباس رسول پاک کے لباس جیسا ہے۔ نہ ہماری گفتگو میں مٹھاس ہے۔ نہ ہمارے اندر قوت برداشت ہے۔ نہ معافی اور درگزر کا جذبہ ہے۔ بلکہ ہماری تو نمازیں بھی سنت رسول ﷺ کے مطابق نہیں ہیں۔ ہمارا گھریلو ماحول خوشگوار نہیں ہے۔ احباب کے ساتھ برتاؤ اسلامی تعلیمات کے موافق نہیں ہے۔ اللہ کریم ہمیں اخلاق مصطفیٰ کو اپنانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

خادم کی گواہی

جس طرح کسی شخص کی اچھی یا بری عادات سے اس کی بیوی پوری طرح واقف اور باخبر ہوتی ہے اسی طرح اس کی اچھائی یا برائی کے بارے میں گھریلو ملازم اور خادم کی گواہی بھی بڑی معتبر سمجھی جاتی ہے۔ ''اخلاق مصطفیٰ ﷺ'' کے حوالے سے رسول اکرم ﷺ کے ایک خادم کا تبصرہ سماعت فرمائیے۔ اس خادم رسول کا نام جناب انس رضی اللہ عنہ ہے۔ آٹھ سال کے تھے جب ان کی والدہ ماجدہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے دربار رسالت میں پیش کرتے ہوئے عرض کی۔ آقا! میرے لخت جگر کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ام سلیم کی اس درخواست کو منظور فرما لیا اور جناب انس رضی اللہ عنہ ''خادمان خاص'' کے زمرہ میں داخل ہو گئے۔

---

❶ فتح الباری، کتاب المغازی: باب غزوة ذات الرقاع.

جناب انس رضی اللہ عنہ دن رات کے اکثر اوقات میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ سفر ہو یا حضر، جلوت ہو یا خلوت، گھر ہو یا باہر، امن ہو یا جنگ، مسجد ہو یا بازار، محفل ہو یا تنہائی، دن ہو یا رات، صبح ہو یا شام، دوپہر ہو یا سہ پہر۔ سحری کا وقت ہو یا افطاری کا۔ جناب انس خادم اور نوکر کی حیثیت سے ہر وقت آپ ﷺ کے ہمراہ رہتے۔ آپ کا بستر درست کرتے۔ مسواک پکڑاتے، وضو کرواتے، یہاں تک کہ قضائے حاجت کے لیے جاتے وقت پانی کا لوٹا ساتھ لے جاتے۔ ذرا دور جا کر آپ ﷺ لوٹا لے کر رفع حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو جناب انس رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھ کر آپ کا انتظار کرتے۔ جونہی آپ واپس مڑتے۔ انس رضی اللہ عنہ بھاگ کر پھر لوٹا پکڑ لیتے۔ رسول اکرم ﷺ کی گھریلو اشیاء بازار سے خرید کر لاتے اور نزول حجاب سے پہلے وہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجرات اور مکانات میں آزادی سے آتے جاتے تھے۔ تقریباً روزانہ صبح فجر سے پہلے وہ سرورِ کونین ﷺ کے درِ اقدس پہ حاضر ہو جاتے اور رات کو بستر بچھا کر واپس اپنے گھر تشریف لے جاتے...... سرورِ کائنات کے یہ خادم خاص اپنے آقا کے فاضلانہ اخلاق، کریمانہ انداز اور حسن سلوک کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"(خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشَرَ سِنِيْنَ) میں نے نبی کریم ﷺ کی دس سال مسلسل خدمت کی۔ فَمَا قَالَ لِيْ أُفٍّ آپ نے اس طویل عرصہ میں مجھے کبھی "اُف" بھی نہیں کہا۔ (وَلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا أَنْ لَّا صَنَعْتَ) اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا۔" [1]

نبی اکرم ﷺ کے وہ امتی خادم رسول کی اس گواہی پر خاص طور پر توجہ فرمائیں جن کا دن رات وطیرہ ہی ملازموں کو گندی گالیاں نکالنا اور ان سے بدزبانی کرنا ہے۔ ہمارے معاشرے کے اکثر لوگ جب بھی کسی ماتحت کو آواز دیتے ہیں تو ساتھ گالی دینا بھی ضروری خیال کرتے ہیں اور اسے اپنا استحقاق اور ملازم کے لیے ضروری گردانتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء...... ٦٠٣٨.

خلق رسول کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا)) رسول اللہ ﷺ خلق کے لحاظ سے تمام لوگوں میں سب سے بہتر تھے۔ آپ کے اخلاق عالیہ کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ۔ فَاَرْسَلَنِیْ یَوْمًا لِحَاجَةٍ۔ آپ ﷺ نے ایک دن مجھے کسی کام کے لیے بھیجا...... ((فَخَرَجْتُ حَتّٰی اَمُرَّ عَلٰی صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي السُّوْقِ)) میں آپ کے پاس سے اس کام کے لیے روانہ ہو گیا اور راستے میں میرا گزر چند بچوں کے قریب سے ہوا۔ جو بازار کے اندر کھیل کود میں مصروف تھے۔ میں وہاں کھڑے ہو کر لڑکوں کا کھیل دیکھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد میرے پیچھے آ گئے اور۔ (قَدْ قَبَضَ بِقَفَایَ مِنْ وَّرَائِیْ) آ کر میری گردن کو پیچھے سے پکڑ لیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو۔ وَهُوَ يَضْحَكُ۔ اللہ کے رسول ﷺ مجھے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ آپ نے متبسم چہرے سے فرمایا۔ ((يَا اُنَيْسُ اَذَهَبْتَ حَيْثُ اَمَرْتُكَ)) اے اُنیس (آپ کبھی کبھی محبت سے انس کو اُنیس کہا کرتے تھے) میں نے تمہیں جہاں بھیجا تھا۔ وہاں گئے ہو؟ میں عرض کی۔ نَعَمْ اَذْهَبُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ جی۔ اللہ کے رسول! میں ابھی جا رہا ہوں۔" [1]

آپ نے غور فرمایا کہ سرور کائنات ﷺ نے اپنے خادم اور شاگرد کو نہ گالی دی، نہ جھڑکا، نہ مارا، نہ پیٹا اور نہ ہی سزا دی۔ بلکہ مسکرا کر انہیں غلطی پر متنبہ فرمایا اور خلق عظیم کے اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ امام المرسلین ﷺ کے ایک صحابی جناب جابر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ، عطاء وسخاء اور جود وکرم کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

((مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کان رسول اللہ ﷺ احسن الناس خلقا: ۲۳۱۰۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الفضائل: باب ماسئل رسول اللہ شیئا قطُّ فقال لا: ۲۳۱۱۔

''رسول اللہ ﷺ سے جب کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ ''لا'' کہہ کر انکار نہیں کرتے تھے۔''

یعنی آپ ﷺ نے کبھی کسی سائل کو ''نہیں'' کہہ کر جواب نہیں دیا۔ اگر کچھ پاس ہوتا تو اسے عطاء فرما دیتے۔ اگر نہ ہوتا تو سکوت اور خاموشی اختیار فرماتے۔ یا عذر پیش کرتے، یا وعدہ فرما لیتے یا اسے دعا دے دیتے۔ مگر لا ''نہیں'' نہ کہتے تھے۔ عربی شاعر نے اسی مفہوم کو اپنے شاعرانہ الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ:

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِہٖ
لَوْ لَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاءُ ہٗ نَعَم.

''رسول اکرم ﷺ نے اپنے تشہد کے سوا کبھی ''لا'' نہیں فرمایا۔ اگر تشہد نہ ہوتا تو آپ ﷺ کا ''لَا'' (نہیں) بھی ''نَعَمْ'' (ہاں) میں تبدیل ہو جاتا۔''

فارسی شاعر نے اس حدیث کے مفہوم کو اور زیادہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے:

نرفت کلمۂ لا بر زبان او ہرگز
مگر بِاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

''آپ ﷺ کی زبان مبارک پر کبھی انکار کا کلمہ ''لا'' نہیں آیا۔ ہاں جب آپ ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہتے تو اعلان فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی قسم کی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔''

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں اپنے محبوب ﷺ کو اعلیٰ اخلاقی اقدار اپنانے کا حکم دیتے ہوئے اور اخلاق حسنہ کے نتائج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝﴾ (حم السجده: ٣٤۔ ٣٥)

''نیکی اور برائی یکساں نہیں ہیں۔ آپ برائی کا تدارک اس سے بہتر نیکی کے ساتھ

کریں۔(یعنی برائی کا بدلہ نیکی سے دیں) پس تمہارے اس رویے کی وجہ سے تمہارا دشمن بھی تمہارا گہرا دوست بن جائے گا۔ اور ان اوصاف حمیدہ کی توفیق تو صرف صبر کرنے والوں اور بڑے خوش نصیبوں کو ہی دی جاتی ہے۔''

اخلاقِ مصطفیٰ ﷺ کی تاثیر

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاکیزہ اخلاق، اعلیٰ اوصاف اور محبت و پیار سے متاثر ہو کر سینکڑوں انسانوں کو قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی اور ان کی دشمنی، دوستی میں۔نفرت، محبت میں۔ عداوت، اُلفت میں اور مخالفت، موافقت میں تبدیل ہوگئی۔ اور کئی ایسے افراد جو رسول پاک ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے وہ آپ کے اخلاق کی تاثیر سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور انہیں صحابیت کا شرف عظیم حاصل ہو گیا۔

جنگ بدر کے کچھ ہی دنوں بعد کی بات ہے کہ:

'' آپ ﷺ کے مخالفین، معاندین اور منکرین میں سے دو اہم افراد مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ کے ساتھ حطیم کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ایک کا نام ''صفوان بن اُمیہ'' اور دوسرا ''عمیر بن وہب'' تھا۔صفوان تو مشہور دشمن رسول اُمیہ کا بیٹا تھا۔ اس لیے اسے نبی کریم ﷺ سے بڑی عداوت اور دشمنی تھی۔عمیر بھی شیاطین قریش میں سے تھا اور اس کا بیٹا ''وہب'' جنگ بدر کے قیدیوں میں شامل تھا۔عمیر اور صفوان کی گفتگو کا عنوان تھا۔''محمد ﷺ کا قتل''۔ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے بدر کی شکست کا انتقام لینے اور آپ کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لیے ان دونوں کے درمیان جو بات چیت ہوئی اور معاہدہ طے پایا وہ یہ تھا۔عمیر نے کہا اے صفوان! میدان بدر میں ہمارے ساتھیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں اور ظالم مسلمانوں نے کس طرح ان کی لاشوں کو بدر کے کنویں میں پھینک دیا۔

صفوان بولا۔ اللہ کی قسم! مقتولین بدر کے بعد تو زندگی کا کوئی لطف ہی نہیں رہا۔

مجھے تو ہر وقت مقتولین بدر کی یاد ستاتی رہتی ہے۔ عمیر نے کہا۔ تمہاری بات واقعی درست ہے۔ بخدا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں فی الحال ادا نہیں کر سکتا۔ اور مجھے اپنے اہل وعیال کے برباد ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں سوار ہو کر مدینہ پہنچتا اور ''محمد کو قتل کر دیتا''۔ اور ہاں اب تو میرے پاس مدینہ جانے کا بہانہ بھی موجود ہے کہ میرا بیٹا وہاں قید ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس کی ملاقات کے لیے آیا ہوں۔

صفوان نے کہا۔ اے عمیر! تمہارا قرض میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ تم کہو تو ابھی ادا کر دیتا ہوں اور تمہارے اہل وعیال کی کفالت، نگہداشت اور حفاظت کا بھی وعدہ کرتا ہوں۔ جب تک وہ زندہ رہیں گے میرے اہل وعیال کے ساتھ رہیں گے، انہیں کے ساتھ کھائیں گیا اور انہیں جیسا لباس پہنیں گے۔ میں ان کی مسلسل مدد کرتا رہوں گا۔

عمیر نے پراعتماد لہجے میں کہا، بس یہ میرے اور آپ کے درمیان معاہدہ ہو گیا کہ آپ میرا قرض اتار دیں گے، میرے بیوی بچوں کی کفالت کریں گے اور میں مدینہ جا کر محمد ﷺ کا سر قلم کر دوں گا۔ لیکن یہ راز افشاء نہیں ہونا چاہیے۔ صفوان نے معاہدہ کی پاسداری کا وعدہ کرتے ہوئے کہا۔ مجھے یہ شرط منظور اور معاہدہ قبول ہے۔ عمیر نے تلوار تیز کی، اسے زہر آلود کیا۔ اور قتل رسول کے ارادہ سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر صفوان نے مکہ کے دشمنان رسول کو اطلاع پہنچائی کہ چند دنوں تک تمہارے پاس ایک ایسی خبر آئے گی جس سے تمہارے سارے غم غلط ہو جائیں گے۔ تم میدان بدر کے مصائب بھی بھول جاؤ گے اور سارے عرب میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔ عمیر تیز رفتار اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ میں اپنے قیدی بیٹے کی ملاقات اور اس کی رہائی کے لیے مذاکرات کرنے آیا ہوں۔ عمیر اپنا اونٹ مسجد

نبوی کے دروازے پر بٹھا رہا تھا کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اس پر نظر پڑ گئی۔ آپ فوراً پکار اٹھے۔ ''دشمن خدا کسی شرارت کے لیے آیا ہے۔''

رحمت مجسم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو اطلاع دی گئی کہ دشمن خدا عمیر بن وہب گلے میں تلوار لٹکائے باہر آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ فَاَدْخِلْهُ عَلَيَّ۔ اسے میرے پاس لاؤ۔ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسے گریبان سے پکڑ کر اندر لے آئے۔ نبی محترم نے دیکھ کر فرمایا: اَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ۔ اے عمر! اسے چھوڑ دو۔ اور عمیر سے فرمایا۔ اُدْنُ يَا عُمَيْرُ۔ اے عمیر! میرے قریب آؤ۔ عمیر نے قریب آ کر کہا۔ اَنْعِمُوْا صَبَاحًا۔ تمہارا دن اچھا گزرے یعنی صبح بخیر۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ زمانہ جاہلیت کے الفاظ ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس سے بہت بہتر دعائیہ کلمات سکھائے ہیں۔ اور وہ وہی دعا ہے جو اہل جنت کا سلام ہے یعنی ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' اسی دوران بذریعہ وحی آپ ﷺ کو عمیر اور صفوان کے درمیان معاہدے، گفتگو کی تفصیلات اور عمیر کے ارادے سے آگاہ فرما دیا گیا۔

رسول اکرم ﷺ نے پوچھا اے عمیر کیسے آنا ہوا؟ عمیر بولا۔ میں اپنے قیدی کے لیے آیا ہوں۔ اس پر احسان فرمایئے اور رہا کر دیجئے۔ ارشاد ہوا۔ پھر یہ تلوار گلے میں کیوں لٹکا رکھی ہے۔ بولا۔ اللہ ان تلواروں کا ستیاناس کرے۔ وہ پہلے ہمارے کس کام آئی ہیں۔ آپ ﷺ نے دوسری مرتبہ پھر پوچھا۔ سچ سچ بتاؤ، کس لیے آئے ہو؟ اس نے کہا صرف اپنے بیٹے کے لیے آیا ہوں۔ اب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے عمیر!

((بَلْ قَعَدْتَ اَنْتَ وَصَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ فِي الْحِجْرِ فَذَكَرْتُمَا اَصْحَابَ الْقَلِيْبِ مِنْ قُرَيْشٍ ثُمَّ قُلْتَ لَوْ لَا دَيْنٌ عَلَيَّ وَعِيَالٌ عِنْدِيْ لَخَرَجْتُ حَتّٰى اَقْتُلَ مُحَمَّدًا فَتَحَمَّلَ لَكَ صَفْوَانُ بِدَيْنِكَ وَعِيَالِكَ عَلٰى اَنْ تَقْتُلَنِيْ لَهٗ وَاللّٰهُ حَائِلٌ بَيْنَكَ وَبَيْنَ ذَالِكَ.))

''تم اور صفوان نے مقام حطیم میں بیٹھ کر قریش کے ان لوگوں کا تذکرہ کیا جنہیں (بدر کے دن) کنویں میں ڈال دیا گیا تھا۔ پھر تم نے کہا کہ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا

اور میرے بال بچے نہ ہوتے تو میں ابھی نکلتا اور محمد کو قتل کر دیتا۔ تو صفوان نے تمہارے قرض اور اہل وعیال کی اس شرط پر ذمہ داری اٹھا لی کہ تم " مجھے قتل کرو گے۔" حالانکہ میرے اور تمہارے اس ارادے کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔ اس لیے تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔"

عمیر نے لحہ بھر کے لیے سوچا کہ میری اور صفوان کی بات چیت کے وقت کوئی تیسرا آدمی موجود نہیں تھا۔ میں نے اپنے ارادے سے کسی کو حتیٰ کہ اپنے اہل وعیال کو بھی مطلع نہیں کیا۔ صفوان بھی یہ راز کسی کو بتا نہیں سکتا۔ مکہ معظّمہ یہاں سے سینکڑوں میل دور ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے رسول کو ہماری گفتگو کا لفظ بلفظ کیسے علم ہو گیا ہے؟ اب اسے یقین آ گیا کہ سرورِ کونین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ کاروائی وحی کے ذریعہ ہی معلوم ہوئی ہے۔ دربارِ رسالت میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہے۔ اے اللہ کے رسول مجھے کلمہ پڑھایئے اور مسلمانوں کی صف میں شامل فرما لیجئے۔ چنانچہ عمیر مسجد نبوی میں بلند آواز سے پڑھتا ہے۔

((اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ))

رسول اکرم ﷺ کی نرمی، ملاطفت، حلم ودرگزر اور اخلاق حسنہ نے عمیر کو کلمہ پڑھنے پر مجبور کر دیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔

((فَقِهُوْا اَخَاكُمْ فِيْ دِيْنِهٖ وَاقْرَءُوْهُ الْقُرْآنَ وَاَطْلِقُوْا لَهٗ اَسِيْرَهٗ فَفَعَلُوْا))

آج سے عمیر تمہارا بھائی ہے۔ اپنے بھائی کو دین کے احکام سمجھاؤ۔ اسے قرآن مجید پڑھاؤ اور اس کے قیدی بیٹے کو رہا کر دو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل فرمائی۔ عمیر رضی اللہ عنہ چند دن مدینہ منورہ ٹھہرے۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہی حاصل کی اور صحبت رسول سے فیض یاب ہوئے۔ آخر ایک دن دربار نبوت میں عرض کی آقا! آپ کو معلوم ہے کہ میں اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا۔ دین الٰہی کے نور کو بجھانے کے لیے دن رات کوشش کیا کرتا تھا اور آپ کا کلمہ پڑھنے والوں کو سخت تکلیفیں پہنچایا کرتا تھا۔ اب میں

چاہتا ہوں کہ آپ مجھے مکہ معظمہ واپس جانے کی اجازت فرمائیں تاکہ میں اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی رسالت کی دعوت دوں۔ اللہ کرے کہ میری طرح انہیں بھی صراطِ مستقیم نصیب ہو جائے۔ امام المرسلین ﷺ نے سیّدنا عمیر رضی اللہ عنہ کو مکہ جانے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں آکر اسلام کی تبلیغ شروع کی تو ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت سارے لوگوں کو ہدایت نصیب فرما دی۔'' [1]

اَخلاق سے انقلاب

رسول مقبول ﷺ کے اعلیٰ اخلاق، عفو و درگزر اور حسن کردار نے بڑے بڑے دشمنوں کے دل بدل دیئے، ان میں روحانی انقلاب برپا کر دیا اور آنِ واحد میں وہ دشمن مصطفیٰ سے محب مصطفیٰ بن گئے۔ ثمامہ بن اثال ایسے ہی سعادت مند لوگوں میں سے ایک معزز سردار تھے۔ یہ اپنے علاقہ سے مکہ مکرمہ کی طرف عمرہ کے ارادہ سے جا رہے تھے کہ راستہ میں صحابہ کرام کے ایک دستہ نے انہیں گرفتار کر کے مدینہ طیبہ پہنچا دیا۔ اور آپ ﷺ کی اجازت سے۔ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ۔ مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ (تاکہ وہ مسلمانوں کا طریقۂ عبادت دیکھیں۔ رسول اکرم ﷺ کی زبان نبوت سے قرآن سنیں اور صحابہ کرام کی باہمی اخوت ومحبت کا مشاہدہ کریں۔ ثمامہ کی قسمت کا کیا کہنا کہ اسے قید کر کے مسجد نبوی جیسی مقدس، بابرکت اور مثالی جگہ پر رکھا گیا)۔ نبی اکرم ﷺ نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو جائے امامت پر جانے سے پہلے ثمامہ کے پاس آئے اور انتہائی نرمی اور محبت سے فرمایا۔ مَاعِنْدَكَ يَاثُمَامَةُ۔ اے ثمامہ تمہارا کیا حال ہے؟ ثمامہ نے بڑی تلخی، سختی اور ترشی سے جواب دیا۔ عِنْدِيْ خَيْرٌ يَامُحَمَّدُ۔ اے محمد! میرے ہاں ہر طرح خیر ہے۔ یاد رکھو۔ اِنْ تَقْتُلْنِيْ تَقْتُلْ ذَادَمٍ۔ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو ایسے شخص کو قتل کرو گے جس کا خون بیکار نہ جائے گا بلکہ میری قوم کے لوگ آپ سے میرے قتل کا بدلہ لے لیں گے۔

---

[1] سيرة النبى لابن هشام، باب اسلام عمير بن وهب بعد تحريض صفوان له على قتل الرسول ﷺ.

وَاِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاکِرٍ۔ اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایسے شخص پر احسان کریں گے جو قدردان ہے۔ وَاِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ الْمَالَ فَسَئَلْ مِنْهُ مَاشِئْتَ۔ اور اگر آپ کو مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں مجھ سے مطالبہ کر سکتے ہیں۔ میں آپکے تمام مالی مطالبات پورے کر دوں گا۔ آپ ﷺ نے ثمامہ کی کڑوی کسیلی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا اور نماز پڑھا کر گھر تشریف لے گئے۔ اور صحابہ کرام کو اسے کھانا کھلانے اور آرام پہنچانے کا حکم فرمایا۔

دوسرے دن نبی محترم ﷺ پھر ثمامہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا۔ مَاعِنْدَكَ یَا ثُمَامَةُ۔ اے ثمامہ تمہارا کیا حال ہے؟ ثمامہ نے اسی طرح سخت جواب دیا تو آپ اسے چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے۔ (اور صحابہ کو اس کے خوردونوش کا خیال رکھنے کا حکم فرمایا)۔ تیسرے دن آپ ﷺ پھر اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا۔ مَاعِنْدَكَ یَاثُمَامَةُ۔ ثمامہ! کیا خیال ہے؟ ثمامہ نے کہا۔ میرا جواب وہی ہے جو میں کل اور پرسوں کہہ چکا ہوں۔ مولانا علی محمد صمصام رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں:

تیسرے دن سرور بہندے آکول نے
کیویں ثمامہ تیرے کوڑے جئے بول نے
اُتاں تے ویکھ کیتیاں اکھیں اَن بھول نے
ایہہ شہر مدینہ جتھے رحمت غفار دی
جھوک حبیب والی سینے نوں ٹھار دی

کہندا ثمامہ جیہڑا شہر مدینہ ایں
سُناں جاں ناں، میرا سڑ جاندا سینہ ایں
نام تیرے تھیں مینوں ڈاہڈا ای کینہ ایں
شکل نہ بھاوے تیری، کالجہ ساڑ دی
جھوک حبیب والی سینے نوں ٹھار دی

سرور دو جہاں ﷺ نے ثمامہ کے سخت الفاظ، نازیبا کلمات اور درشت انداز پر کسی قسم

کی گرفت کرنے کی بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ۔ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ۔ثمامہ کو رہا کر دو۔ حکم مصطفیٰ ﷺ پر اس کی رسیاں کھول دی گئیں۔سواری کے لیے تیز رفتار اونٹ مہیا کر دیا گیا اور سازوسامان واپس لوٹا دیا گیا۔ثمامہ، رسول اکرم ﷺ کے اس اچانک اور غیر متوقع فیصلہ پر بڑا حیران ہوا۔اور مدینہ منورہ سے باہر کھجوروں کے ایک باغ میں جا کر رُک گیا۔

اوتھے کھلو کے دِل وِچ سوچاں دوڑاوندا
دُشمن تے انج نئیں کوئی رحم کماوندا
میں کردا رہیا سختی پر اوہ نرمی دکھاوندا
ایہہ ''خلق'' گواہی دیندا احمد سچیاردی
جھوک حبیب والی سینے نوں ٹھار دی

حدیث کی معتبر اور مستند کتاب صحیح بخاری میں ہے کہ۔ فَاغْتَسَلَ۔ثمامہ نے نخلستان میں غسل کیا۔اپنا جسم پاک وصاف کیا۔(کپڑے دھوئے)۔ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ۔پھر واپس آ کر مسجد نبوی میں داخل ہو گیا۔آپ تصور فرمائیں کہ اسے رہائی مل چکی ہے اور اس کے واپس جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔مگر یہ کیسا قیدی ہے جو آزادی مل جانے کے باوجود اپنے وطن واپس جانے کے لیے تیار نہیں ہے۔بلکہ پاک صاف ہو کر پھر قید خانہ میں واپس آ گیا ہے۔مولانا صمصام رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ:

سوچ کے مُڑیا پھر مسجد وَل آوندا
ادب تھیں حاضر ہو کے سلام گزاردا
خیر نال آیاں ایں ثمامہ، پیر فرماوندا
کہندا نئیں جان دیندی کشش سرکار دی
جھوک حبیب والی سینے نوں ٹھار دی

ثمامہ خدمت نبوی میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہے:

کلمہ پڑھاؤ مینوں کرلو مرید جی
اللہ سچے دی مناں سچی توحید جی
تسیں سچے رسول ہو گئی دلوں تائید جی
قسم خدا دی نئیں گنجائش انکار دی
جھوک حبیب والی سینے نوں ٹھار دی

ثمامہ نے مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہی بلند آواز سے اعلان کر دیا کہ:

((اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ))

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ توحید ورسالت کا واضح الفاظ میں اقرار کرنے کے بعد ثمامہ خدمت نبوی میں عرض کرتا ہے۔

"یَامُحَمَّدُ، وَاللّٰهِ مَاکَانَ عَلَى الْاَرْضِ وَجْهٌ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ وَجْهِكَ۔ اے محمد ﷺ اللہ کی قسم تھوڑی دیر پہلے تک میرے لیے روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ ناپسندیدہ نہیں تھا۔ فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْهُكَ اَحَبَّ الْوُجُوْهِ اِلَیَّ۔ لیکن اب مجھے آپ کے چہرے سے زیادہ کوئی چہرہ محبوب نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ برا نہیں لگتا تھا۔ مگر اب مجھے آپ کا دین سب سے زیادہ عزیز ہے۔ وَاللّٰهِ مَا کَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ بَلَدِكَ۔ اللہ کی قسم آپ کا شہر مدینہ مجھے سب شہروں سے برا محسوس ہوتا تھا۔ فَاَصْبَحَ بَلَدُكَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَیَّ۔ لیکن اب آپ کا شہر مجھے سب شہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔"

ثمامہ کے اندر یہ روحانی انقلاب پیارے پیغمبر ﷺ کے اخلاق، پیار، محبت، نرمی اور ہمدردی کے باعث برپا ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ تلخ کلامی کرنے والا، انتقام کی دھمکیاں دینے والا اور دولت کا لالچ دینے والا، ثمامہ۔ نہ صرف معذرت کر رہا اور معافی مانگ

رہا ہے بلکہ قبول اسلام کا اعلان کر رہا اور محبت مصطفیٰ ﷺ کا اظہار کر رہا ہے۔ سعات اندروز اسلام ہونے کے بعد ثمامہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں۔ آقا! جب آپ کے گھوڑ سواروں نے مجھے گرفتار کیا۔ میں اس وقت عمرہ کے لیے مکہ معظمہ جا رہا تھا۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے انہیں ''جنت'' کی بشارت دی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ جب جناب ثمامہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ پہنچے تو اہل مکہ میں سے کسی نے کہا۔ ''اے ثمامہ۔ صَبَوْتَ۔ تم تو بے دین ہو گئے ہو۔ جناب ثمامہ نے جواب دیا میں بے دین نہیں ہوا۔ وَلٰكِنْ اَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ بلکہ میں تو محمد ﷺ پر ایمان لا کر ''مسلمان'' ہو گیا ہوں۔'' [1]

دشمن کا جنازہ

نبی دو جہاں، سرور کون ومکاں، امام رسولاں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق عالیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مجھے منافقوں کے رئیس عبداللہ بن اُبی کا جنازہ یاد آ رہا ہے۔ یہ مدینہ طیبہ کے خزرج قبیلے کا ایک معزز اور معتبر شخص تھا اور مدینہ کے دوسرے مشہور قبیلے اوس کے ہاں بھی قدر ومنزلت رکھتا تھا۔ رسول مقبول ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے پہلے اسے متفقہ طور پر ''یثرب'' کا بااختیار حاکم بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ اس کی تاج پوشی کے مشورے ہو رہے تھے کہ رسول اکرم ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے ''یثرب'' تشریف لے آئے۔ آپ کے وجود مسعود کی برکت سے شہر کا نام ہی بدل گیا اور وہ یثرب سے ''مدینۃ النبی'' بن گیا۔ عبداللہ بن اُبی کے سارے سہانے خواب بکھر گئے اور یثرب کی حکمرانی کا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ ان حالات میں ابن اُبی اور اس کے حواریوں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ وہ ظاہری طور پر مسلمان ہو جائیں اور نبی اکرم ﷺ کی محبت کا دم بھرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ مگر ان کے دلوں میں اسلام اور صاحب اسلام سے بغض، حسد اور عناد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہ منافقین اور ان کا سردار عبداللہ بن اُبی، نبی محترم، اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ مثلاً

[1] صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب وفد بني حنيفة وحديث ثمامة بن اثال: ٤٣٧٢.

- ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں اچانک عبد اللہ بن ابی سے آمنا سامنا ہو گیا تو اس نے بدتمیزی کا مظاہرہ کیا۔
- جنگ بدر کے بعد آپ ﷺ نے یہودی قبیلے بنو قینقاع کو معاہدہ کی خلاف ورزی کا مزہ چکھانے کے لیے ان کی گوشمالی کا فیصلہ کیا تو یہ بدبخت اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور کھلم کھلا یہودیوں کی حمایت کے لیے تیار ہو گیا۔
- جنگ اُحد کے لیے جب مسلمان رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک ہزار کی جمعیت کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو یہ منافق بہانہ بنا کر اپنے تین سو حواریوں کو لے کر الگ ہو گیا اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر قریش مکہ سے لڑائی کرنے سے انکار کر دیا۔
- بنی نضیر کو ان کی عہد شکنی اور غداری کی سزا دینے کے لیے جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا تو اس ظالم نے انہیں پیغام بھجوایا کہ ہماری تائید تمہیں حاصل ہو گی اور اگر لڑائی ہوئی تو تم اکیلے نہیں بلکہ ہم بھی تمہارے ساتھ محمد ﷺ سے مقابلہ کریں گے۔
- غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر اس دشمن اسلام نے انصاریوں اور مہاجروں کو آپس میں لڑانے کے لیے بڑی ہوشیاری سے ایک چال چلی مگر نبی اکرم ﷺ کی بروقت مداخلت کی وجہ سے یہ بدبخت اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکا۔
- اسی غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر اس شقی القلب اور اس کے حواریوں نے دنیائے اسلام کی پاکیزہ ترین اور عظیم ہستی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا۔ تو اللہ رب العزت نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کے بیان اور منافقوں کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کے لیے سورۃ نور کی ۱۶ آیات طیبات نازل فرما دیں۔

الغرض عبد اللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں نے اسلام، صاحب اسلام اور مسلمانوں کے

خلاف ہرزہ سرائی کی انتہا کر دی مگر چونکہ وہ ظاہراً کلمہ گو تھے اس لیے رحمت عالم ﷺ نے ان کے خلاف کسی قسم کے انتہائی اقدام سے ہمیشہ گریز کیا بلکہ ایک موقع پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر اجازت ہو۔ اَضْرِبُ عُنُقَهٗ۔ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں؟ مگر رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا۔ اے عمر! ایسا کام ہرگز نہ کرنا۔ لوگ کہیں گے محمد ﷺ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔

میں فی الوقت اس رئیس منافقین کے حالات زندگی کی تفصیل بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب منافقوں کا یہ سردار عبداللہ بن اُبی فوت ہو گیا۔ اس کا بیٹا جن کا نام بھی عبداللہ تھا۔ وہ اپنے باپ کی سرگرمیوں کے بالکل خلاف اور امام الانبیاء ﷺ کے جانثار، وفادار، فداکار اور مخلص صحابی تھے۔ وہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور نہایت لجاجت سے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول اَعْطِنِیْ قَمِیْصَكَ۔ مجھے اپنی قمیص مبارک عطاء فرما دیجئے تاکہ میں اسے اپنے باپ کے لیے بطور کفن استعمال کر سکوں۔ آپ نے کمال شفقت اور رحمت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی قمیص مبارک اسے عنایت فرما دی۔ پھر اس نے عرض کی۔ اے صاحب خُلق عظیم! میرے والد کی نماز جنازہ بھی پڑھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: آذِنِّیْ اُصَلِّ۔ مجھے جنازے کے وقت سے آگاہ کر دینا میں اس کا جنازہ پڑھا دوں گا۔ چنانچہ اطلاع ملنے پر نبی رحمت ﷺ اس منافق کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تیز رفتاری سے آپ کے سامنے حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

((اَتُصَلِّیْ عَلَى ابْنِ اُبَیٍّ وَقَدْ قَالَ یَوْمًا کَذَا وَکَذَا))

”اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ابن اُبی کا جنازہ پڑھائیں گے۔ جب کہ اس نے فلاں، فلاں اور فلاں دن اس طرح کہا تھا۔“

جناب عمر رضی اللہ عنہ اس کی خلاف اسلام باتوں کو گنوائے جا رہے تھے اور نبی اکرم ﷺ مسکرائے جا رہے تھے۔ جب جناب عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہوئے تو رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا۔

اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مجھے اختیار دیا ہے کہ تم ان منافقین کے لیے دعاء مغفرت کرو یا نہ کرو۔ اگر تم ۷۰ مرتبہ بھی ان کے لیے بخشش کی دعا کرو گے تو میں انہیں ہرگز معاف نہیں کروں گا۔

رسول محترم ﷺ نے عبداللہ بن اُبی کے بیٹے اور اپنے مخلص صحابی جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے لیے رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھا دیا۔ ابھی آپ جنازہ پڑھا کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات طیبات کا نزول فرما دیا:

﴿وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ۝﴾ (التوبہ: ۸۴)

''(منافقوں) میں سے جب کوئی مر جائے۔ تو آپ کبھی بھی ان کی نماز جنازہ نہ پڑھئے اور نہ ان کی قبر پر (دُعا کے لیے) کھڑے ہوں۔ بلاشبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔ اور ایسی حالت میں مر گئے کہ وہ نافرمان تھے۔'' [1]

بعض تفسیری روایات میں ہے کہ جب نبی محترم ﷺ نے رئیس المنافقین کے کفن کے لیے اپنی مقدس قمیص مرحمت فرمائی تو اتفاق سے جناب عمر رضی اللہ عنہ قریب تشریف فرما تھے۔ آپ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اس ناپاک اور گندے انسان کے لیے اپنی پاک قمیص کیوں مرحمت فرما رہے ہیں۔ تو رحمت عالم ﷺ نے جواب میں فرمایا:

((اِنَّ قَمِيْصِيْ لَا يُغْنِيْ عَنْهُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ يُّسْلِمَ بِفِعْلِيْ هٰذَا اَلْفُ رَجُلٍ))

''اس منافق کو میری قمیص اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ نفع نہیں پہنچائے گی۔ البتہ امید ہے کہ میری شفقت ورحمت اور اخلاق عالیہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہزار آدمیوں کو مشرف بہ اسلام کرے گا۔''

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز، باب الکفن فی القمیص......: ۱۲۶۹.

چنانچہ رسول کائنات رحمۃ للعالمین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ بشارت اور خوش خبری پوری ہوئی کہ منافقین کا گروہ جو ہمیشہ عبداللہ بن اُبی کے گرد جمع رہتا تھا اور اسلام کے خلاف اس کی سازشوں میں شریک تھا۔ انہوں نے جب آپ ﷺ کی شفقت، الفت، لطافت، خلق عظیم، حسن سلوک، رواداری، عفوودرگزر، حسنِ کردار اور دشمنوں کے ساتھ رحمت اور محبت دیکھی کہ وہ شخص جس نے ساری عمر رسول پاک ﷺ کی دشمنی، مخالفت، عداوت اور حسد و بغض میں گزار دی ہے۔ آپ ﷺ اس کے کفن کے لیے اپنی قمیص عنایت فرما رہے ہیں۔ اور مخلصین کی طرف سے جنازہ نہ پڑھانے کا مشورہ دینے کے باوجود منافقوں کے سردار کا جنازہ پڑھا رہے ہیں۔ تو وہ منافق اپنے کئے پر سخت شرمندہ اور نادم ہوئے۔ اور ان تمام نے اسی وقت نفاق سے توبہ کر کے ازسرنو کلمہ طیبہ پڑھ کر آپ ﷺ کی بیعت کی اور آئندہ کیلئے مخلص، باوفا اور جانثار مسلمان بن کر زندگی گزارنے کا عہد کیا۔ فَأَسْلَمَ وَتَابَ لِهٰذِهِ الْفِعْلَةِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَلْفُ رَجُلٍ۔ [1] چنانچہ اسی دن پیغمبر اکرم ﷺ کے اس عمل سے متاثر ہو کر ایک ہزار منافق کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ نبی محترم ﷺ کے اسی حسن خلق اور رحمۃ للعالمین کے بارے میں کیا خوب کہا گیا ہے کہ!

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے
دل ان کا بھی چھینا جو سر لینے آئے

یہ بندہ نوازی کے جوہر دکھائے
کہ خود کھائے "جَو" اور جواہر لٹائے

خوشی اپنی غیروں کے غم میں بھلا دی
دیا درد جس نے اسے بھی دوا دی

اخلاقی جھلکیاں

آخر میں سیرت نبوی پر عالمی انعام یافتہ معروف زمانہ کتاب "الرحیق المختوم" سے ہم

[1] تفسیر قرطبی، التوبۃ، آیت : ۸٤، جلد ۸، صفحہ : ۲۲۱.

اخلاق رسول، عادات مصطفی ﷺ اور کردار نبی کی چند جھلکیاں عرض کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ مولانا صفی الرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

- نبی اکرم ﷺ فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھے فقروں کی ساخت اور معانی کی صحت کا پورا خیال فرماتے تھے۔
- آپ ﷺ کو عربی لہجے کی تمام زبانوں پر دسترس حاصل تھی۔ ہر قبیلے سے اسی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔
- بردباری، قوت برداشت، عفو و درگزر اور مشکلات پر صبر جیسے اعلیٰ اوصاف سے متصف تھے۔
- آپ ﷺ نے اپنی ذات کیلئے زندگی بھر کبھی انتقام نہیں لیا مگر حدود اللہ کو پامال کرنے پر انتقام لیتے تھے۔
- جود وکرم، بخشش و عطاء اور سخاوت و فیاضی میں پیش پیش تھے۔
- شجاعت، بہادری، دلیری، اور دشمن سے بے خوفی میں اپنی مثال آپ تھے۔
- کنواری عورت سے زیادہ باحیا اور شرم و پست نگاہی کا پیکر تھے۔
- امانت و دیانت اور صداقت کی وجہ سے قبل از اعلان نبوت ہی ''صادق و امین'' کہلاتے تھے۔
- ساری زندگی کبھی بھی غلط بیانی، جھوٹ، کذب اور دروغ گوئی سے کام نہیں لیا۔
- منکسر المزاج، نرم خو، متواضع اور عادل و پاک دامن تھے۔
- فحش گوئی، بد خلقی، بد دیانتی اور بدعہدی سے کوسوں دور تھے۔
- بلاضرورت گفتگو نہ فرماتے بلکہ اکثر خاموش رہتے تھے۔
- جامع اور دوٹوک بات کرتے تھے۔ مبہم اور ذو معنی الفاظ استعمال نہ فرماتے۔
- کھانے پینے کی اشیاء میں نقص نہ نکالتے جو میسر آتا تناول فرما لیتے۔
- کھل کھلا کر نہ ہنستے بلکہ تبسم فرماتے جب مسکراتے تو دانت اولوں کی طرح چمکتے۔

- ہر قوم کے معزز آدمی کی تکریم فرماتے اور اکثر اسی کو ان کا والی مقرر فرما دیتے۔
- اپنے اصحاب کی خبر گیری کرتے اور رفقاء کے حالات دریافت فرماتے۔
- ہمیشہ معتدل رویہ اپناتے اور افراط و تفریط سے دور رہتے تھے۔
- معاشرہ کے نیک ترین لوگوں کو قریب رکھتے۔ اور ان میں بھی غمگسار اور ہمدرد کو۔
- اکثر اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ فضولیات سے مکمل اجتناب کرتے۔
- اپنے لیے کوئی امتیازی جگہ متعین نہ فرماتے۔ مجلس میں جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔
- آپ ﷺ کے نزدیک سب یکساں تھے۔ البتہ اہل تقویٰ کو فضیلت حاصل تھی۔
- آپ ﷺ کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت قائم رہتی۔ جفا جو اور سخت خو نہیں تھے۔
- آپ ﷺ کی مجلس حلم، علم، صبر، امانت اور باہمی احترام کی مجلس ہوتی تھی۔
- آپ ﷺ نے اپنے آپ کو ہمیشہ ریا کاری، کثرت اور لایعنی باتوں سے محفوظ و مامون رکھا۔
- کسی کی مذمت نہ کرتے، عار نہ دلاتے اور عیب جوئی نہیں کرتے تھے۔
- محفل میں باوقار طریقے سے تشریف رکھتے۔ اپنے پاؤں نہ پھیلاتے۔
- دوسرے کی پوری بات کامل توجہ اور انہماک سے سماعت فرماتے۔ مختصر جواب ارشاد فرماتے۔
- حاجت مندوں کی مدد فرماتے۔ اگر پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر تعاون فرماتے۔
- سائل کو کبھی نہ جھڑکتے بلکہ اس کی ضرورت کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش فرماتے۔
- یتیموں، مسکینوں، بیواؤں، محتاجوں اور اپاہجوں کا خاص خیال فرماتے۔
- آپ ﷺ کی کلام میں شیرینی، الفاظ میں ندرت اور کلمات پُر حکمت ہوتے تھے۔
- آپ ﷺ سب سے زیادہ عادل، منصف مزاج اور انصاف کے علم بردار تھے۔
- عہد کی پاسداری، وعدہ کا خیال اور معاہدات کی پابندی فرماتے تھے۔

انہی عادات وخصائل، محامد ومحاسن، فضائل ومناقب اور اخلاق وخصائص کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے سورت القلم میں فرمایا:

﴿نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ ۙ مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا

غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۞ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۞﴾ (القلم: ۱۔۴)

''ن، قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ (فرشتے) لکھتے ہیں (اے اللہ کے رسول ﷺ) آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں اور بلاشبہ آپ کے لیے تو نہ ختم ہونے والا اجر ہے، اور یقیناً آپ خلقِ عظیم پر فائز ہیں۔''

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ ہم سب کو رسول کریم ﷺ جیسا اخلاق اپنانے، کردار بنانے اور عادات کو اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ



7 اِخلاص مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۶۲)

''اے رسول! آپ فرمائیے کہ بے شک میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔''

ہر قسم کی حمد وثناء رب العزت کے لیے ہے۔ جس نے اپنے خصوصی فضل واحسان سے ہم کو انسان بنایا پھر مسلمان بنایا اور آسمان وزمین کے درمیان کی تمام چیزوں کو ہمارا فرماں بردار بنایا۔ سورج، چاند، ستارے، دن، رات، صبح، شام، اندھیرا، اجالا، لیل ونہار، نباتات، جمادات، حیوانات، پہاڑ، دریا، ندی، نالے، سمندر، چرند، پرند، باغات، پھل، پھول، اجناس۔ الغرض کائنات کی ہر چیز کو انسان کی خدمت کے لیے پیدا کیا اور انسان کو صرف اپنی ہی عبادت کے لیے تخلیق فرمایا۔

لاتعداد، اَن گنت اور بے شمار درود وسلام ختم الرسل، ہادئ سبل، رہبر کل جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر جنہوں نے گمراہی میں گھری ہوئی انسانیت کو جادۂ حق دکھایا۔ کئی خداؤں کے پرستاروں کو ''رب واحد'' کا عبادت گزار بنایا اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ))

اللہ رب العزت کے محبوب، لاڈلے اور پیارے پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ

کے سب سے زیادہ عبادت گزار، شب زندہ دار اور فرمان بردار تھے، آپ ﷺ کی خواہش، کوشش اور آرزو تھی کہ آپ کا ہر اُمتی خالقِ ارض وسماء کا انتہائی عبادت گزار، وفادار اور فرمان بردار ہو اور ہر شخص ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مصروف ومشغول رہے مگر وہ عبادت وریاضت اور تلاوت وقراءت ریاکاری، دِکھلاوے اور نمود ونمائش کی خاطر نہ ہو بلکہ ہر عبادت اور ہر نیک عمل صرف اللہ تعالیٰ کی رضا، اسی کی خوشنودی اور اسے خوش کرنے کے لیے اخلاص، للّٰہیت اور عاجزی وانکساری کے ساتھ کیا جائے۔

اخلاص کا مفہوم اور اہمیت

عربی لغت میں ''اخلاص'' کا معنی ''خالص کرنا'' ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں خالص رضائے الٰہی کے لیے کئے جانے والے نیک کام کی درست نیت اور اچھے ارادے کو ''اخلاص'' کہا جاتا ہے۔ جس میں ریاء، نمود، دنیاوی غرض، طلب شہرت، معاوضہ اور حصولِ منفعت کا شائبہ تک نہ ہو۔ ہر نیک عمل کی قبولیت کا دارومدار اور انحصار اخلاص پر ہے۔ اگر اخلاص ہوگا تو عبادت قبول ہوگی۔ اور خلوص نہ ہوگا تو کوئی نیکی دربارِ الٰہی میں درجہ قبولیت حاصل نہ کر سکے گی۔

- عبادت ہو یا ریاضت
- صداقت ہو یا امانت
- سخاوت ہو یا عدالت
- امامت ہو یا خطابت
- شجاعت ہو یا شہادت
- تلاوت ہو یا قرأت
- نماز ہو یا روزہ
- حج ہو یا عمرہ
- طواف ہو یا سعی
- زکوٰۃ ہو یا خیرات
- فرض ہو یا نفل
- واجب ہو یا مستحب
- رکوع ہو یا سجدہ
- قیام ہو یا قعود
- سحری ہو یا افطاری
- تہجد ہو یا اشرق
- وعظ ہو یا تبلیغ
- تقریر ہو یا تحریر

جب تک ہر نیک کام میں نیت خالص نہ ہوگی۔ رضائے الٰہی کا جذبہ نہ ہوگا اور عمل میں خلوص نہ ہوگا۔ اس وقت تک وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ومنظور نہیں ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے ''اخلاص'' کو ہی ایمان قرار دیا ہے۔ جناب ابوفراس رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت ہے کہ:

''ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے بآواز بلند پوچھا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ
مَا الْاِیْمَان ؟ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اَلْاِخْلَاص''
اخلاص ہی اصل ایمان ہے۔'' ❶

عبادت میں اخلاص کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے قرآن حکیم میں بار بار خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔ اے میرے نبی آخرالزماں ﷺ۔

﴿ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ ﴾

(الزمر : ۱۱ تا ۱٤)

''آپ فرما دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خالص اسی کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کروں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے مسلمان بنوں۔ آپ فرمائیے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اپنے دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں۔''

یہ آیت کریمہ ہمیں واضح طور پر حکم دے رہی ہے کہ ہر قسم کی قلبی، روحانی، بدنی اور مالی عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے اور عبادت کا رکنِ اعظم اخلاص ہے۔ اسی اخلاص کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَادِكُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِكُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ)) ❷

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں، تمہاری شکلوں اور تمہاری دولت کی طرف

---

❶ صحيح الترغيب والترهيب، رقم الحديث : ٣ قال الالبانی صحيح.

❷ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والادب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره: ٢٥٦٤.

نہیں دیکھتا وہ تو صرف تمہارے دلوں کی نیتوں اور اعمال کے خلوص کو دیکھتا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت و ریاضت کی کوئی ضرورت اور حاجت نہیں ہے۔ وہ تو صرف یہ دیکھتا ہے کہ کون خلوص نیت اور حضور قلب کے ساتھ میرے احکام بجالا رہا ہے...... کون محض خانہ پری کرتا ہے اور کون میری رضا کی بجائے لوگوں کے دکھلاوے اور ریاکاری کے لیے اعمال صالحہ انجام دے رہا ہے۔ وہ ہمارے سجدے کا محتاج ہے نہ رکوع کا۔ اُسے ہمارے قیام کی حاجت ہے نہ قعود کی اور وہ ہماری دعاؤں کا آرزومند ہے نہ التجاؤں کا۔ وہ تو صرف فرق واضح کرنا چاہتا ہے۔ کہ ''میرا بندہ'' کون ہے جو صرف میری بندگی کرتا ہے اور خواہش کا بندہ کون ہے جو دوسروں سے تعریفی الفاظ اور توصیفی کلمات سننے کے لیے عبادت کا ڈھونگ رچا رہا ہے۔

ریاکاری کے نقصانات

نبی اکرم ﷺ نے اخلاص کی اہمیت اور نمود و نمائش کی مذمت کرتے ہوئے ریاکاری کے ارادے سے عبادت کرنے والے کو بھی مشرک قرار دیا ہے کیونکہ عبادت تو صرف رضائے الٰہی کی نیت سے کرنی چاہیے۔ لہٰذا جو شخص کسی اور کو خوش کرنے کے لیے عبادت کرتا ہے وہ درحقیقت اسے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے۔ صحابی رسول سیّدنا شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبان حق ترجمان سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ)) [1]

''جس نے ریاکاری کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کا ارتکاب کیا۔ اور جس نے دکھلاوے کی نیت سے نماز پڑھی اس نے بھی شرک کیا اور جس نے نمود و نمائش کے لیے صدقہ کیا وہ بھی شرک کا مرتکب ہوا۔''

آپ ریاکاری اور نمود و نمائش کے نقصانات کا اندازہ لگائیں کہ عدم خلوص کی وجہ سے

[1] المستدرك للحاكم: ٧٩٣٨، سكت عنه الذهبي.

نماز، روزہ اور خیرات جیسی اہم عبادات کرنے والے کو بھی مشرک قرار دے دیا گیا ہے۔ بلکہ حشر کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ریاکار کو حکم دیا جائے گا کہ جنہیں دکھانے کے لیے تم نے یہ اعمال وافعال انجام دیئے تھے۔ آج ان سے ان کا اجر، ثواب اور جزا کا مطالبہ کرو۔ کیوں کہ تم نے نیکیاں میری رضا کے لیے نہیں کی تھیں۔ اس لیے آج میرے پاس تمہارے لیے کوئی اجر وثواب نہیں ہے۔ رسول مکرم ﷺ کے صحابی جناب ابوسعید بن ابی فضالہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ نَادٰى مُنَادٍ مَنْ كَانَ اَشْرَكَ فِيْ عَمَلِهٖ لِلّٰهِ اَحَدٌ فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهٗ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ)) [1]

''قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا۔ وہ ایسا دن ہے جس میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تو ایک اعلان کرنے والا زور سے اعلان کرے گا کہ جس کسی نے اپنے نیک عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرایا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی رضا جوئی کے لیے عبادت کی تھی۔ وہ اسی سے اپنی عبادت کا اجر وثواب طلب کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے شریکوں سے غنی اور بے پرواہ ہے۔''

اس حدیث طیبہ کی روشنی میں ہم سب کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اپنے ضمیر کو جھنجوڑنا چاہیے اور اپنے قلب وذہن کو ٹٹولنا چاہیے کہ کہیں ہمارے دل ودماغ میں ریاکاری کا عنصر تو موجود نہیں؟ یاد رکھئے! اگر خدانخواستہ ہمارے نیک اعمال دکھلاوے کی بھینٹ چڑھ گئے۔ تو ایسی نیکیوں کی دربارِ الٰہی میں کوئی قدر وقیمت نہیں ہوگی۔

خصوصی حکم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو خصوصی حکم دیا کہ آپ

[1] جامع ترمذی ابواب التفسیر۔ تفسیر سورۃ کھف: ٣١٥٤۔ حَسَّنَهُ الالبانی۔

کی نماز، آپ کی قربانی، آپ کا حج، آپ کا عمرہ، آپ کے روزے، آپ کے صدقات، خیرات بلکہ جینا اور مرنا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہونا چاہیے۔ فرمان ربانی ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۶۲-۱۶۳)

''(اے نبی ﷺ) آپ فرمائیے کہ بے شک میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب کچھ) اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے (کہ میں ہر عمل صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کروں) اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔''

اللہ رب العالمین کے آخری رسول ﷺ کی عبادات میں تو ریاکاری، دکھلاوے اور نمود ونمائش کا شائبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کو خاص طور پر حکم دے کر دراصل اُمت کو سمجھایا جا رہا ہے کہ تمہاری نمازیں، قربانیاں، خیرات، صدقات بلکہ مرنا اور جینا صرف اور صرف اللہ احکم الحاکمین کے لیے ہونا چاہیے۔ مجموعی طور پر یہ حکم فرمانے کے علاوہ ہر عبادت کیلئے الگ الگ خاص حکم نازل فرمایا کہ:

- فَصَلِّ لِرَبِّكَ...... تم نماز صرف اپنے پروردگار کے لیے پڑھو۔
- لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی...... اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دکھ پہنچا کر ضائع نہ کرو۔
- اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِهٖ...... روزہ خالص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی خاص جزا عطاء فرماؤں گا۔
- وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ...... اور حج وعمرہ کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے پورا کرو۔

ہر نماز کا سلام پھیرنے سے پہلے ہر نمازی اللہ تعالیٰ سے اسی بات کا وعدہ کرتا ہے کہ اے مولائے کریم! میری زبانی عبادتیں، میری جسمانی عبادتیں اور میری مالی عبادتیں صرف اور صرف تیرے ہی لیے ہیں۔ یعنی میری زبان صرف تیری ہی حمد وثناء کرے گی۔ میرے جسم

کا ہر عضو صرف تیرے حضور ہی جھکے گا۔ اور میں مال خرچ کروں گا تو صرف تیری ہی رضا کے لیے خرچ کروں گا۔

اَلتَّحِیَاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ

''میری زبانی، بدنی اور مالی عبادات خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔''

ہم میں سے ہر شخص کو ہر نماز میں کیے جانے والے اس عہد کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کبریاء سے دوزانو بیٹھ کر یہ وعدہ کیا ہے کہ میں ہر قسم کی عبادت کا مستحق صرف تجھے ہی سمجھتا ہوں۔ اور تمام عبادات صرف تیری رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے انجام دیتا ہوں۔ جب ہم اس وعدہ کو یاد رکھیں گے تو شرک سے بھی محفوظ رہیں گے۔ اور ہمارا دامن ریاکاری سے بچا رہے گا۔

دجال سے بڑا فتنہ

امام المرسلین جناب محمد کریم ﷺ نے ''ریاکاری'' اور عدم خلوص کو ''دجال'' سے بھی بڑا فتنہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب لوگ خلوص دل اور اخلاص نیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کریں گے تو معاشرہ شرک، منافقت اور خودغرضی کا شکار ہو جائے گا۔ جس سے افراتفری، بدنظمی اور انتشار کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ سیّدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ ہم صحابہ کی جماعت (مسجد نبوی میں بیٹھ کر) فتنۂ دجال کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔

آپ ﷺ نے ہماری گفتگو سن کر فرمایا:

((اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَا هُوَاَخْوَفُ عَلَیْکُمْ عِنْدِیْ مِنَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ.))

''کیا میں تمہیں ایسے فتنے کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لیے دجال کے فتنے سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہمیں اس فتنے سے ضرور آگاہ فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اَلشِّرْكُ

الْخَفِيُّ۔ پوشیدہ شرک، میرے نزدیک فتنۂ دجال سے بھی بڑا فتنہ ہے۔ (کیونکہ فتنۂ دجال تو چند دنوں کے لیے مخصوص لوگوں پر ظاہر ہوگا اور پوشیدہ شرک میں تو ہر شخص کے مبتلا ہونے کا خطرہ ہے) پھر رسول اللہ ﷺ نے ''شرک خفی'' یعنی پوشیدہ شرک کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: پوشیدہ شرک یہ ہے کہ:

((أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ يُصَلِّيْ فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرٰى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ)) ❶

آدمی جب نماز کے لیے کھڑا ہو اور اسے احساس ہو کہ لوگ اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو وہ اپنی نماز کو مزین اور خوبصورت کر کے آہستہ آہستہ تسلی سے پڑھے۔ (اور جب اسے پتہ ہو کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا تو وہ جلدی جلدی غیر مزین نماز پڑھے)۔''

آپ اس حدیث مبارکہ پر بار بار غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ریاکاری کی کس قدر شدید مذمت فرمائی ہے۔ ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں تو میرے خیال میں خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی جو محض دکھلاوے کے لیے نمازیں پڑھتے، نام ونمود کے لیے صدقات دیتے اور تقویٰ کی دھاک بٹھانے کے لیے بار بار حج اور عمرے کرتے ہیں۔ سورۂ کہف کی آخری آیت کریمہ میں بھی ریاکاری کو شرک سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾

''پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ یعنی دکھلاوے اور ریاکاری کے لیے عبادت نہ کرے بلکہ خالص اللہ کی رضا کے لیے نیک اعمال کرتا رہے۔''

❶ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة: ٤٢٠٤، حسنة الالبانى.

قرآن عزیز نے ریاکاری کی مذمت کرتے ہوئے ریاکار کے اعمال کے عدم قبولیت، ایک مثال سے واضح فرمایا ہے کہ جیسے ایک صاف اور چکنا پتھر ہو جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہوئی ہو۔ اس مٹی میں اگر کسی چیز کا بیج بویا جائے تو جب بارش ہوگی تو اس چکنے پتھر سے مٹی کے ساتھ بیج بھی بہہ جائے گا۔ اور بیج بونے والے کو کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح ریاکار آدمی جب دکھلاوے کے لیے کوئی نیک عمل کرتا ہے تو وقتی طور پر صاف پتھر پر بیج پھینکنے والے آدمی کی طرح خوش ہوتا ہے کہ اسے اس عمل کا اجر وثواب ملے گا۔ مگر جس طرح بارش سے مٹی کے ساتھ بیج بہہ جانے سے بیج بونے والا پریشان ہوتا ہے اسی طرح ریاکار اپنے نیک اعمال کی جزا نہ پاکر پریشان، غمزدہ اور حیران ہوگا۔ تیسرے پارے کی آیت کریمہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ (البقرہ: ٢٦٤)

''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور (مستحق کو) دکھ پہنچا کر ضائع مت کرو جیسے وہ شخص (اجر ضائع کرتا ہے) جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کی خاطر خرچ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس (ریاکار) شخص کی مثال ایسے ہے جیسے ایک صاف اور چکنا پتھر ہو۔ اس پر مٹی کی تہہ جمی ہو۔ پھر اس پر زوردار بارش ہوئی تو مٹی بہہ گئی اور پتھر کا پتھر ہی باقی رہ گیا۔ اسی طرح اگر ریاکار تھوڑا بہت (ثواب) کماتے بھی ہیں تو ان کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو سیدھی راہ کی طرف رہنمائی نہیں فرماتا۔''

ریاکاروں کے برعکس جو لوگ محض رضائے الٰہی کی خاطر اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے اجر وثواب کی کثرت کو بھی رب العزت نے مثال ہی سے واضح فرمایا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (البقرہ: ٢٦٥)

''اور ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اپنی پوری دلجمعی کے ساتھ اپنے مال (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ان کی مثال ایسے ہے جیسے کسی بلند زمین پر ایک باغ ہو کہ اگر اس پر موسلا دھار بارش ہو تو وہ دگنا پھل لائے۔اور اگر زوردار بارش نہ بھی ہو تو اسے پھوار ہی کافی ہوتی ہے۔اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔''

ان دو مثالوں سے اللہ تعالیٰ نے اخلاص نیت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اپنا مال خرچ کرنے والے، یا کوئی بھی نیک عمل کرنے والے کی حقیقت بھی واضح فرما دی ہے اور ریاکاری، دکھاوے اور نمود و نمائش کے لیے مال خرچ کرنے والے یا کوئی عمل صالح کرنے والے کی حیثیت کو بھی آشکارا کر دیا ہے۔میری دلی دعا ہے کہ اللہ رحیم و کریم ہم سب کو صرف اپنی رضا کی خاطر نیک اعمال بجالانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین

نیت پر مراد

اب تک کی گفتگو سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ ہر نیک عمل کی قبولیت کے لیے خلوص نیت از حد ضروری ہے۔اور نیت ''قصد القلب'' دل کے ارادے کا نام ہے۔ ہر نیکی کے کام کی انجام دہی کے وقت زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی یہ مسنون طریقہ ہے۔آپ نے یہ الفاظ تو بیسیوں مرتبہ سنے ہوں گے۔کہ ''نیت پر مراد'' یا جیسی نیت ویسی مراد' اس کا مطلب اور مفہوم بھی یہی ہے کہ کسی کام کو کرتے وقت اگر نیت ٹھیک ہوگی تو اس کام کے ثمرات بھی مفید ہوں گے۔اور اگر نیت فاسد اور خراب ہوگی تو ظاہر ہے کہ اس کام کے اثرات بھی فائدہ مند نہیں ہوں گے۔اجر و ثواب کے حصول کے لیے نیکی کرتے وقت نیت کا خالص ہونا بہت ضروری ہے۔ورنہ ثواب حاصل نہ ہوگا۔رسول

اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے ام قیس نامی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ اس نے قاصد سے کہا کہ اگر وہ ہجرت کر کے مدینہ آ جائے تو شادی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ شخص نکاح کی غرض سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آیا اور ام قیس سے شادی رچالی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے ''مہاجر ام قیس'' (اُمّ قیس کے لیے ہجرت کرنے والا) کہا کرتے تھے جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَءَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ)) [1]

''بلاشبہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اور ہر آدمی کو وہی کچھ ملے گا جو وہ نیت کرے گا۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے ہجرت کرے تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اور جو کوئی دنیا کمانے کے لیے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت ان ہی کاموں کے لیے ہوگی۔''

اسی بات کا حکم اللہ رب العزت نے ہماری زیر بحث آیت مبارکہ میں دیا ہے کہ ہر مومن کامل کی نماز وقربانی بلکہ زندگی کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کی خاطر ہونا چاہیے۔

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾

''کہہ دیجیے (اے رسول اللہ ﷺ) بلاشبہ میری نماز و میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا صرف اللہ رب العالمین کے لیے۔''

یہاں لمحہ بھر کے لیے اس نکتہ پر بھی توجہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے لیے نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی نماز کا ہر رکن صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خاص ہو۔ اور نماز مجموعہ ہے۔ قیام، رکوع، سجود، قعدہ، اور دعا کا۔ تو اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ:

[1] صحيح بخاری، باب كيف كان بدء الوحی، رقم الحديث: ١.

- ہاتھ باندھ کر صرف اللہ تعالیٰ کے حضور ہی کھڑے ہونا چاہیے۔
- کمر کو جھکا کر رکوع کی حالت صرف رب العالمین کے لیے اختیار کی جائے۔
- سجدہ صرف اور صرف اللہ احکم الحاکمین کے لیے کیا جائے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا کسی زندہ، مردہ، قبر اور درخت وغیرہ کو سجدہ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے یہاں تک کہ کسی نبی، ولی، پیر، پیغمبر اور والدین کو سجدہ کرنا بھی روا نہیں ہے۔
- قعدہ اور تشہد کی حالت میں بھی صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب بیٹھا جائے۔ اور
- دعا، التجا اور صدا کے لیے بھی ہاتھ صرف ذاتِ الٰہی کے سامنے ہی پھیلائے جائیں۔
- ہر قسم کی نذر، نیاز، چڑھاوا، صدقات، خیرات اور قربانی بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دی جائے۔

دل کا روگ

عدم اخلاص، ریاکاری اور جذبۂ نمائش بہت بڑی روحانی بیماری، قلبی مرض اور دل کا روگ ہے۔ اسی لیے رسول محترم ﷺ نے ریاکار کو جہنم کی بہت بری وادی ''جُبُّ الْحُزْنِ'' غموں کے کنویں کا مستحق قرار دیا ہے۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ:

''تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ غموں کے کنویں سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ۔ غموں کا کنواں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ۔ وہ جہنم کی ایسی وادی ہے کہ۔ تَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ اس سے جہنم بھی ہر روز سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ (آپ اندازہ فرمالیں کہ جہنم کا وہ گھڑا کیسا بھیانک، خوفناک، اور دردناک ہوگا کہ دوزخ کی آگ بھی اس سے روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خدمت نبوی میں عرض کی اے اللہ کے رسول! مَنْ يَدْخُلُهُ جہنم کے اس گھڑے اور غموں کے کنویں میں کون لوگ داخل ہوں

گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (أُعِدَّ لِلْقُرَّاءِ الْمُرَائِيْنَ بِأَعْمَالِهِمْ) غموں کا وہ کنواں ایسے قاریوں، حافظوں اور عالموں کے لیے تیار کیا گیا ہے جو اپنے اعمال ریاکاری کے لیے انجام دیتے ہیں۔'' ❶

غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر شرعی حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملانے والے۔ ان کی تمام جائز اور ناجائز باتوں کی تائید کرنے والے اور ان کے ہر صحیح اور غلط فرمان کی تصدیق کرنے والے مفاد پرست، خودغرض اور درباری علماء کرام اس فرمان رسول پر غور فرمائیں۔ سوچیں اور اپنی آخرت کی فکر کریں۔ اسی طرح واہ واہ کروانے کے لیے تقریریں کرنے والے، تعریفی کلمات سننے کے لے وعظ کرنے والے اور معاوضہ طے کر کے تبلیغ کرنے والے واعظین بھی اس وعید پر توجہ فرمائیں اور لوگوں سے داد سمیٹنے کے ارادے سے جھوم جھوم کر خوش الحانی سے تلاوت کرنے والے قراء عظام بھی اپنا انجام سوچ لیں اور عوام سے پیسے بٹورنے کی نیت سے فلمی گانوں کی طرز پر مترنم آواز میں نعتیں سنانے والے نعت خواں حضرات بھی اپنے اُخروی مستقبل کا خود فیصلہ کریں۔

ریاکار عالم، شہید اور سخی کا انجام

دینی علم حاصل کرنا، اسلامی علوم کی نشر واشاعت کرنا اور اپنے آپ کو قرآن وحدیث کی خدمت کے لیے وقف کرنا بہت بڑی نیکی، بہترین عمل اور صدقہ جاریہ ہے۔ لیکن خدانخواستہ اگر خادم دین، عالم دین اور قاری قرآن بھی ریاکاری میں مبتلا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے ایسے عالم، حافظ اور قاری کو بھی جہنمی قرار دیا ہے۔ اسی طرح اپنی محنت اور دن رات کی کمائی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، غرباء، مساکین وفقراء کی مدد کرنا، مدارس اور مساجد کی تعمیر کرانا اور رفاہ عامہ کے کام کرنا بھی دنیا اور آخرت میں سرخروئی کا ذریعہ ہیں۔ مگر ریاکار سخی اور نمود ونمائش کے طالب فیاض کو بھی رسول اکرم ﷺ نے دوزخ کی وعید سنائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنا، کافروں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کرنا اور میدان جہاد میں خدمات انجام دینا بہت بڑی قربانی، عظیم نیکی اور مثالی عمل ہے۔

❶ جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء في الرياء والسمعة: ٢٣٨٣؛ ضعفه الالبانی۔

مگر امام الانبیاء ﷺ نے اپنی زبانِ نبوت سے دکھلا دے کے لیے شہید ہونے والے کو بھی دوزخی قرار دیا ہے۔ یہ بات ہے بڑی تلخ۔ سخت اور کڑوی۔ مگر میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ اپنے استادِ محترم کا بیان پیش نہیں کر رہا۔ کسی مفتی صاحب کا فتویٰ نہیں سنا رہا۔ کسی مجتہد کے اجتہاد سے استدلال نہیں کر رہا۔ کسی فقیہ کی رائے عرض نہیں کر رہا۔ بلکہ میں تو آپ کو اس رہبر کامل کے فرمانِ ذیشان سے آگاہ کر رہا ہوں جس کی زبان اقدس سے نکلا ہوا ایک لفظ، ایک حرف، ایک جملہ اور ایک کلمہ بھی غلط نہیں ہو سکتا۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن سب سے پہلے (حساب کتاب کے لیے) ایک شہید کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائے گا اور شہید انعامات الٰہی کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا تو نے میری ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لیے کیا عمل کیا؟ شہید عرض کرے گا۔ میں نے تیری راہ میں قتال کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ (اس سے بڑھ کر اور کیا عمل ہو سکتا کہ میں نے اپنی پیاری جان کو تیری راہ میں قربان کر دیا) رب العزت فرمائیں گے۔ كَذَبْتَ ۔ تو، جھوٹ بولتا ہے۔ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ جَرِيْءٌ فَقَدْ قِيْلَ۔ تو نے میری رضا مندی کے لیے نہیں بلکہ بہادر کہلوانے کے لیے جنگ کی تھی۔ پس دنیا میں تجھے بہادر کہا گیا۔ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ۔ پھر اس کے بارے میں فرشتوں کو حکم ہو گا۔ اور اسے گھسیٹ کر منہ کے بل جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد ایسے عالم (خطیب، قاری، اور امام) کو لایا جائے گا۔ جس نے خود علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ وَقَرَءَ الْقُرْآنَ ۔ اور قرآن مجید پڑھتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے انعامات اور احسانات یاد دلائے گا۔ وہ عالم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میری ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لیے تو نے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا۔ تَعَلَّمْتُ

اَلْعِلْمَ۔ میں نے علم سیکھا۔ وَعَلَّمْتُهُ۔ اور لوگوں کو علم سکھایا۔ وَقَرَءْتُ فِيكَ الْقُرآنَ۔ اور تیری رضا کی خاطر لوگوں کو قرآن مجید پڑھ کر سناتا رہا۔ رب العالمین فرمائے گا۔ كَذَبْتَ۔ تو، جھوٹ بولتا ہے۔ تو نے علم اس لیے سیکھا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور تو قرآن اس لیے سنایا کرتا تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں۔ پس دنیا والوں نے تجھے عالم اور قاری کہا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس بدنیت عالم اور قاری کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ ((وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ)) اس کے بعد تیسرا آدمی پیش کیا جائے گا۔ جسے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے خوشحال اور مال کی فراوانی سے نوازا تھا۔ رب العالمین اس مال دار شخص کو نعمتیں گنوائے گا۔ وہ شخص بھی ان انعامات کا اعتراف کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا۔ میری نعمتوں کو حاصل کر کے تو نے میری رضا جوئی کے لیے کیا عمل کیے؟ وہ کہے گا۔ اے اللہ! میں نے تیری تمام پسندیدہ جگہوں پر اپنا مال خرچ کیا۔ (اتنے مدرسے، مسجدیں، رفاہی ادارے، اور ہسپتال بنوائے) رب العزت فرمائیں گے۔ كَذَبْتَ۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو نے دنیا میں مال اس لیے خرچ کیا کہ لوگ تجھے سخی، فیاض اور مخیر شخصیت کہیں۔ فَقَدْ قِيلَ۔ پس تجھے دنیا میں سخی، فیاض اور مخیر کہا گیا۔ ((ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ)) پھر اس کے بارے میں فرشتوں کو حکم ہوگا اور اسے گھسیٹ کر منہ کے بل جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“[1]

رسول مکرم ﷺ کے اس فرمان نے اس امر کی صراحت کر دی کہ کسی شخص کے اعمال کی قبولیت کا انحصار اور دارومدار اس کے ارادے اور نیت پر ہے۔ نیز کسی آدمی کے اعمال صالحہ کی قبولیت کے بارے میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی فرد کو حتمی فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ رب العالمین کے حضور دلی دعا ہے کہ مولائے کریم ہمارے نیک اعمال کو شرفِ قبولیت سے

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارة۔ باب من قاتل للرياء والسمعة...... ۱۹۰۵۔

نوازے اور ہماری نیتوں کی اصلاح فرمائے اور ہمیں اخلاص کی نعمت سے نوازے۔ آمین

اخلاص کی برکات

جو نیک عمل صرف رضائے الٰہی کی خاطر خلوص نیت سے انجام دیا جائے۔ وہ نہ صرف دربارِ الٰہی میں مقبول ومنظور ہوتا ہے بلکہ اس کے اثرات، ثمرات اور فوائد وبرکات دنیوی زندگی میں بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اخلاص نیت سے کیا جانے والا عمل اگرچہ تھوڑا، چھوٹا اور قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا وافر اجروثواب عطا فرمایا جاتا ہے۔ وہ قلیل عمل صحیح العقیدہ مسلمان کی نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف روانہ فرمایا تو انہوں نے خدمت نبوی میں عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَخْلِصْ دِيْنَكَ يَكْفِكَ الْعَمَلُ الْقَلِيْلُ)) [1]

''اپنے دین میں اخلاص پیدا کرو تو تھوڑا عمل بھی تمہاری نجات کے لیے کافی ہوگا۔''

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ خلوص نیت کے ساتھ کام کرنے سے عزت وسرخروئی حاصل ہوتی ہے۔ لوگ مخلص آدمی سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، خلوص کی برکت سے بہت سے فتنے دب جاتے اور مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اور مخلص شخص کو محسن شمار کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جنت میں داخلے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اخلاص کی برکات اور عمل قلیل پر اجر کثیر کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ایک شخص نے راستہ سے گزرتے ہوئے وہاں پڑی ہوئی ایک خاردار ٹہنی کو دیکھا تو اس نے یہ خیال کر کے کہ اس سے گزرنے والے لوگوں کو دقت اور پریشانی ہوگی اور ممکن ہے کہ کسی کو اس ٹہنی کا کانٹا چبھنے سے زخم ہو جائے جس سے وہ اذیت محسوس کرے۔ وہ کانٹے دار ٹہنی راستہ سے ہٹا دی۔ چونکہ اس نے یہ عمل

[1] المستدرك للحاكم، كتاب الرقاق: ٧٨٤٤؛ وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد.

اخلاص نیت، مخلوق کی بہتری اور رضائے الٰہی کے لیے کیا تھا۔ فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ۔ اسے اس معمولی عمل کی برکت سے جنت میں داخل کر دیا گیا۔"❶

اخلاصِ عمل کی برکات سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ آدمی کا ضمیر مطمئن ہوتا ہے۔ اور معاشرے میں اسے عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اخلاص کے فوائد، ثمرات اور برکات سے امت کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ فَارَقَ الدُّنْيَا عَلَى الْإِخْلَاصِ لِلّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ فَارَقَهَا وَاللّٰهُ عَنْهُ رَاضٍ))❷

"جو شخص دنیا سے اس حال میں رخصت ہو کہ اللہ وحدہ لاشریک کی توحید کا خلوص دل سے قائل ہو۔ نماز پڑھتا ہو اور زکوٰۃ دیتا ہو تو دنیا سے جدائی کے وقت اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے۔"

مخلص اور مطمئن آدمی کو موت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے فرشتے بشارت سناتے ہیں۔

﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝﴾ (الفجر: ۲۷۔ ۳۰)

"اے اطمینان والی روح اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ اس حال میں کہ تو اس سے راضی، اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ تو میرے (نیک) بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔" سبحان اللہ

مصائب سے نجات

اخلاصِ عمل کے فوائد وثمرات کے ضمن میں یہ بات بھی ذہن نشین فرما لیں کہ جو نیک عمل

❶ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والادب، باب فضل ازالة الاذى عن الطريق: ۱۹۱٤۔

❷ المستدرك للحاكم، كتاب التفسير، تفسير سورة التوبه: ۳۲۷۷، وقال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد.

خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس نیک اور خالص عمل کرنے والے کو اس کے خلوص کی بدولت مصائب، مشکلات اور پریشانیوں سے نجات عطا فرما دیتا ہے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ نے اپنی زبانِ نبوت سے ایک سچا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ یہ واقعہ احادیث کی متعدد کتابوں میں محدثین کرام نے اپنی اپنی اسناد سے ذکر فرمایا ہے۔ ہم نے اخلاصِ عمل کے باعث تین اشخاص کے مصائب ومشکلات سے نجات پانے کے اس واقعہ کی تفصیلات صحیح بخاری، فتح الباری اور مسند امام احمد سے حاصل کی ہیں۔ صحابی رسول جناب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور جناب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بنی اسرائیل میں سے تین افراد اپنے اہل وعیال کے لیے روزی کمانے کی غرض سے نکلے تھے کہ راستے میں طوفان، آندھی اور شدید بارش کی وجہ سے ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ وہ بارش سے بچنے کے لیے غار میں داخل ہوئے ہی تھے کہ۔ فَوَقَعَ الْجَبَلُ عَلٰی بَابِ الْكَهْفِ۔ پہاڑ کی بلندی سے ایک بہت بڑا پتھر سرکا اور لڑکھڑاتے ہوئے اس غار کے منہ پر آ گرا۔ جس سے غار کا منہ بالکل بند ہو گیا۔ اور غار میں اندھیرا چھا گیا۔ ((اِذْ وَقَعَ حَجَرٌ مِنَ الْجَبَلِ مِمَّا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى سَدَّ فَهُمُ الْغَارُ)) خشیت الٰہی سے ایک پتھر گرا اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر وہ تینوں اشخاص ازحد پریشان، حیران اور غمگین ہوئے اور اس پتھر کو وہاں سے ہٹانے کے لیے زور آزمائی بھی کی مگر بسیار کوشش کرنے کے باوجود پتھر کو اس کی جگہ سے نہ ہلا سکے۔ ((قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ تَذَاكَرُوْا اَيُّكُمْ عَمِلَ حَسَنَةً لَعَلَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بِرَحْمَتِهٖ يَرْحَمُنَا)) ان میں سے ایک شخص نے تجویز پیش کی کہ ہم اپنی پر خلوص نیکیوں کو یاد کریں اور ان کا حوالہ دے کر فَلْيَدْعُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے رب سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس خالص عمل صالح کی برکت کے باعث ہمیں اس مشکل اور مصیبت سے نجات عطا فرما دے۔''

مخلص کی دعا

اس تجویز اور مشورے کو درست خیال کرتے ہوئے ان میں سے ایک شخص اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی۔ اے میرے اللہ!

((قَدْ عَمِلْتُ حَسَنَةً مَرَّةً كَانَ لِيْ أُجَرَاءُ يَعْمَلُوْنَ فَجَاءَنِيْ عُمَّالٌ لِيْ فَاسْتَأْجَرْتُ كُلَّ رَجُلٍ مِنْهُمْ بِأَجْرٍ مَعْلُوْمٍ فَجَاءَنِيْ رَجُلٌ ذَاتَ يَوْمٍ وَسْطَ النَّهَارِ فَاسْتَأْجَرْتُهُ بِشَطْرِ أَصْحَابِهِ))

''تحقیق میں نے خالص تیری رضا کے لیے ایک نیکی کی تھی۔ وہ یہ کہ میں نے کام کرنے کے لیے مزدور رکھے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اجرت مقرر کی تھی۔ ایک دن ایک آدمی نے نصف دن گزرنے کے بعد آ کر مجھ سے کام پر لگنے کی درخواست کی تو میں نے اسے باقی مزدوروں سے نصف اجرت پر مزدور رکھ لیا۔ مگر وہ ایسا محنتی شخص تھا کہ اس نے نصف دن میں باقی مزدوروں کے پورے دن جتنا کام کیا تو میں نے خیال کیا کہ میں اس کی مزدوری میں کمی نہ کروں بلکہ اسے پورے دن کی اجرت دے دوں کیونکہ اس نے اپنا کام بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ کیا تھا۔ جب میں شام کے وقت مزدوروں کو اجرت دینے لگا تو اس کو بھی پورے دن کی اجرت دی۔ میرے اس فعل سے ایک مزدور ناراض ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس نے نصف یوم محنت کی ہے اسے پورے دن کی اجرت کیوں دے رہے ہو؟ میں نے اسے جواب دیا کہ میں تمہاری اجرت میں کوئی کمی تو نہیں کر رہا بلکہ اپنے مال میں سے دے رہا ہوں اور مجھے اپنے مال میں تصرف کا پورا اختیار حاصل ہے کہ جسے جتنا چاہوں دوں۔ تمہیں اس پر کیا اعتراض ہے۔

میرے اس جواب سے وہ مزدور ناراض ہو گیا اور اپنی اجرت وصول کیے بغیر ہی چلا گیا۔ مجھے اس کے جانے کا بے حد افسوس ہوا مگر میں اسے تلاش نہ کر سکا تو

میں نے اس کی اجرت کی رقم کو اس کا حق سمجھتے ہوئے گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ میں نے اسے ایک فرق یعنی تین صاع چاولوں کے عوض مزدور رکھا تھا۔ جب وہ اجرت چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے ان چاولوں سے زراعت کی تو ان کی قیمت اتنی بڑھ گئی کہ اس سے ایک گائے خریدی جا سکتی تھی۔ اب میں نے اس کی رقم سے ایک گائے خرید لی اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ گائے کے ساتھ ایک چرواہا بھی رکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت فرمائی کہ تھوڑے عرصے میں ایک ریوڑ بن گیا اور لاتعداد گائے، اونٹ اور بکریاں جمع ہو گئیں۔''

((فَمَرَّبِیْ بَعْدَ حِیْنٍ شَیْخًا ضَعِیْفًا لَا اَعْرِفُهٗ فَقَالَ اِنَّ لِیْ عِنْدَكَ حَقًّا فَذَكَّرَنِیْهِ حَتّٰی عَرَفْتُهٗ))

طویل عرصہ کے بعد وہ شخص (مزدور) میرے پاس آیا جبکہ وہ اتنا بوڑھا اور کمزور ہو چکا تھا کہ میں اسے پہچان بھی نہ سکا۔ اس نے مجھ سے آ کر کہا کہ آپ کے ذمہ میرا کچھ حق ہے۔ اور مجھے وہ ساری پُرانی باتیں یاد دلائیں تو میں نے اسے پہچان لیا۔ اور وہ سارا مال و دولت اس کے سامنے پیش کر دیا اور کہا۔ هٰذَا حَقُّكَ۔ یہ تمہارا حق ہے۔ میری یہ بات سن کر اس نے مجھ سے کہا۔

((یَا عَبْدَ اللّٰهِ! لَا تَسْخَرْبِیْ اِنْ لَّمْ تُصَدِّقْ عَلَیَّ فَاَعْطِنِیْ حَقِّیْ))

''اے اللہ کے بندے! میرے ساتھ مذاق نہ کرو، اگر آپ مجھ غریب پر صدقہ نہیں کر سکتے تو مجھے میرا حق تو دے دو۔

''میں نے اس سے کہا کہ ''اللہ کی قسم'' میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا۔ اِنَّهَا لَحَقُّكَ مَالِیْ مِنْهَا شَیْئٌ یہ سارا تیرا ہی حق ہے اس میں کوئی چیز بھی میری نہیں ہے۔ یہ کہہ کر میں نے سارا مال اس کے سپرد کر دیا اور وہ لے کر گھر چلا گیا (یہ سارا واقعہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرنے کے بعد کہتا ہے) ((اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ

فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِوَجْهِكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَافْرُجْ عَنَّا)) اے میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل صرف تیری رضامندی کے لیے کیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے یہ عمل محض تیرے ڈر سے کیا تھا۔ اے اللہ (میرے اس خالص عمل کی برکت سے) ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔''

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے اس کی عاجزانہ اور فقیرانہ دعا کو شرف قبولیت بخشا اور غار کے منہ سے پتھر اتنا سرک گیا کہ غار میں روشنی آنی شروع ہوگئی اور انہیں نظر آنے لگا۔ مخلص اور نیک آدمی کے اس عمل اور دعا سے ہمیں یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اگر ہم میں سے کوئی عامل، ملازم یا مزدور ہے تو وہ اپنا کام امانتداری، دیانتداری اور جانفشانی سے انجام دے اور اگر کوئی نگران، مالک یا افسر ہے تو اسے اپنے ماتحت عملے کی اجرت اور حق کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے۔

ہمارے رسول ﷺ نے مالک ونگران کو مزدور کا حق یاد دلاتے ہوئے فرمایا:

((اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ)) [1]

''مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دیا کرو۔''

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کی دعا

جب ایک مرد صالح کی دعا سے پتھر غار کے منہ سے تھوڑا سا سرک گیا اور انہیں روشنی کا احساس ہوا تو انہیں یقین ہوگیا کہ دعا کی برکت سے اللہ کریم ضرور اس مشکل سے نجات عطا فرما دے گا۔ چنانچہ ان میں سے دوسرا شخص رب تعالیٰ سے عرض گزار ہوا اور انتہائی عاجزی، مسکینی اور انکساری سے کہا۔ قَدْ عَمِلْتُ حَسَنَةً مَرَّةً۔ کہ میں نے بھی ایک موقع پر خالص تیری رضا کے لیے نیکی کا کام کیا تھا اور وہ یہ تھا کہ۔ ایک مرتبہ میرے علاقے کے لوگ قحط سالی

[1] سنن ابن ماجه، ابواب الرهون، باب اجر الاجراء: ۲٤٤٣؛ صححه الالبانی.

کا شکار ہو گئے، جبکہ میرے پاس خوب مال ودولت تھی اس لیے میں قحط کی اذیتوں اور پریشانیوں سے محفوظ تھا اور لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے میرے دروازے پر آکر سوال کرتے تھے۔ میں جسے چاہتا دیتا اور جسے چاہتا انکار دیتا۔ اسی دوران:

((فَجَاءَ تْنِیْ اِمْرَءَ ةٌ تَطْلُبُ مِنِّیْ مَعْرُوْ فاً فَقُلْتُ وَاللّٰهِ مَاهُوَ دُوْنَ نَفْسِكِ فَاَبَتْ عَلَیَّ وَذَهَبَتْ))

''میرے پاس ایک عورت آئی، اس نے مجھ سے خیرات طلب کی تو میں نے اس سے کہا کہ اپنا آپ میرے حوالے کرو، تو خیرات دوں گا۔ اس نے انکار کر دیا اور خالی ہاتھ لوٹ گئی۔ مگر قحط سالی، غربت، افلاس اور بچوں کی بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر کچھ دنوں بعد پھر میرے پاس آئی اور مجھے اللہ کا واسطہ دے کر مجھ سے خیرات طلب کی، میں نے وہی مطالبہ دہرایا تو وہ انکار کر کے پھر واپس چلی گئی۔ اب اس نے میری خواہش کا ذکر اپنے خاوند سے کیا (وہ بھی بچوں کی بھوک کی وجہ سے اتنا مجبور اور پریشان تھا کہ) اس نے بیوی سے کہا جاؤ۔ اسکی حسرت پوری کرو اور اپنے بچوں کے لیے روٹی کا بندوبست کرو۔ وہ پھر میرے پاس آئی تو میں نے وہی خواہش ظاہر کی تو وہ (اپنے بچوں کے پیٹ کی خاطر) گناہ پر آمادہ ہو گئی۔''

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اس شخص نے اپنی دعا میں یہ کلمات کہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَتْ لِیْ بِنْتُ عَمٍّ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ وَاَنِّیْ رَاوَدْتُّهَا عَنْ نَّفْسِهَا فَاَبَتْ اِلَّا اَنْ آتِیَهَا بِمِائَةِ دِیْنَارٍ))

میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں اپنے چچا کی بیٹی سے بے حد محبت رکھتا تھا اور میں نے اسے بہکانے کی کوشش کی مگر اس نے انکار کر دیا۔ آخر وہ ۱۰۰ دینار کے عوض گناہ پر آمادہ ہو گئی۔ اور اس عورت نے یا چچا کی بیٹی نے۔ اَسْلَمَتْ اِلَیَّ نَفْسَهَا۔ اپنا آپ میرے حوالے کر دیا۔ جب میں گناہ کے لیے بالکل تیار ہو گیا

تو اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی، میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ تو اس نے جواب دیا۔اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ مجھے اللہ رب العالمین (کے عذاب) سے خوف آتا ہے۔اور صحیح بخاری کے الفاظ ہیں کہ اس عورت نے مجھ سے کہا۔ اِتَّقِ اللّٰهِ۔تو بھی اللہ سے ڈر جا اور رب کی نافرمانی نہ کر۔ وہ شخص اپنے رب سے عرض کرتا ہے۔ میرے مالک! (جب میں نے اس مجبور ولاچار اور بےبس و بےکس عورت کی زبان سے تیرا نام سنا تو) میں نے اپنے آپ سے کہا کہ (او ظالم!) یہ عورت اس مجبوری اور غربت میں اللہ تعالیٰ سے اتنی خوفزدہ اور اس کی نافرمانی سے اتنی پریشان ہے اور مجھے تو رب نے دنیا کی ہر نعمت سے نواز رکھا ہے اس لیے مجھے تو اس سے کئی گنا زیادہ رب سے ڈرنا چاہیے اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگنا چاہیے۔میرے اللہ! میں نے اس عورت کو اسی وقت آزاد کر دیا اور اس کا حق بھی اسے دے دیا۔"

((اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِوَجْهِكَ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ قَدْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْیَتِكَ فَافْرُجْ عَنَّا))

"اے میرے اللہ! میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ اے میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے ڈر اور تیری خشیت سے کیا تھا۔ اس لیے ہمیں اس مصیبت سے رہائی عطا فرما۔"

جب اس نے دعا ختم کی تو پتھر اپنی جگہ سے سرکا اور غار میں اتنی روشنی ہو گئی کہ انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اور آسمان بھی نظر آنے لگا۔ انہیں مزید یقین ہو گیا کہ ہمارا رب ہمارے خالص عمل اور دعا کی وجہ سے ہمیں اس پریشانی سے ضرور نجات عطا فرمائے گا۔ اس عبرت انگیز اور نصیحت آمیز واقعہ سے ہمیں یہ بات اپنے ذہنوں میں بٹھا لینی چاہیے۔ کہ کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا یا کسی عورت کو بہکانے کی کوشش کرنا انتہائی قبیح حرکت اور برا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی کا سبب ہے۔

والدین کے خدمت گزار کی دعا

اب ان میں سے تیسرا شخص اللہ عزَّ وجلَّ کی ذات اقدس کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتا ہے۔اور اپنی زندگی کی بڑی نیکی اللہ کریم کے حضور پیش کر کے اس کی بدولت ابتلاء، آزمائش اور عذاب سے خلاصی کی التجا کرتے ہوئے کہتا ہے .... ماں، باپ کو ستانے والے، ان کی نافرمانی کرنے والے، بیویوں کی باتوں کو والدین کی باتوں پر ترجیح دینے والے اور ماں باپ کا ادب واحترام ملحوظ نہ رکھنے والے اس واقعہ پر ضرور غور کریں اور اللہ کریم سے دعا کریں کہ وہ ہم سب کو اپنے والدین کا اطاعت گزار اور فرماں بردار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ اگر۔

- ......فرش پر والدین راضی ہوں......تو......عرش پر رب العالمین راضی۔
- ......زمین پر ماں، باپ ناراض......تو......آسمان پر رب کائنات ناراض۔

تیسرا شخص اب اپنے رب سے عرض کرتا ہے۔

((كَانَ لِیْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَكَانَتْ لِیْ غَنَمٌ))

''میرے مولا! میرے ماں، باپ انتہائی ضعیف اور بوڑھے تھے اور میں بکریوں کا مالک اور ان کا چرواہا تھا۔''

اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک کے الفاظ ہیں:

((اَبَوَانِ ضَعِيْفَانِ فَقِيْرَانِ لَيْسَ لَهُمَا خَادِمٌ وَلَا وَلِیٌّ غَيْرِیْ فَكُنْتُ اَرْعٰی لَهُمَا بِالنَّهَارِ وَآوِیْ اِلَيْهِمَا بِاللَّيْلِ))

''میرے ماں، باپ بوڑھے اور غریب تھے اور ان کا میرے سوا کوئی خادم، ولی نہ تھا۔تو میں دن بھر ان کی خدمت کے لیے بکریاں چراتا اور رات کو واپس ان کے پاس حاضر ہوتا۔''

شام کو گھر آ کر بکریوں کا دودھ سب سے پہلے ان کی خدمت میں پیش کرتا وہ سیر ہو کر پی لیتے اور اپنا پیٹ بھر لیتے تو پھر میں بیوی بچوں اور جانوروں کی طرف

متوجہ ہوتا۔ ایک دن میں بکریاں چراتا ہوا دور نکل گیا اور واپسی پر۔ اَصَابَنِیْ یَوْمًا غَیْثٌ حَبَسَتْنِیْ۔ بارش نے مجھے راستے میں روک لیا اور رات کو خاصا لیٹ گھر پہنچا۔ گھر میں آتے ہی میں نے دودھ دوھیا اور اسے لے کر والدین کی خدمت میں حاضر ہوا فَوَجَدْتُھُمَا قَدْ نَامَا۔ میں نے دیکھا کہ وہ (میرا انتظار کر کے) سو چکے ہیں اور میری عادت تھی کہ جب تک والدین کو دودھ نہ پلا لوں، بیوی بچوں کو نہیں دیتا تھا۔ اب میں نے دودھ پلانے کے لیے والدین کو نیند سے بیدا کرنا بھی مناسب نہ سمجھا اور ان سے پہلے کسی اور کو پلانا بھی مجھے اچھا نہ لگا۔ ثُمَّ جَلَسْتُ عِنْدَ رُءُ وْسِھِمَا بِاِنَائِیْ تو میں دودھ کا برتن ہاتھ میں لے کر ان کے سرہانے بیٹھ گیا کہ وہ رات کے جس حصے میں بھی بیدار ہوں، تو اُسی وقت ان کی خدمت میں دودھ پیش کروں۔ میں دودھ لیے والدین کے سرہانے بیٹھا تھا۔ وَاَھْلِیْ وَعَیَالِیْ یَتَضَاغَوْنَ مِنَ الْجُوعِ۔ اور میرے بیوی، بچے شدت بھوک سے رو رہے تھے۔ اور غَنَمِیْ قَائِمَۃٌ۔ میری بکریاں اسی طرح کھڑی تھیں۔''

((فَلَمْ اَزَلْ اَنْتَظِرُ حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَمَا بَرِحْتُ جَالِسًا وَمَحْلَبِیْ عَلٰی یَدِیْ حَتّٰی اَیْقَظَھُمَا الصُّبْحُ فَسَقَیْتُھُمَا))

''اور میں اسی حالت میں صبح تک ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا۔ میں دودھ کا برتن ہاتھ میں تھامے ان کے سرہانے بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ وہ صبح بیدار ہوئے تو میں نے انہیں دودھ پیش کیا۔''

یہ تیسرا شخص اپنے ماں، باپ کی اس مثالی خدمت، اعلیٰ اطاعت اور انتہا درجے کے ادب واحترام کا تذکرہ کر کے اپنے رب سے فقیرانہ صدا کرتا ہے۔

((اَللّٰھُمَّ اِنْ فَعَلْتُ ذٰلِکَ لِوَجْھِکَ فَافْرُجْ عَنَّا)) اے الٰہی! میں نے یہ نیک عمل تیری رضا کے لیے کیا تھا۔ لہٰذا ماں، باپ کی خدمت کی برکت سے

ہمیں اس غار سے رہائی نصیب فرما۔"

جناب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ان تین مخلص اور نیک آدمیوں کے واقعہ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

((كَأَنِّىْ أَسْمَعُ هٰذِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْجَبَلُ طَاقٌ فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَخَرَجُوْا)) [1]

"میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی کہ (ان دعاؤں کے بعد) وہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باہر آنے کا راستہ بنا دیا اور وہ غار والے وہاں سے باہر آ گئے۔"

رسول اکرم ﷺ کی زبانِ رسالت سے بیان فرمودہ اس سچے واقعہ سے واضح ہو گیا کہ اگر محض رضائے الٰہی کی غرض سے کئے جانے والے خالص نیک عمل کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے تو رب العالمین اخلاص کی برکت سے مصائب سے نجات عطا فرما دیتا ہے۔ اور مشکلات سے نکلنے کے اسباب بھی پیدا فرما دیتا ہے۔

سورۃ انعام کی زیر خطبہ آیت طیبہ میں اسی اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝﴾

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرنے کی ہمت اور توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن



[1] صحیح بخاری و فتح الباری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الغار۔

8 نماز مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ ﴾

(العنکبوت: ٤٥)

''اے رسول ﷺ! آپ کی طرف جو وحی کی گئی اس کی تلاوت کیجیے اور نماز قائم کیجیے، بلاشبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی از حد حمد وثناء اور تعریف وتسبیح کے بعد لاتعداد و بے حساب درود وسلام سیّد البشر، ساری کائنات کے رہبر، مرشد کامل جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر جن پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی عنایات، نوازشات اور انعامات فرمائے ہیں۔

سورۃ العنکبوت کی اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم، نبی معظم رحمت مجسم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنے اور باقاعدگی سے نماز ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو رسولِ محترم ﷺ کو بھی معاف نہیں ہے حالانکہ آپ معصوم عن الخطا اور گناہوں سے محفوظ و مامون ہیں اور آپ ﷺ نے زندگی بھر کبھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی اور حکم عدولی نہیں کی۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کو پابند فرمایا جارہا ہے کہ آپ نماز پڑھا کریں اور نماز میں اپنے پروردگار کا ذکر کیا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی نیکی اور بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔

اسی حکم الٰہی کی روشنی میں ہمیں سوچنا اور غور کرنا چاہیے۔ کہ جب نبی آخر الزماں ﷺ کو

نماز پڑھنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ آپ کو نماز کا پابند کیا جارہا ہے۔ اور رحمت عالم ﷺ کو نماز ادا کرنے کی تلقین کی جارہی ہے تو ہم کون ہیں جو نماز پنجگانہ کو ترک کریں۔ نماز کی ادائیگی میں سستی کریں اور نماز پڑھنے میں کوتاہی کا ارتکاب کریں۔ آیئے کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں نماز کی اہمیت، فضیلت اور حیثیت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ رحیم وکریم ہم سب کو باقاعدگی اور پابندی سے روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے کی ہمت عطاء فرمائے۔ آمین

نماز کا معنیٰ ومفہوم

نماز فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی عجز ونیاز، دعا، خدمت اور عبادت کے ہیں۔ عربی میں اس کے لیے ''صلوٰۃ'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کے معانی دعا، درود وسلام، استغفار اور بزرگی بیان کرنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں نماز سے مراد وہ مخصوص عبادت ہے۔ جو رسول اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے مخصوص ہیئت کے ساتھ سکھلائی اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے متواتر عمل کے ساتھ ہم تک پہنچی اور وہ عبادت قیام، رکوع، سجود، تسبیح، ثناء، قرأت اور دعا وغیرہ پر مشتمل ہے۔

نماز، ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے اور سرور کائنات ﷺ نے اقرار توحید ورسالت کے بعد اسے اسلام کا پہلا رکن قرار دیا ہے۔ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ)) [1]

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) بیت اللہ کا حج کرنا۔ (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔''

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام: ۱۶۔

نماز اسلام کا وہ فریضہ ہے جس سے کوئی مسلمان، جب تک اس کے ہوش وحواس قائم ہیں، کسی حالت میں بھی اس کے ادا کیے بغیر سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم کی سینکڑوں آیات میں نماز کا حکم، اس کو ادا کرنے والوں کی تعریف اور پابندی سے پڑھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کے تمام افراد کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (الروم: ۳۱)

''نماز ادا کرتے رہو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔''

معراج کی رات نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کی اُمت پر ابتداء پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو رب کائنات نے اپنے آخری رسول ﷺ سے فرمایا، اے میرے محبوب پیغمبر! تیری اُمت پانچ نمازیں پڑھے گی مگر میں اسے پچاس نمازوں کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ خادم رسول جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

((فُرِضَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الصَّلَوَاتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهٖ خَمْسِيْنَ ثُمَّ نُقِصَتْ حَتّٰى جُعِلَتْ خَمْسًا ثُمَّ نُوْدِيَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّهٗ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَإِنَّ لَكَ بِهٰذِهِ الْخَمْسِ خَمْسِيْنَ)) ❶

''شب معراج نبی کریم ﷺ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں پھر کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں۔ پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اعلان کیا گیا۔ اے محمد ﷺ! میرے ہاں بات کو بدلا نہیں جاتا لہٰذا آپ (اور آپ کی اُمت) کو پانچ نمازوں کے بدلے پچاس نمازوں کا اجر وثواب عطاء فرمایا جائے گا۔''

نماز اللہ تعالیٰ حکم، نبی محترم کا طریقہ، مومن کی معراج اور مسلمانی کی علامت ہے۔ نیز یہ عبادت بے شمار انفرادی، اجتماعی، معاشرتی، اخلاقی، دینی، دنیوی، عمومی اور خصوصی فوائد

---

❶ جامع ترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء کم فرض اللّٰہ علی عبادہ من الصلوات: ۲۱۳؛ صححه الالبانی.

وخصائل کی حامل ہے۔ جن میں چند اہم فضائل ہم ترتیب وار بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

اہمیت وفضیلت

خالق کائنات نے کائنات کی تمام اشیاء کو انسان کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ مگر انسان کو اپنی عبادت کیلئے تخلیق فرمایا ہے۔ آپ غور فرمائیں تو احساس ہوگا کہ:

- اللہ تعالیٰ نے ہوا پیدا کی...... تو انسان کے لیے۔
- رب کائنات نے زمین بنائی...... تو انسان کے لیے۔
- خالق ارض وسماء نے آسمان کو چھت بنایا...... تو انسان کے لیے۔
- سمندر اور دریا چلائے...... تو انسان کے لیے۔
- پہاڑوں کی تخلیق فرمائی...... تو انسان کے لیے۔
- نباتات، جمادات اور حیوانات کو پیدا فرمایا...... تو انسان کے لیے۔
- زمین وزماں کی ہر چیز انسان کے لیے...... اور...... انسان، عبادت رحمان کے لیے ہے۔

بقول شاعر:

جانور پیدا کیے تیری رضا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
کھیتیاں سرسبز ہیں تری غذا کے واسطے
سارا جہاں تیرے لیے اور تو خدا کے واسطے

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ ﴾ (الذاریات: ٥٦)

''اور میں نے تمام جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

نماز تمام عبادات کا گلدستہ اور مجموعہ ہے کہ اس میں ثنا بھی ہے اور دعا بھی، نماز میں نیاز بھی ہے اور فریاد بھی، نماز میں عبدیت کی انتہا بھی ہے اور رب کی رضا بھی، نماز میں پیغام بھی

ہے اور سلام بھی، نماز کی اہمیت کا اندازہ رسول دو جہاں ﷺ کے اس فرمان ذیشان سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ:

((رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعُمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ)) ❶

''راس الامر اسلام ہے اور اسلام کا ستون نماز ہے۔''

نماز رئیس العبادات ہے اور اگر ایمان مضبوط ہو تو نماز کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ کامل الایمان شخص کا دل مسجد سے معلق رہتا ہے۔ اور نماز سے اسے فطری خوشی اور عجیب سرور وسکون نصیب ہوتا ہے۔ غالباً اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ ❷ ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''

نماز ہر حالت میں ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ہاں شریعت نے اجازت فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص بوجہ معذوری کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتا تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر بھی نماز ادا کرنے سے قاصر ہے تو لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھ لے۔ اشاروں سے نماز پڑھنا مسلمان کا کام ہے اور اسے قبول فرمان رب دو جہاں کا کام ہے۔

اسلام کسی حالت میں اہل اسلام کو نماز ترک کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ انہیں پابند کرتا ہے کہ اگر وضو کے لیے پانی میسر نہ ہو تو مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لیں، اللہ تعالیٰ اسی حالت میں تمہاری نماز قبول فرمائے گا۔

نماز کی اہمیت اس امر سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ گھمسان کی جنگ اور سخت خطرے کی حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہے بلکہ دوران قتال کے لیے خاص حکم ہے کہ:

﴿وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ

❶ جامع ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة: ۲۶۱۶، صححه الالبانی۔

❷ سنن نسائی کتاب عشرة النساء باب حُبّ النساء: ۳۹۳۹، قال الالبانی: حسن صحيح.

أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ﴾

(النساء: ۱۰۲)

''اور اے پیغمبر! جب آپ ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہوں۔ پس انہیں نماز پڑھانے لگیں تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت مسلح ہو کر آپ کے ساتھ کھڑی رہے پس جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی۔ ان کی جگہ آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر آپ کے ساتھ نماز ادا کرے۔''

شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے اسی لیے کہا تھا:

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندۂ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

گناہ معاف

بروقت نماز ادا کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور نمازوں کے وقفے کے دوران جو صغیرہ گناہ سرزد ہو جائیں، نماز ان گناہوں کی بخشش، مغفرت اور معافی کا سبب بنتی ہے۔ صحابی رسول جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ)) [1]

[1] صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة...... ۲۳۳.

''پانچ نمازوں میں سے ہر نماز، گزشتہ نماز تک اور جمعہ، ہفتہ بھر کے اور رمضان، سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔''

نماز ادا کرنے سے گناہوں کی معافی اور خطاؤں کے مٹنے کے مسئلہ کو رحمت عالم ﷺ نے بڑی خوبصورت مثال سے واضح فرمایا ہے۔ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

((اَرَئَيْتُمْ لَوْاَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِ كُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْئٌ قَالُوْا لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالَ فَذَالِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا.)) [1]

''تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ اس نہر میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی نہیں کسی قسم کا میل باقی نہیں رہیگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نمازوں کی وجہ سے گناہ مٹا دیتا ہے۔''

ایک اور حدیث میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور وہ نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ نماز کی برکت سے اس کا گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم خدمتِ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ:

((جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ قَالَ وَلَمْ يَسْئَلْهُ عَنْهُ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا قَضَى النَّبِیُّ ﷺ الصَّلَاةَ قَامَ اِلَيْهِ الرَّجُلُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِیَّ كِتَابَ اللّٰهِ قَالَ اَلَيْسَ قَدْ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب الصلوات الخمس کفارۃ للخطایا: ٥٢٨.

صَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ ذَنْبَكَ.)) ❶

''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا ہے (اگر اس کی کوئی سزا ہو تو) مجھ پر قائم فرمائیے۔ ابھی آپ نے اس گناہ کی تفصیل معلوم نہ کی تھی کہ نماز کا وقت ہو گیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز ادا کی۔ جب نبی کریم ﷺ نے نماز ختم کی۔ تو اس آدمی نے کھڑے ہو کر پھر عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں نے گناہ کیا ہے لہٰذا مجھ پر اللہ کی کتاب کا حکم نافذ کریں۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے عرض کی، ہاں! پڑھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے تیرا گناہ معاف فرما دیا ہے۔''

جب اس آدمی نے سزا لینے پر اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی:

﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾

''بلاشبہ نیکیاں گناہوں کو بہا لے جاتی ہیں۔ تو اس سائل نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! اَلِيَ هٰذَا؟ کیا یہ فضل وعنایت صرف میرے لیے ہے؟ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے جواباً فرمایا۔ لِجَمِيْعِ أُمَّتِيْ كُلِّهِمْ۔ یہ حکم میری ساری امت کے لیے ہے۔'' ❷

احادیث رسول کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں کو ان کے اوقات میں پورے آداب وارکان کے ساتھ پابندی سے ادا کرنے والوں کی خطاؤں، لغزشوں اور کوتاہیوں سے اللہ تعالیٰ درگزر فرماتے ہیں اور نماز کی برکت سے نمازی کے جسم سے گناہوں کے اثرات اور نشانات کو مٹا دیتے اور خطاؤں کو جھاڑ دیتے ہیں۔

مشہور صحابی جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

❶ صحيح بخاری، کتاب الحدود، باب اذا أقر بالحد ولم يبين: ٦٨٢٣.

❷ صحيح بخاری، کتاب مواقيت الصلاة، باب الصلاة كفارة: ٥٢٦.

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ فِیْ زَمَنِ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَهَافَتُ فَأَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذَالِکَ الْوَرَقُ یَتَهَافَتُ قَالَ فَقَالَ یَااَبَاذَرٍ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لِیُصَلِّیَ الصَّلٰوةَ یُرِیْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتَ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ)) [1]

''بے شک نبی کریم ﷺ سردیوں کے موسم میں (مدینہ سے) باہر تشریف لے گئے اور (اس موسم میں) درختوں کے پتے گر رہے تھے۔ آپ نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑ کر ہلائیں تو اس کے پتے گرنے لگے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کی اللہ کے رسول میں حاضر خدمت ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ (جو) مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کا ارادہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے تو اس سے اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے گر گئے ہیں۔''

نماز کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ نمازی شخص کو اللہ تعالیٰ دنیا کے مصائب اور آخرت کے عذاب سے نجات عطاء فرما دیتا ہے۔ اور نماز اس کے لیے قیامت کے اندھیروں میں روشنی کا مینار اور دخول جنت کی برھان ثابت ہوتی ہے۔ جناب عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ حَافَظَ عَلَیْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَنَجَاةً یَّوْمَ الْقِیَامَةِ)) [2]

''جس شخص نے نماز کی حفاظت کی، اس کے لیے نماز قیامت کے دن نور، برھان اور نجات کا باعث ہوگی۔''

جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے دیگر مسائل

---

[1] المسند الامام احمد : ٢١٥٥٦، قال المحقق شعیب الارناؤط، حسن لغیرہٖ.
[2] المسند للامام احمد : ٦٥٧٦، قال شعیب الارناط، اسنادہٗ حسن.

کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ:

((اَلصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ)) [1]

"نماز نور ہے اور صدقہ (ایمان کی) دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن حجت ہے۔"

جنت واجب

نبی دو جہاں، سرور کون ومکاں، خاتم رسولاں، شفیع عاصیاں، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات عالیہ سے بالصراحت اور بالوضاحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز ادا کرنے والے خوش قسمت شخص کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

جناب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ)) [2]

"جو مسلمان خوبصورت طریقے سے وضو کرے۔ پھر کھڑا ہو کر دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ اس کا دل اور چہرہ (اللہ کی طرف) متوجہ ہوں تو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔"

باقی نمازوں کے علاوہ فجر اور عشاء کی نمازوں کو بروقت ادا کرنے والوں کی خصوصی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کیونکہ نماز فجر کے لیے نیند سے بیدار رہنا عام آدمی کے لیے خاصا دشوار اور مشکل ہوتا ہے۔ جبکہ نماز عشاء کے وقت آدمی دن بھر کی تھکاوٹ کے باعث آرام کرنے کا آرزومند ہوتا ہے۔ اسی لیے ان دو نمازوں پر مداومت اختیار کرنے والے کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ کیونکہ جو شخص ان نمازوں کی پابندی کرے تو وہ دوسری نمازوں کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء: ٢٢٣.

[2] صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء: ٢٣٤.

((مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) ❶

''جو شخص دو ٹھنڈی (فجر اور عشاء کی) نمازیں ادا کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

جناب ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِتَّقُوْا اللّٰهَ رَبَّكُمْ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِيْعُوْا اِذَا اَمَرَكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ)) ❷

''تم اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور اپنی پانچ نمازوں کو پابندی سے پڑھو، رمضان المبارک کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو، اپنے امیر کی اطاعت کرو تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

نماز کی پابندی کرنے والے مسلمانوں کے صالح، نیک، پرہیزگار اور فرماں بردار ہونے کی گواہی فرشتے بھی پیش کرتے ہیں۔ جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَقَدْ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ اَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ.)) ❸

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات اور دن کے فرشتے فجر اور عصر کی نماز کے وقت جمع ہوتے ہیں اور پھر تمہارے درمیان رات گزارنے والے فرشتے آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ تو ان کا رب ان سے دریافت کرتا ہے کہ تم میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑ کر آئے ہو؟ حالانکہ وہ خود ان سے بہتر جانتا ہے۔ فرشتے عرض

---

❶ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰة، باب فضل صلاة الفجر: ٥٧٤.

❷ جامع ترمذی، ابواب السفر، باب ما ذکر فی فضل الصلاة: ٦١٦۔ قال الالبانی صحیح۔

❸ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰة، باب فضل صلاة العصر: ٥٥٥.

کرتے ہیں کہ ہم گئے تھے وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔ اور جب ہم آئے تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔''

رب سے مکالمہ

نمازی شخص جب نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور زبان سے اپنے رب کی تحمید و تسبیح کے کلمات ادا کرتا یعنی سورۃ فاتحہ ہے تو حقیقتاً وہ اپنے رب سے ہم کلام ہو رہا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اسے جواب عطاء فرماتے ہیں۔ جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰی صَلٰوۃً لَمْ یَقْرَءْ فِیْهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَیْرُ تَمَامٍ فَقِیْلَ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ اِنَّا نَکُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ فَقَالَ اِقْرَءْ بِهَا فِیْ نَفْسِکَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلٰوۃَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنَ وَ لِعَبْدِیْ مَا سَئَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَ اِذَا قَالَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ وَ اِذَا قَالَ مَالِکِ یَومِ الدِّیْنِ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ فَاِذَا قَالَ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ قَالَ هٰذَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ وَ لِعَبْدِیْ مَا سَئَلَ فَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَئَلَ.)) [1]

''جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز پوری نہیں ہوئی بلکہ ناقص و ناتمام رہی۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ : ۳۹۵.

گیا کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں (تو کیا کریں) تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا۔
''آہستہ پڑھا کرو۔'' کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز میرے اور میرے بندے کے درمیان آدھی آدھی تقسیم ہو چکی ہے، اور میرا بندہ جو سوال کرتا ہے وہ پورا کیا جاتا ہے۔ جب بندہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' کہتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی ہے۔ اور جب نمازی ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثناء بیان کی ہے اور جب بندہ ''مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے اور جب نمازی ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان معاہدہ ہے۔ اب میرا بندہ مجھ سے جو سوال کرے گا اسے پورا کیا جائے گا۔ جب نمازی ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ یہ سب کچھ میرے بندے کے لیے ہے۔ اب میرا بندہ جو مانگے گا اسے دیا جائے گا۔''

اس حدیث مبارکہ سے دو اہم مسئلے معلوم ہوئے کہ:

۱: سورۃ فاتحہ ہی اصل نماز ہے اور امام کی اقتداء میں بھی مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

۲: نماز، بندے اور اسکے رب کے درمیان ایک مکالمہ ہے اور اس مکالے کی سعادت صرف اسی شخص کو نصیب ہوتی ہے جو نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے۔ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ نماز کی پابندی کریں اور اپنے رب سے ہم کلامی کا شرف حاصل کریں۔

بعض ان پڑھ، جاہل، بے علم اور بے عمل قسم کے لوگ نماز کی فرضیت اور فضیلت کی باتیں سن کر منہ بسورتے ہوئے کہتے ہیں ''چھوڑو جی نماز میں کیا رکھا ہے؟ انہیں نبی اکرم ﷺ کی مذکورۃ الصدر احادیث مبارکات پر غور کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ نماز میں کیا کچھ رکھا گیا ہے اور نماز سے کیا کیا حاصل ہوتا ہے۔

- نماز سے رب کی رضا ملتی ہے۔
- نماز سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔
- نماز سے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔
- نماز سے ہر روز پانچ مرتبہ پاکیزگی اور صفائی حاصل ہوتی ہے۔
- نماز سے بندہ مسلمان بنتا ہے۔
- نماز سے مصائب کا حل نکلتا ہے۔
- نماز سے رحمتِ الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔
- نماز سے صبر کی توفیق ملتی ہے۔
- نماز سے بیماروں کو شفا ملتی ہے۔
- نماز پڑھنے سے جنت واجب ہو جاتی ہے۔
- نماز ادا کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

مولا سے اپنا تعلق بنا کے دیکھ
ملتا ہے کیا نماز میں؟ سر کو جھکا کے دیکھ

نماز کی برکات

ویسے تو نماز کے اثرات، ثمرات اور برکات کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ہم اختصار سے یہاں نماز کے چند نتائج اور فوائد کی ایک فہرست بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

- نماز سے انسان میں یہ شعور بیدار ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور اسے رب تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

- نماز سے انسان کے اندر کام کی لگن اور فرض شناسی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
- نماز کی ادائیگی سے انسانی سیرت کی تعمیر ہوتی ہے اور انسانی زندگی اخلاق حسنہ کا مجموعہ بن جاتی ہے۔
- نماز کے لیے دن میں پانچ مرتبہ وضو کرنا پڑتا ہے جس سے طہارت و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔
- اوقات معینہ میں نماز کی پابندی کرنے سے انسان میں وقت کی پابندی کی عادت پختہ اور راسخ ہو جاتی ہے۔
- نماز، باقاعدگی سے ادا کرنے والا شخص برائیوں سے اجتناب کرتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾

''بلاشبہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔''

- نماز سے ضبط نفس کی طاقت اور استعداد پیدا ہوتی ہے۔
- باجماعت نماز ادا کرنے سے اطاعت امیر کی تربیت ملتی ہے۔
- مسلمانوں کے باہم مل کر نماز پڑھنے سے مساوات اور انسانی برابری کا درس ملتا ہے۔
- نماز کی عادت پختہ ہو جائے تو آدمی صبح جلد بیدار ہو جاتا ہے جس سے انسانی صحت پر بڑے فائدہ مند اثرات مرتب ہوتے ہیں۔
- باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے اہل محلہ کو دن میں پانچ مرتبہ مسجد میں اکٹھا ہونے کا موقع ملتا ہے جس سے ان کا باہمی میل ملاپ بڑھتا ہے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
- صف بہ صف کھڑے ہو کر ایک امام کی اقتدا میں رکوع، سجود، قیام اور تشہد کرنے سے مسلمانوں کو جہاد کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔
- نماز میں ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہونے

اور ایک امام کی تکبیر پر جھکنے اور کھڑے ہونے سے مسلمانوں کو نظم جماعت اور تنظیم سازی کی تربیت دی جاتی ہے۔

- نماز میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے جس سے مسلمان کو قلبی سکون اور دلی راحت نصیب ہوتی ہے۔ بقول شاعر:

نہ دولت سے نہ دنیا سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

- نماز کی بروقت ادائیگی سے انسان میں عاجزی، انکساری، تواضع اور خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے۔
- ہر روز نماز پنجگانہ پڑھنے سے انسان کو اپنے مفوضہ کام کو دوام اور ہمیشگی سے کرنے کا سبق ملتا ہے۔
- مسجد میں آ کر باجماعت نماز ادا کرنے اور تمام مسلمانوں کے قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے سے مرکز کے ساتھ وابستگی کا درس ملتا ہے۔
- نمازیوں کو مسجد میں آتے جاتے اور نماز میں مشغول دیکھ کر بے نمازوں میں نماز پڑھنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔
- قرآن حکیم میں نشہ کی حالت میں نماز کے قریب آنے سے منع کیا گیا۔ جب کوئی شخص پابندی سے نماز پڑھنا شروع کر دے تو لامحالہ نشہ آور اشیاء سے پرہیز کرے گا۔
- نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے اور اسی سے سب کچھ مانگنے کی وجہ سے غیر اللہ کا ڈر اور خوف دور ہو جاتا ہے اور انسان کا اپنے رب سے رشتہ اور تعلق مضبوط ہوتا ہے۔

جلوہ ہے خاص رحمت حق کا نماز میں
اَنوارِ قدس کا ہے نظارہ نماز میں
مولیٰ سے اپنے بندہ ہے ملتا نماز میں
اٹھ جاتا ہے جدائی کا پردہ نماز میں

رکھے گا سر بلند اسے اللہ بے نیاز
جن کا سر نیاز ہے جھکتا نماز میں

انبیاء اور نماز

اسلام سے پہلے مذاہب میں بھی کوئی مذہب ایسا نہیں تھا جس کے ماننے والوں پر نماز فرض نہ کی گئی ہو۔اور انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بھی کوئی نبی ایسا نہیں جس نے خود نماز نہ پڑھی ہو اور اپنی اُمت کو نماز کی تاکید نہ فرمائی ہو۔قرآن حکیم میں متعدد انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کی نمازوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔جدالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام جب وادی غیرِ ذی زرع اور بے آب وگیاہ سرزمین (مکہ) میں اپنے معصوم اور شیر خوار لختِ جگر اسماعیل علیہ السلام اور اپنی باوفا اور خدمت گزار بیوی ''ہاجرہ'' کو چھوڑ کر واپس ہوئے تو راستہ میں انہوں نے دعا کی۔

﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (ابراھیم : ۳۷)

''اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد کو ایسی وادی (مکہ) جہاں کھیتی نہیں، تیرے عزت والے گھر کی پاس لا بسایا ہے۔اے رب! تاکہ یہ نماز پر ہمیشگی کریں۔''

اسی سورت میں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا کا بھی ذکر ہے جس میں آپ اپنے اور اپنی نسل کے لیے ادائیگی نماز کی درخواست دربارِ الٰہی میں یوں پیش کرتے ہیں:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝﴾

(ابراھیم : ٤١)

''اے میرے رب! مجھے ایسی توفیق عطاء فرما کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی نماز پڑھنے کی ہمت نصیب فرما اور اے ہمارے رب! ہماری دعا قبول فرما۔''

جناب ابراہیم علیہ السلام کے پسرِ عزیز سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی نماز کے ساتھ محبت اور اپنی اولاد و احفاد کو نماز کا حکم کرنے کی تعریف وتوصیف قرآن حکیم میں یوں بیان کی گئی ہے۔فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۚ۝ وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝﴾

(مریم : ٥٤، ٥٥)

''اور قرآن مجید میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایئے۔ بلاشبہ وہ وعدے کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی تھے اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور وہ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھے۔''

قرآن مجید میں جناب شعیب علیہ السلام کی نماز کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ جب آپ کی دعوت توحید کے جواب میں دشمنانِ دین سے کوئی بات نہ بن سکی اور آپ کی کامیابی ان پر گراں گزری تو قوم نے آپ کو ''نمازی'' ہونے کا طعنہ دینا شروع کر دیا۔

﴿قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝﴾ (هود : ٨٧)

''انہوں نے کہا، اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم ان کو ترک کر دیں یا اپنے مال میں جو ہم کرنا چاہیں وہ نہ کریں۔''

قرآن عزیز میں جناب موسیٰ علیہ السلام پر پہلی وحی کے نزول کے ضمن میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا۔

﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝﴾

(طٰہٰ : ١٤)

''بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں اس لیے میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔''

کتاب الٰہی کے تیسرے پارے میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے کہ جب جناب زکریا علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کے بند کمرے میں سیدہ مریم کے سامنے تازہ پھل دیکھے تو دریافت فرمایا۔

يَامَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا۔ اے مریم! تیرے لیے یہ تازہ پھل اور میوے کہاں سے آئے تو انہوں نے جواباً فرمایا۔ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ یہ مجھے اللہ کی طرف سے عطاء فرمائے گئے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب ہی رزق عطاء فرما دیتا ہے۔

سیدہ مریم کے ان الفاظ نے جناب زکریا علیہ السلام کے قلب مبارک پر گہرا اثر کیا کیونکہ:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

آپ نے دل ہی دل میں سوچا کہ جو رب العزت نوعمر مریم کو مقفل کمرے میں تروتازہ میوے اور پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بڑھاپے میں ''بیٹا'' عطا فرمانے پر بھی قادر ہے۔ چنانچہ آپ نے بڑی عاجزی، انکساری اور تواضع سے نماز کی حالت میں دربارِ الٰہی میں درخواست دائر کر دی کہ:

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا۝﴾ (مریم : ٤)

''انہوں نے کہا: اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور بڑھاپے کی وجہ سے سر بالکل سفید ہو گیا ہے اور اے میرے پروردگار میں (آج تک) تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔''

اللہ تعالیٰ نے نماز کی حالت میں کھڑے ہو کر کی گئی اس درخواست کو فوراً قبول و منظور فرما لیا اور زکریا علیہ السلام نے ابھی نماز کا سلام نہیں پھیرا تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لیے فرشتوں کی ایک جماعت کو جناب زکریا علیہ السلام کی خدمت میں روانہ فرما دیا۔ جناب زکریا علیہ السلام ابھی نماز میں ہی مصروف و مشغول تھے۔ کہ فرشتوں نے حاضر ہو کر عرض کی۔ اے زکریا! آپ کی دعا مستجاب ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحبزادہ عطاء فرمانے کا فیصلہ کر لیا ہے اُس کا نام بھی خود تجویز کر دیا ہے اور اُسے اپنا نبی بنانے کا اعلان بھی فرما دیا ہے۔

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾

(آل عمران : ۳۹)

''وہ (زکریا علیہ السلام) ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے انہیں آواز دی (اے زکریا!) اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ (علیہ السلام) کی بشارت دیتا ہے۔ جو اللہ کے کلمہ کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے بے رغبت ہونگے اور نیکوں میں سے نبی ہوں گے۔''

کتاب ہدایت کے سولہویں پارے میں اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ پیغمبر جناب عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔ جس میں ہمارے موضوع سے متعلقہ حصہ یہ ہے کہ:

جب اللہ تعالیٰ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے سیدہ مریم طاہرہ کی گود میں دے دیا تو قوم سخت متعجب اور حیران ہوئی اور انہوں نے سیدہ مریم کے بارے میں کئی قسم کی چہ مگوئیاں کیں۔ آخر کار وہ سیدہ مریم سے یوں مخاطب ہوئے۔

﴿قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۝ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۝﴾

''لوگوں نے کہا۔ اے مریم! تو نے عجیب کام کر دکھایا ہے۔ اے ہارون کی بہن۔ تیرا باپ تو برا آدمی نہیں تھا۔ اور تیری ماں بھی بدچلن نہ تھی۔''

سیدہ مریم قوم کی کڑوی، کسیلی اور نازیبا باتیں سُن کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خاموش رہیں اور گود میں پڑے بچے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ مجھ سے نہ پوچھو کہ اسے کیسے لائی ہوں۔ اسی سے پوچھو کہ یہ کیسے اور کیوں آیا ہے؟

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ۔ سیّدہ مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے تعجب سے کہا۔ كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ ہم اس بچے سے کیسے کلام کریں جو ابھی گود میں ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو......

جب کہ آپ ایک دن کے تھے..... قوت گویائی عطاء فرمائی۔ آپ نے کروٹ بدلی اور ارشاد فرمایا۔ سنو میں کون ہوں۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ آتَانِیَ الْكِتَابَ۔ وہ مجھے کتاب عطاء فرمائے گا۔ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔'' اور اس نے مجھے نبی بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔''

﴿وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا﴾ (مریم : ۳۱)

''اور (میرے رب نے) مجھے زندگی بھر نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے۔''

آپ غور فرمائیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آنکھیں کھولنے کے پہلے دن ہی ''نماز'' پڑھنے کی بات کر رہے اور زکوٰۃ دینے کا مسئلہ بیان کر فرمار ہے ہیں۔

جناب لقمان نے اپنے صاحبزادے کو جن قیمتی پند و نصائح سے نوازا۔ ان میں ایک نصیحت نماز قائم کرنے کی بھی تھی۔ جناب لقمان نے فرمایا کہ:

﴿یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (لقمان : ۱۷)

''بیٹا! نماز کی پابندی کرنا اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کا حکم دینا اور بری باتوں سے منع کرنا اور جو مصیبت تجھ پر آئے اس پر صبر کرنا، بلاشبہ یہ اہم کاموں میں سے ہے۔''

قرآن مبین میں کئی دوسرے انبیاء و رسل کی نمازوں کا ذکر کیا گیا ہے مگر اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ آپ یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ کوئی نبی، رسول اور پیغمبر بے نماز نہیں تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نماز

نبی اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام پکے نمازی تھے اور ان میں سے کوئی شخص بھی تارکِ نماز نہیں تھا بلکہ وہ ایسے پابند صلوٰۃ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے دوسرے اوصاف حمیدہ اور خصائل پاکیزہ بیان فرمانے کے علاوہ ان کے نمازی ہونے کی گواہی بھی دی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾

(الفتح : ۲۹)

''اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھی کفار پر سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔ آپ انہیں رکوع کرتے اور سجدہ کرتے دیکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کے طلبگار ہیں۔ ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔''

نبی کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے جانثار وفدا کار صحابہ رضی اللہ عنہم نہ صرف نماز پنجگانہ کا التزام فرماتے بلکہ نفلی نماز بالخصوص تہجد کی نماز کا اہتمام بھی فرماتے اور اسے پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ ادا فرماتے۔ عبادت وریاضت میں ان کے شوق وذوق کی یہ کیفیت دیکھ کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ''تم انہیں جب دیکھو گے، اپنے رب کی عبادت میں مصروف پاؤ گے'' رکوع کی حالت میں۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ۔ کا ورد کر رہے ہوں گے۔ کبھی اس کی بارگاہ اقدس میں اپنی جبیں نیاز رکھے۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ کہہ کر اپنی نیازمندی اور اپنی عاجزی کے اعتراف کے ساتھ مولائے کریم کی بزرگی اور کبریائی کی گواہی دے رہے ہوں گے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ انہیں متقین وصالحین کے نمازی ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَۙ﴾

(البقرہ : ۳)

''وہ اَن دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے عطاء کردہ مال میں سے (ہمارے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔''

مفسر قرآن جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آخر عمر میں ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ اطباء اور معالجین نے مشورہ دیا کہ آپ کا علاج تو ہوسکتا ہے مگر اس کے لیے آپ کو چند دن نماز ترک کرنا ہوگی۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ ''میں نماز نہیں چھوڑ سکتا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے نماز چھوڑی وہ

اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ پاک اس سے سخت ناراض ہوگا۔'' ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے ساتھ اتنا لگاؤ اور محبت رکھتے تھے کہ دنیا کی جو چیز ان کی نماز کے خشوع وخضوع میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ وہ اس چیز کو اپنے پاس رکھنا پسند نہ فرماتے بلکہ اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتے۔

جناب عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک چڑیا اڑی اور اس نے چکر لگانا شروع کر دیا وہ وہاں سے نکلنے کا راستہ تلاش کر رہی تھی۔ مگر اسے راستہ نہ مل رہا تھا۔ چڑیا کے اس عمل نے جناب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو تعجب میں ڈال دیا۔ اور آپ تھوڑی دیر اس چڑیا کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر نماز میں مشغول ہو گئے جس کی وجہ سے انہیں پڑھی ہوئی رکعات کی تعداد یاد نہ رہی۔ وہ از حد پریشان ہوئے اور کہا ''میرے مال نے مجھے فتنہ میں مبتلا کر دیا۔'' چنانچہ آپ رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نماز میں پیش آنے والے واقعہ کا تذکرہ کرنے کے بعد عرض کی۔ ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا وہ باغ صدقہ ہے آپ جہاں چاہیں اسے صرف فرمالیں۔'' ❷

بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا اور اس میں چڑیا کے پھڑکنے کی بجائے باغ کے پکے ہوئے پھل دیکھ کر رکعات بھول جانے کا ذکر ہے۔ اس میں مزید اضافہ ہے کہ ''امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کر دیا۔ اور اس مال کا نام خمسین یعنی پچاسیہ رکھا گیا۔'' ❸

آپ نے غور فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز سے محبت اور نماز میں خشوع وخضوع اور عاجزی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ جو باغ ان کی نماز سے توجہ ہٹا دے وہ اسے اپنے پاس رکھنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اور ہماری نمازوں کا یہ حال ہے کہ ہم سارا حساب کتاب ہی نماز میں کھڑے ہو کر کرتے ہیں۔ اسی لیے شاعر مشرق نے کہا تھا:

❶ حیاۃ الصحابہ اُردو، جلد ۳۔
❷ حیاۃ الصحابہ اُردو، جلد ۳۔
❸ حیاۃ الصحابہ اُردو، جلد ۳۔

جو میں سر بسجدہ کبھی ہوا تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

اور

تیری نماز بے سرور، تیرا امام بے حضور
ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر

قرآن وسنت کی روشنی میں نماز کا معنیٰ ومفہوم، نماز کی اہمیت وفضیلت، نماز کی تاریخی حیثیت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز سے محبت اور نماز کے فوائد، اثرات، ثمرات اور برکات سے آپ واقفیت حاصل کر چکے ہیں۔ اب ذرا تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ فرمائیں کہ جو شخص کلمہ پڑھنے، مسلمان کہلانے اور مومن ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود نماز نہیں پڑھتا۔ اس کے جرم کی نوعیت کیا ہے اور قرآن وحدیث میں اس کے لیے کیا کیا سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔

بے نماز کی حیثیت

نبی مکرم، رسول معظم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے نماز کو کفر اور اسلام کے درمیان حد فاصل قرار دیا ہے اور بے نماز کو صریح الفاظ میں کافر قرار دیا ہے۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے:

((اِنَّ الْعَهْدَ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ)) ❶

''ہمارے اور کافروں کے درمیان نماز کا ''عہد'' ہے لہٰذا جس نے نماز کو ترک کر دیا تو اس نے کفر کیا۔''

اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ جو شخص نماز پڑھتا ہے وہ مومن اور جو نماز نہیں پڑھتا وہ کفر کی حدود میں داخل ہو گیا۔ اگر آدمی کا ایمان مضبوط اور پختہ ہو تو نماز پڑھے بغیر اسے آرام وسکون حاصل نہیں ہوتا۔ وہ نماز ادا کر کے عجیب قسم کی فرحت محسوس کرتا ہے اور اگر

❶ جامع ترمذی، ابواب الایمان، باب ما جاء في ترك الصلاة: ٢٦٢١؛ صححه الالبانی.

اس کی نماز قضا ہو جائے تو اسے بے چینی سی محسوس ہونے لگتی ہے اور بے نماز آدمی ہمیشہ بے سکون و بے قرار اور پریشان رہتا ہے۔ اور کسی لمحہ بھی اسے اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ اپنے حالات، کاروبار بلکہ رب تعالیٰ کا شکوہ کرتا نظر آتا ہے۔

تم کو شکوہ ہے ہمارا مدعا ملتا نہیں
دینے والے کو گلہ یہ ہے گدا ملتا نہیں
بے نیازی دیکھ کر بندے کی کہتا ہے کریم
دینے والا دے کسے دست دعا ملتا نہیں

جناب عبداللہ بن شقیق العقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْأَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ)) [1]

"رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام اعمال میں کسی چیز کے ترک کرنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے (یعنی ترک نماز کو کفر گردانتے تھے)۔"

قرآن عزیز کے انتیسویں پارے کی سورۃ المدثر میں بیان ہے کہ اہل جنت، دوزخیوں سے سوال کریں گے کہ تمہیں کس جرم کی پاداش میں جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا کیا گیا ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمارے دو بڑے قصور تھے جن کی ہم سزا بھگت رہے ہیں۔

۱: ہم اپنی زندگی میں نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور کبھی یہ خیال نہیں کیا تھا کہ جس اللہ کریم کے فضل و کرم سے یہ زندگی، عزت و آرام سے گزر رہی ہے اسے سجدہ بھی کرنا چاہیے۔ اور اس کی عبادت کا فریضہ بھی انجام دینا چاہیے۔

۲: ہم اللہ تعالیٰ کے عطاء کردہ مال و دولت کے باعث خود تو پیٹ بھر کر کھاتے تھے مگر غرباء مساکین اور محتاجوں کی طرف توجہ ہی نہ دیتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ۙ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۙ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ

[1] جامع ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی ترك الصلاة: ۲۶۲۲؛ صححه الالبانی

نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۙ وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۙ﴾ (المدثر : ٤٠ تا ٤٤)

''اہل جنت، مجرموں سے سوال کریں گے کہ کس جرم نے تمہیں دوزخ میں داخل کیا؟ وہ جواب دیں گے ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور مساکین کو کھانا بھی نہیں کھلایا کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوگیا تارک نماز قطعی جہنمی ہے۔ سورۃ مریم میں بھی نمازوں کو ضائع کرنے والوں کو دوزخی قرار دیا گیا ہے۔

﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ﴾ (مریم: ٥٩)

''پھر ان کے جانشینوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے چل پڑے۔ پس عنقریب ان کی تباہی ان کے سامنے ہوگی (یعنی وہ جہنم میں داخل ہوں گے)۔''

موت کی سختیاں

بے نماز آدمی کی موت کا وقت انتہائی سخت، تکلیف دہ اور اذیت ناک ہوگا جب تمام حکیم، ڈاکٹر، معالج اور طبیب اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیں گے اور اس کے ورثاء کسی جھاڑ پھونک کرنے والے کی تلاش کرتے پھریں گے۔ کہ شاید اس کے دم سے ہی ہمارے بیمار کی جان بچ جائے مگر مریض سمجھ جائے گا کہ اس کے کوچ کا وقت آ پہنچا ہے اور یہ بیماری اس کے لیے موت اور جدائی کا پیغام لے کر آئی ہے۔ اس کی جان ہنسلی تک آ جائیگی اور موت کی سختیوں کی وجہ سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے گی۔

قرآن کریم، موت کے وقت اس پر اتنی تکلیفوں اور سختیوں کی وجہ بیان کرتا ہے کہ ''مرنے والا بے نماز تھا'' فرمانِ الٰہی ہے۔

﴿كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۙ وَ قِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۙ وَ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۙ وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ اِلْمَسَاقُ ؕ فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰى ۙ وَ لٰكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۙ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ؕ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۙ ثُمَّ

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ (القيامة : ۲۶ تا ۳۵)

''ہاں، جب جان ہنسلی تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا؟ اور مرنے والا سمجھ جاتا ہے کہ جدائی کی گھڑی آ گئی ہے اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جاتی ہے۔ اس دن اپنے رب کی طرف کوچ ہوتا ہے۔ (اس سختی کی وجہ یہ ہے کہ) اس نے نہ تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی اور اس نے حق کو جھٹلایا اور منہ پھیر لیا اور پھر گھر کی طرف غرور کرتے ہوئے گیا۔ افسوس ہے تجھ پر...... پھر افسوس ہے...... تجھ پر...... پھر افسوس ہے۔''

لفظ ''اَوْلٰى'' کو چار بار لانے سے بے نماز پر اللہ تعالیٰ کے غضب، غصہ اور ناراضگی کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

قیامت کے دن جب حالات بڑے خوف ناک اور ہولناک ہوں گے اور ہر شخص جلال الٰہی سے لرزہ براندام ہو گا، چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی اور دل خوف سے دھڑک رہے ہوں گے تو اس وقت لوگوں کے ایمان یا کفر اور خلوص یا نفاق کو آشکارہ کرنے کے لیے انہیں حکم دیا جائے گا کہ آؤ سب اپنے رب کو سجدہ کرو، جو لوگ دنیا میں نمازی، پرہیزگار اور مخلص، مومن اور رب کے حضور سجدہ ریز ہونے والے ہوں گے۔ وہ فوراً سربسجود ہوجائیں گے۔

اب بے نماز، کافر اور منافق بھی بہت زور لگائیں گے کہ آج سجدہ کرلیں اور خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہوجائیں لیکن ان کی کمر اکڑ جائے گی۔ اور بڑی کوشش کے باوجود وہ سجدہ نہ کرسکیں گے گویا ان کی کمر لوہے کا تختہ بن جائے گی جو نیچے نہ ہوگی۔ اس ذلت ورسوائی پر ان کی آنکھیں جھک جائیں گی اور ان کے کفر ونفاق کو سب کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا۔ آج وہ سجدہ کرنے سے کیوں محروم کر دیے گئے؟ جواب ملے گا کہ جب وہ دنیا میں صحیح وسالم تھے، تندرست وصحت مند تھے اور باہوش وباوقار تھے تو انہیں نماز اور سجدہ کا حکم دیا گیا لیکن یہ ظالم سجدہ کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اس حکم عدولی اور بے نماز ہونے کی پاداش میں آج ان سے

سجدہ کرنے کی قوت سلب کر لی گئی ہے۔ اس تفصیل کو قرآن مجید نے اپنے معجزانہ اختصار سے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝ ﴾

(القلم: ٤٢۔ ٤٣)

''جس دن پنڈلی سے پردہ اٹھ جائے گا اور انہیں سجدہ کی دعوت دی جائے گی تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ ندامت سے ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی (اور) ان پر ذلت چھا رہی ہوگی اور تحقیق انہیں (دنیا میں) سجدوں کی طرف بلایا جاتا تھا جبکہ وہ صحیح سلامت تھے۔''

فرعون کا ساتھی

بے نماز کے متعلق حدیث شریف میں صراحت ہے کہ وہ قیامت کے دن بڑے سرکشوں، باغیوں اور نافرمانوں کے ہمراہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ جناب عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

((مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَّهُ نُوْرًا وَّلَا بُرْهَانًا وَّلَا نَجَاةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَانَ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ؟)) [1]

''جو شخص نماز کی حفاظت کرے گا، قیامت کے دن اس کے لیے نماز، نور، برھان اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کی حفاظت نہیں کرے گا اس کے لیے کوئی روشنی، برھان اور نجات نہ ہوگی۔ اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ھامان اور ابی بن خلف کے ساتھ (دوزخ میں) ہوگا۔''

قرآن حکیم میں ہے کہ شیطان اللہ تعالیٰ کے حکم پر سیدنا آدم علیہ السلام کو ایک سجدہ نہ کرنے

[1] مسند الامام احمد: ٦٥٧٦، قال شعیب الارناؤط۔ اسنادہ حسن۔

کی پاداش میں قیامت تک کے لیے لعنتی اور راندۂ درگاہ ٹھہرا۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ۔ اس نے ایک سجدے سے انکار اور تکبر کیا تو وہ کافروں میں سے ہو گیا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ جو ایک سجدہ نہ کرے وہ تو نافرمان، ملعون اور کافر ٹھہرے اور جو ہر روز چونتیس فرض سجدوں کا تارک اور منکر ہو اس کا انجام کیا ہوگا؟ ایک دن اور رات میں ہر مسلمان پر سنتوں، وتروں اور نوافل کے سجدوں کے علاوہ چونتیس سجدے فرض ہیں۔

- نماز فجر .... دو فرض رکعات یعنی چار سجدے
- نماز ظہر .... چار فرض رکعات یعنی آٹھ سجدے
- نماز عصر .... چار فرض رکعات یعنی آٹھ سجدے
- نماز مغرب .... تین فرض رکعات یعنی چھ سجدے
- نماز عشاء .... چار فرض رکعات یعنی آٹھ سجدے

کل فرض رکعات سترہ (۱۷) یعنی چونتیس (۳۴) سجدے اور اگر تین وتروں کے چھ (۶) سجدے بھی شامل کر لیے جائیں تو کل چالیس (۴۰) سجدے ہو جاتے ہیں۔

بے نماز سے جہاد

متعدد قرآنی آیات اور احادیث مبارکات سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک کوئی شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اس کی حیثیت غیر مسلم کی سی ہوگی اور اس کے خلاف اسی طرح جہاد کیا جائے گا۔ جس طرح غیر مسلموں سے کیا جاتا ہے۔ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَآءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.)) [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ.....۲۵)

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کرنے لگ جائیں تو انہوں نے اپنے خون اور مال کو مجھ سے بچا لیا مگر اسلام کا حق ان سے لیا جائے گا اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔''

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ مشرکین، کافرین اور اسلام کے مخالفین کے خلاف جہاد کی تفصیلات بیان فرمانے کے بعد اہل ایمان کو حکم دیتے ہیں۔

﴿فَإِنْ تَابُوْا وَ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ (التوبة: ٥)

''پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ ادا کرنا شروع کردیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ (یعنی پھر ان سے جنگ نہ کرو)۔''

صحیح بخاری کی ایک لمبی حدیث کا حصہ ہے کہ:

''ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے غنیمت کا مال تقسیم فرمایا تو ایک (منافق) آدمی نے اس تقسیم پر اعتراض کیا اور کہا۔ اِتَّقِ اللّٰهَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے ڈر جایئے۔ (اور صحیح تقسیم فرمایئے) نبی کریم نے فرمایا۔ ''میں اہل زمین میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔'' (اس آدمی کی یہ گستاخانہ حرکت دیکھ کر) جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهٗ۔ کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَعَلَّهٗ أَنْ يَكُوْنَ يُصَلِّيْ۔ نہیں شاید کہ وہ نمازی ہو۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! كَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهٖ مَا لَيْسَ فِيْ قَلْبِهٖ۔ کئی نمازی ایسے ہیں جو زبان سے ایسی باتیں کرتے ہیں مگر ان کے دلوں میں کفر ہے (جیسے یہ منافق) تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں کے

دلوں کی تفتیش کا حکم نہیں دیا گیا۔'' ❶

اس حدیث سے بھی یہ عیاں ہوتا ہے کہ اس منافق کو نماز کی وجہ سے ہی نا قابل گردن زنی قرار دیا گیا ورنہ اسے قتل کر دیا جاتا۔

تباہی اور بربادی

نبی اکرم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے ترک نماز کو اہل وعیال اور مال ومنال کی بربادی سے تعبیر فرمایا ہے۔ یعنی ایک نماز کے تارک کو اپنی اس غلطی پر اتنا صدمہ اور افسوس ہونا چاہیے کہ جتنا اسے اپنے اہل وعیال اور مال ومنال کی تباہی وبربادی پر ہوتا ہے۔ صحابی رسول جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَّذِیْ تَفُوْتُهٗ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ)) ❷

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوگئی تو گویا اس کے اہل وعیال اور مال تباہ وبرباد ہو گئے۔''

آپ اندازہ فرمائیں کہ جب ایک نماز ترک کرنے کا اتنا بڑا نقصان ہے تو جو لوگ پانچ نمازوں میں سے کوئی بھی نماز نہیں پڑھتے کیا ان کے نقصان وخسران کا شمار وحساب ہو سکتا ہے۔ اسی نماز عصر کی طرف اپنے ساتھیوں کی توجہ مبذول کراتے ہوئے جناب بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((بَكِّرُوْا بِصَلٰوةِ الْعَصْرِ فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ)) ❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ الی الیمن قبل حجة الوداع: ٤٣٥١.

❷ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰة، باب ثم من فاتته العصر: ٥٥٢.

❸ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰة، باب من ترك العصر: ٥٥٣)

''نماز عصر پڑھنے کے لیے جلدی کیا کرو کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے عصر کی نماز ترک کی تو اس کے عمل ضائع ہو گئے۔''

یہ ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ دن بھر میں ایک یا دو نمازیں پڑھنے سے ہم نے نماز کا حق ادا کر دیا۔ مقصد یہ ہے کہ ایک عصر کی نماز ترک کرنے سے بندے پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کے باقی اعمال کی بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی۔ آپ دوبارہ اس امر پر غور فرمائیں کہ ایک نماز کو ترک کرنے والے کی یہ سزا ہے تو جو روزانہ پانچ نمازیں ضائع کرتے ہیں۔ ان کی سزا کتنی سخت ہو گی۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا۔

پہلا حساب

قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر آدمی نماز کے حساب میں کامیاب ہو گیا تو تمام اعمال میں کامیابی اور کامرانی حاصل کرے گا۔ اور اگر نماز کے حساب میں فیل ہو گیا تو پھر سارے اعمال کے حساب میں ناکام و نامراد رہے۔ جناب عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ ﷺ اَوَّلُ مَايُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ فَاِنْ صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ عَمَلِهِ وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (حقوق اللہ کے بارے میں) قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا اور اگر نماز کا حساب صحیح ہوا تو تمام اعمال درست ہوں گے اور اگر نماز کا حساب خراب رہا تو سارے اعمال خراب رہیں گے۔''

ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

---

[1] صحیح الترغیب والترهیب، کتاب الصلوٰة، رقم الحدیث: ۳۷٦.

((فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ)) [1]

''اگر نماز صحیح نکلی تو کامیاب ہوگا اور نماز خراب نکلی رہی تو نقصان میں رہا۔''

غالباً اسی حدیث کا فارسی ترجمہ عام مساجد کے دروازں پر لکھا ہوتا ہے۔

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ (البقرہ : ٤٣)

''نماز قائم کرو (یعنی پورے ارکان، شرائط اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھو) اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ یعنی باجماعت نماز ادا کرو۔''

یہی نماز ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ اور ان کی امت کو دیا ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾ (العنکبوت: ٤٥)

''اے رسول! آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے اُس کی تلاوت کیجیے اور نماز قائم کیجیے۔''

اللہ ارحم الراحمین کے دربارِ عالی شان میں دست بستہ دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اور ہماری اولادوں کو نماز پنجگانہ کی پابندی کرنے، نماز کو سنت نبوی کے مطابق ادا کرنے اور زندگی بھر نماز پڑھنے کی توفیق، ہمت اور سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن



[1] صحيح الترغيب والترهيب : ٣٧٧.

9 قربانیٔ مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

﴿وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ۙ﴾

(الأنعام : ٣٤)

''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی تا کہ لوگ (ذبح کے وقت) ان جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے لہٰذا تم اسی کی فرماں برداری کرو اور عاجزی کرنے والوں کو بشارت دیجیے۔''

ہر قسم کی حمد وثناء، بڑائی، کبریائی اور یکتائی صرف اور صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے ہے جو ساری کائنات کا خالق، مالک، حاکم اور رازق ہے۔ اس کی ذات، صفات، عبادات اور اختیارات میں کوئی شریک، سہیم اور حصہ دار نہیں ہے۔ وہی مشکل کشا، حاجت روا اور دافع البلاء ہے۔ وہی پروردگار عالم، رب العالمین، ارحم الراحمین اور احسن الخالقین ہے۔ وہی اولاد بخشنے والا، تندرستی عطا فرمانے والا اور موت وحیات کا مالک ہے۔ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ لَمْ يَلِدْ۔ اس کی کوئی اولاد نہیں۔ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ اور وہ کسی کی اولاد نہیں ہے۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ اور کوئی اس کا ہم سر نہیں۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں۔ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۔ وہ تمام آنکھوں کو دیکھنے والا ہے۔ ساری کائنات اس کی محتاج ہے مگر وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ۔ تم سب اللہ تعالیٰ کے در کے سوالی، مانگت اور فقیر ہو۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ

اور اللہ تعالیٰ بے پروا، تعریف کیا ہوا ہے۔

اللہ رب العزت کی بے پناہ حمد وثناء کے بعد لاتعداد، اَن گنت اور بے حساب درود وسلام والیٔ بطحاء، سرچشمہ رشد وہدیٰ، صَاحِبِ قَابَ قَوْ سَیْنِ اَوْاَدْنیٰ، شافع روز جزاء، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر جنہیں اللہ رب العالمین نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ جن کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾

جن کی ہر بات، فرمان الٰہی اور ہر حکم، حکم ربانی ہے۔ جن کی فرماں برداری ذریعۂ نجات اور نافرمانی وجۂ عذاب ہے۔ جن کے فضائل بے شمار اور خصائص لاتعداد ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر، خاتم النبیین اور امام المرسلین ہیں۔ جنہیں حوض کوثر عطا فرمایا جائے گا۔ مقام محمود پر سرفراز فرمایا جائے گا۔ اور شفاعت کبریٰ کا اعزاز بخشا جائے گا۔ جو محشر کے دن انبیاء کرام کی قیادت کریں گے۔ دربارِ الٰہی میں شفاعت اور ساری انسانیت کی سیادت کریں گے۔

جن پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود وسلام بھیجتے ہیں اور اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی اس ذاتِ گرامی پر درود وسلام بھیجا کریں۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ))

قربانی کا معنی اور کا مفہوم

عربی زبان میں قربانی کے جانور ذبح کرنے کو ''نحر'' کہا جاتا ہے۔ ''نحر'' لغت میں سینہ کے بالائی حصے کو کہتے ہیں۔ ''نَحَرَ یَنْحَرُ'' کا معنی سینہ پر مارنا اور ذبح کرنا ہے۔ اصطلاح شریعت میں اونٹ کی قربانی کو ''نحر'' کہا جاتا ہے۔ اسی لیے دس ذوالحجہ (جس دن عام مسلمان قربانی کے جانور ذبح کرتے ہیں) کو ''یوم النحر'' کہا جاتا ہے۔ سرزمینِ عرب میں عام طور پر اونٹ کی ہی قربانی کی جاتی تھی۔ اس لیے قرآنِ حکیم میں قربانی کا حکم دینے کے لیے ''وَانْحَرْ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جبکہ اکثر اوقات مطلق قربانی کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے بھی ''نحر'' کا لفظ بولا جاتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے۔ ان

کے نام کی قربانیاں دیتے۔ اور بتوں کے نام پر جانور چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ جیسا کہ تفسیر قرطبی میں ہے۔

((اِنَّ نَاسًا یَصُبُّوْنَ لِغَیْرِ اللّٰهِ وَیَنْحَرُوْنَ لِغَیْرِ اللّٰهِ))

''بے شک لوگ جانوروں کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے اور انہیں غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے۔''

اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو اور آپ کے توسط سے آپ کی ساری اُمت کو حکم دیا ہے کہ جس طرح نماز صرف اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھنی چاہیے اسی طرح تمہاری قربانیاں، نیازیں، نذریں، چڑھاوے اور مالی عبادت بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہونی چاہیے۔ بقول مولانا عبدالسلام بستوی رحمۃ اللہ علیہ۔

''بخشش اور فیاضی کا بڑا درجہ ایثار ہے کہ دوسروں کے آرام کی خاطر اپنا آرام چھوڑ دیا جائے یعنی خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلانا۔ خود پیاسا رہ کر دوسروں کو پلانا۔ خود تکلیف برداشت کر کے کسی دوسرے کو آرام پہنچانا۔ غرض دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھنے کو ''ایثار'' کہتے ہیں۔ اور یہ انسانی شرافت کا بہترین جوہر ہے۔ لیکن اس ایثار سے بڑھ کر فیاضی کا سب سے بڑا اور سب سے آخری درجہ ''قربانی'' ہے کہ دوسروں کی خاطر اپنی جان بھی دے دے۔ ہر وہ نیک کام جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور نزدیکی حاصل کی جائے قربانی کہلاتا ہے۔ عرفِ عام میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر ذبح کیے جانے والے جانوروں کو ''قربانی'' کہا جاتا ہے۔''

قرآن کریم نے بعثت نبوی سے قبل غیر اللہ کے نام پر چھوڑے جانے والے چار قسم کے جانوروں کا ذکر فرمایا اور انکی مذمت بیان فرمائی ہے۔

۱: بَحِیْرَہ۔ ایسا جانور جس کا دودھ بتوں کے نام پر روک دیا جائے۔

۲: سَائِبَہ۔ وہ جانور جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا اور اس سے کوئی کام نہ لیا جاتا۔

۳: وَصِیْلَه - ایسی اونٹنی جو دو بار مادہ کو جنم دے، اسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

۴: حَام - ایسا اونٹ جس کے نطفہ سے دس بچے پیدا ہو چکے ہوتے اسے بھی سانڈ کے طور پر بتوں کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔ ❶

اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے نام پر چھوڑے اور وقف کیے جانے والے ان جانوروں کی شدید مذمت فرمائی اور اسے مشرکانہ فعل قرار دے کر غیر اللہ کے نام کی قربانی، نذر، نیاز، چڑھاوے اور منت سے منع فرمایا: ارشاد ہوا:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝﴾

(المائدہ: ۱۰۳)

''اللہ تعالیٰ نے بحیرہ کو کوئی چیز نہیں بنایا۔ نہ سائبہ کو، نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو، بلکہ کافروں نے جھوٹی باتیں بنا کر اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگا دیں۔ اور ان میں سے اکثر لوگ بے عقل ہیں۔''

یہاں لحہ بھر کے لیے غور فرمائیں کہ کیا آج بھی یہ مشرکانہ عمل کسی نہ کسی شکل میں کلمہ گو مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے یا نہیں؟ افسوس! کہ آج بھی قبروں، زندوں اور مُردوں کے نام پر دودھ کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔ فقیروں اور پیروں کے نام پر گائیوں کو کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ وہ جہاں چاہیں کھاتی پیتی رہیں۔ کوئی انہیں روکتا نہیں بلکہ حصول برکت کے لیے ان آوارہ گائیوں کی خدمت کی جاتی اور ان کی گردنوں میں لٹکے ہوئے کپڑوں میں پیسے ڈالے جاتے ہیں۔ یہ سب مشرکانہ اعمال ہیں۔ غیر شرعی حرکات ہیں اور قرآن وحدیث کے منافی افعال ہیں۔ آپ سوچیں تو سہی کہ:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر　　جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر　　کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المائدہ: ٤٦٢٣.

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

آغاز و تاریخ قربانی

قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی انسانی تاریخ کی طرح بڑی پرانی اور قدیم ہے اور قربانی کا سلسلہ ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام کے زمین پر تشریف لانے کے ایک سو سال بعد ہی شروع ہو گیا تھا۔ قرآن مجید قربانی کی تاریخ کا ذکر کرتے ہوئے جناب آدم علیہ السلام کے دو صاحبزادوں کی قربانی کا واقعہ بیان فرماتا ہے۔ جن میں سے ایک کا نام ہابیل اور دوسرے کا نام قابیل تھا۔ قابیل عمر میں بڑا، تُند مزاج، ترش رو اور غصیلی طبیعت کا مالک تھا اور کاشتکاری کیا کرتا تھا۔ اُس کا چھوٹا بھائی ہابیل طبعاً شریف، منکسر المزاج، نیک سرشت، فرمانبردار اور بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ان دونوں حقیقی بھائیوں کے درمیان ''نکاح'' کے معاملے پر اختلاف ہو گیا۔

جناب آدم علیہ السلام ہابیل کا نکاح جس لڑکی سے کرنا چاہتے تھے قابیل بھی اسی لڑکی سے شادی کا خواہش مند تھا۔ چونکہ قابیل کا مطالبہ قاعدہ الٰہی کے خلاف، بے انصافی پر مبنی اور اس دور کے معاشرتی اصولوں کے منافی تھا۔ اس لیے اسے تسلیم نہ کیا گیا تو وہ طیش میں آ گیا اور کوئی انتہائی قدم اٹھانے کی دھمکی دے دی۔ آخرکار جناب آدم علیہ السلام نے اس کا حل یہ تجویز کیا کہ ہابیل اور قابیل دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور ''قربانی'' پیش کریں۔ جس کی قربانی دربار الٰہی میں درجہ قبولیت حاصل کر گئی اس لڑکی کا نکاح اسی سے کر دیا جائے گا...... اس زمانے میں چونکہ کوئی غریب، مسکین اور محتاج نہ تھا۔ اس لیے طریقہ کار یہ تھا کہ قربانی کی اشیاء پہاڑ کی

چوٹی پر رکھ دی جاتی تھیں۔ آسمان سے آگ کا شعلہ نمودار ہوتا۔ اور جس کی قربانی مقبول ہوتی اس کی چیزوں کو جلا کر راکھ کر دیتا۔ قربانی کے جانور، دانوں اور دوسری چیزوں کا جل کر خاک ہو جانا ہی اس کی قبولیت کا نشان تھا۔

چنانچہ آدم علیہ السلام کے فیصلے کے مطابق ہابیل اور قابیل نے قربانی پیش کی۔ ہابیل چونکہ نیک آدمی تھا اس لیے اس نے صحت مند، خوبصورت اور موٹا تازہ دنبہ رضائے الٰہی کی خاطر قربانی کے لیے پیش کیا اور قابیل نے اپنی روایتی کجی کی بناء پر ناقص، ردی اور ناکارہ دانے قربانی کے لیے پہاڑ کی چوٹی پر رکھے۔ آسمان سے آگ کا شعلہ ظاہر ہوا اور ہابیل کی قربانی کا دنبہ اٹھا کر آسمان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور قابیل کی چیزیں جوں کی توں پڑی رہیں۔ اس طرح قربانی کی کسوٹی نے بھی ہابیل کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

جب قابیل کی قربانی مردود ہو گئی تو اس کا طیش اور غصہ جذبۂ انتقام میں بدل گیا اور اس نے علی الاعلان اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دے دی اور واضح الفاظ میں کہا کہ اے ہابیل! میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔ اس کا خیال ہو گا کہ جب ہابیل دنیا میں زندہ ہی نہ رہے گا تو اس لڑکی پر میرا حق ثابت ہو جائے گا۔ اس طرح میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ نیک طینت، شریف النفس اور پاکباز ہابیل نے جواب دیا کہ اے میرے بھائی! اگر آپ کی قربانی دربار الٰہی میں قبول نہیں ہوئی تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ تمہیں چاہیے کہ پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرو۔ نیک بنو، شرافت کا مظاہرہ کرو۔ اور میرے قتل کا ارادہ ترک کر دو اور...... ہاں...... اگر واقعی تم مجھے مارنے پر تلے ہوئے ہو اور مجھے قتل کرنے کا حتمی فیصلہ کر چکے ہو تو یاد رکھو میں کوئی جوابی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ کیونکہ میں اسے بہت بڑا ظلم خیال کرتا ہوں۔ اور مجھے اپنے رب کے حضور حاضری کا ڈر اور خوف بھی دامن گیر ہے۔

ہابیل کی اس نصیحت آمیز گفتگو کا بھی قابیل پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس لڑکی کو حاصل کرنے کے لیے ہابیل کو راستے سے ہٹانا ضروری ہے اور ہابیل کو ختم کر کے ہی اسے کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ نفس کے شیطان نے اسے سبز باغ دکھا کر اس امر پر آمادہ کر

لیا کہ وہ اپنے بھائی کا قصہ تمام کر دے۔ چنانچہ اس نے ایک دن موقع پا کر عورت کے حصول کی خاطر اپنے حقیقی بھائی کو قتل کر دیا۔ استغفر اللہ

آج کل بھی اخبارات ایسی خبروں سے بھرے ہوتے ہیں کہ زن، زر اور زمین کی خاطر قریبی عزیز ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ بھائی بھائی کو خنجر گھونپ رہا ہے۔ بیوی خاوند کو زہر دے رہی ہے۔ خاوند بیوی پر گولیاں برسا رہا ہے۔ نوجوان اولاد جائیداد کے لیے بوڑھے ماں، باپ کو ڈنڈوں سے پیٹ رہی اور والدین، اولاد کو عاق کرنے کے اشتہارات شائع کروا رہے ہیں۔ دوست، دوست کا دشمن اور بھائی بھائی کا قاتل بن چکا ہے۔ آخر کیوں؟ صرف اور صرف اس لیے کہ آج کا مسلمان اسلامی احکام سے باخبر نہیں۔ قرآن وحدیث کے علم سے بے بہرہ اور کتاب وسنت کی تعلیمات سے ناآشنا ہے۔ زن، زر اور زمین ہی اس کا مطمع نظر اور دنیوی اغراض ہی اس کا مقصود حیات ہیں۔ اسے آخرت کی فکر ہے نہ قبر کا خوف، حشر کا ڈر ہے نہ جہنم کی آگ کا اندیشہ......اور...... دنیا کی رسوائی کا خطرہ ہے نہ قیامت کی ذلت کا خدشہ۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور وطن عزیز کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنا دے۔ آمین

قابیل کے ہاتھوں ہابیل کے قتل کے بعد کیا کیا واقعات ظہور پذیر ہوئے یہ ایک طویل تفصیل ہے جس کا یہ موقع نہیں۔ فی الحال قربانی کی تاریخ عرض کرنا چاہتا ہوں، قرآن مجید اپنے معجزانہ اختصار سے قربانی کی ابتداء کا قصہ یوں بیان فرماتا ہے۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (المائدہ: ۲۷۔ ۲۸)

''اور آپ ان (اہل کتاب) کو آدم کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ سنائیے۔ جب ان دونوں نے (اللہ کے حضور) قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی تو قبول ہو گئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔ دوسرے نے پہلے سے کہا میں ضرور تمہیں قتل کر

دوں گا۔ پہلے نے جواب دیا (اس میں میرا کیا قصور) اللہ تعالیٰ صرف پرہیزگاروں کی قربانی قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے مار ڈالنے کے لیے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا تو بھی میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔"

ادریس علیہ السلام کی قربانی

جناب ادریس علیہ السلام کا نام تو آپ نے یقیناً سن رکھا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر، عظیم المرتبت رسول اور معروف نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز میں نبی اکرم ﷺ کو ان کا ذکر خیر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بیک وقت ستر (۷۰) زبانوں کا ماہر بنایا تھا۔ رب کائنات نے جناب ادریس علیہ السلام کو تیس صحائف عطا فرمائے تھے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ جناب ادریس علیہ السلام سیدنا نوح علیہ السلام کے پڑدادا اور جناب شیث علیہ السلام کے نواسے تھے۔ سفر معراج میں نبی اکرم ﷺ نے چوتھے آسمان پر آپ سے ملاقات فرمائی۔ آپ علم حکمت کے بانی اور ناپ تول کے پیمانوں۔ اسلحہ، کپڑے اور قلم کے موجد تھے۔

آپ علیہ السلام کی شریعت مطہرہ میں بھی قربانی کا تذکرہ ملتا ہے چنانچہ معروف مصنف مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ ان کے تذکرے میں رقم طراز ہیں کہ:

"انہوں نے اپنے پیروؤں کے لیے بحکم الٰہی سال میں چند دن عید کے لیے مقرر فرمائے اور چند مخصوص اوقات میں نذر اور قربانی دینا فرض قرار دیا۔ ان میں سے بعض رؤیت ہلال پر ادا کی جاتی تھیں اور بعض اس وقت جبکہ سورج کسی برج میں داخل ہونے لگا ہو۔ اور بعض جبکہ سیارے اپنے بیوت و برج شرف میں داخل ہوں اور بعض سیارے بعض سیاروں کے مقابل آ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے نذر و قربانی پیش کرنے کے لیے ان کے یہاں تین چیزیں اہمیت رکھتی تھیں۔ خوشبوؤں کی دھونی۔ جانوروں کی قربانی اور شراب (یعنی مشروبات) اور ان کے علاوہ میووں پھلوں اور پھولوں وغیرہ میں موسم کی پہلی چیز

کی نذر ضروری تھی۔ اور میووں میں سے سیب کو، اناج میں سے گیہوں کو اور پھولوں میں سے گلاب کو ترجیح حاصل تھی۔'' ❶

اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ جناب آدم علیہ السلام کے بعد بھی قربانی کا سلسلہ کسی نہ کسی انداز میں جاری رہا۔ تا آنکہ جب جدالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام کا عہد مبارک آیا تو قربانی کی ایک نئی تاریخ رقم ہوئی اور آپ علیہ السلام کی طرف سے قربانی کا ایسا عظیم تحفہ پیش کیا گیا کہ زمانہ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور آج دنیا بھر میں لاتعداد جانوروں کی قربانیاں حقیقتاً سنت ابراہیمی کی یادگار اور اسوۂ ابراہیمی کا عکس ہیں۔

سنت ابراہیمی

قرآن عزیز میں اہل ایمان کو جس طرح نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب : ٢١)

''البتہ تحقیق تمہارے رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں بہترین نمونہ ہے۔''

اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سیرت وکردار کو بھی ہمارے لیے نمونہ قرار دیا ہے۔ فرمایا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ﴾ (الممتحنه: ٤)

''تحقیق ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں (کی سیرت) میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔''

آپ جانتے ہیں کہ سید الانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ابتلاؤں، آزمائشوں اور امتحانوں کا مجموعہ تھی۔ لیکن سب سے بڑی آزمائش اپنے لخت جگر اور نور نظر کی قربانی تھی۔ آپ علیہ السلام جناب اسماعیل علیہ السلام کو شیر خوارگی کی عمر میں ان کی والدہ سیّدہ ہاجرہ علیہا السلام کے ہمراہ بے آب و گیاہ وادی (یعنی مکہ مکرمہ) میں چھوڑنے کے بعد گاہے گاہے ان کی خیر گیری کے لیے تشریف لے جاتے۔ اور کئی کئی دن یہاں قیام فرماتے تھے۔ اسی دوران وادیٔ غیر ذی زرع

❶ قصص القرآن۔ جلد ۱۔ حضرت ادریس علیہ السلام۔

میں ''آبِ زمزم'' کا چشمہ جاری ہو جانے کے بعد سیدہ ہاجرہ کی اجازت سے بنو جرہم یہاں آباد ہو گئے تھے اور اب یہ وادی ایک بستی کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ جناب اسماعیل علیہ السلام کو اپنی والدہ مکرمہ سیّدہ ہاجرہ کی زبانی جدالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام کے حالات معلوم ہو چکے تھے۔ چنانچہ جب ابراہیم علیہ السلام تشریف لاتے تو جناب اسماعیل علیہ السلام سارا وقت انہیں کے سایۂ عاطفت میں گزارتے اور جناب ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے ہونہار فرزند سے محبت وشفقت کے علاوہ ان کی دینی تربیت کا خاص خیال رکھتے۔ جب اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک تیرہ سال کے قریب ہوئی اور وہ دینی ودنیوی کاموں میں باپ کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوئے تو وہ واقعہ پیش آیا جسے قرآن کریم ''ذبح عظیم'' کے نام سے ذکر فرماتا ہے۔

''ایک مرتبہ جناب ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ یعنی ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کے پاس ذی الحجہ کے مہینے میں تشریف لائے اور آٹھویں ذی الحجہ کی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ صبح بیدار ہو کر شام تک اسی سوچ بچار میں رہے کہ یہ خواب رحمانی ہے یا شیطانی۔ اسی لیے ۸ ذی الحجہ کو یوم الترویہ (سوچ کا دن) کہا جاتا ہے۔ دوسری رات پھر ویسا ہی خواب آیا تو آپ پہچان گئے کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسی لیے 9 ذی الحجہ کو ''یوم عرفہ'' (پہچان کا دن) کہا جاتا ہے۔''[1]

بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آپ کو تین دن مسلسل یہ خواب آیا اور آپ کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ میرا رب مجھ سے میرے فرزند دل بند کی قربانی مانگتا ہے تو آپ فوراً اپنے لختِ جگر کو فرمانِ الٰہی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ایک بچہ قربان کر کے رب کائنات کی رضا، خوشنودی اور قرب حاصل ہو جائے تو یہ بڑا سستا سودا ہے۔ آپ نے سارا ماجرا اپنے نوخیز بچے اسماعیل کو بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا

[1] تفسیر مظہری سورۃ الصافات: ۱۰۲۔

ذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ (الصافات: ۱۰۲)

''پس جب وہ آپ کے ساتھ دوڑنے کے قابل ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ اے میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟''

جناب ابراہیم علیہ السلام فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ کہہ کر اسماعیل علیہ السلام کا مشورہ طلب نہیں کر رہے بلکہ اپنے صاحبزادے کا امتحان لے رہے ہیں کہ رب کی رضا کے لیے ''نارِ نمرود'' میں کود جانے والے باپ کا بیٹا اور ہاجرہ جیسی صابرہ، شاکرہ اور زاہدہ کا دودھ پینے والا فرزند، رب کی راہ میں جان قربان کرنے کا حکم سن کر کیا جواب دیتا ہے۔

اسماعیل علیہ السلام کا جواب

جناب ابراہیم علیہ السلام کے خواب کو سننے کے بعد پیکر تسلیم ورضا، اسماعیل نے جو جواب دیا اسے قرآنی الفاظ میں ہی سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ ہم ان پاکیزہ اور نازک خیالات اور عالی قدر جذبات کو لفظی جامہ پہنانے سے قاصر ہیں۔

﴿قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾﴾

''اسماعیل علیہ السلام نے عرض کی۔ میرے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے پورا کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔''

ان کلمات میں کمال عجز و نیاز ہے کہ گردن کٹوانے پر میرا صبر بھی کوئی بڑائی نہیں بلکہ میرے رب کا احسان و کرم ہوگا کہ اس نے مجھے صابر بننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ رب کی رضا کے لیے سب کچھ قربان کرنے کی جو دعوت جناب ابراہیم علیہ السلام لوگوں کو دیا کرتے تھے اس کا عملی مظاہرہ اسماعیل علیہ السلام نے مذکورہ الفاظ سے کر دیا۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

شاعرِ اسلام محمد حفیظ جالندھری مرحوم نے باپ اور بیٹے کی گفتگو کو شاعرانہ الفاظ میں یوں ذکر فرمایا ہے:

پہاڑی پر سے دی آواز اسماعیل اِدھر آؤ
ادھر آؤ، خدائے پاک کا ارشاد سن جاؤ
پدر کی یہ صدا سن کر پسر دوڑا ہوا آیا
رکا ہر گز نہ اسماعیل گو شیطاں نے بہکایا
پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
کتاب زندگانی کا نرالا باب دیکھا ہے
یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
خدا کے نام سے تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں
سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمانِ باری پر
زمین و آسماں حیران تھے اس طاعت گزاری پر
کہا فرزند نے اے باپ اسماعیل صابر ہے
خدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے

شیطان کی چال

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور جناب اسماعیل علیہ السلام دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے صبح ہی صبح گھر سے روانہ ہوئے۔ بیٹا اپنی جوانی، اپنا حسن، اپنی رعنائی اور امیدوں کی قربانی دینے کے لیے شاداں جا رہا ہے اور باپ اپنی کئی سالہ دعاؤں کے ثمر، اپنے لختِ جگر اور نورِ نظر کو قربان کرنے جا رہا ہے۔ دونوں از حد خوش اور مسرور ہیں کہ آج ہم اپنے رب سے ''رضامندی'' کا سرٹیفکیٹ لینے جا رہے ہیں۔

جناب کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ:

''جب جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا ارادہ فرما لیا تو شیطان

نے کہا اگر اب میں ابراہیم کے گھر والوں کو بہکا نہ سکا تو ان کی اولاد میں سے کبھی کوئی میرے دھوکے میں نہ آئے گا۔ یہ سوچ کر شیطان انسانی شکل میں دوڑتا ہوا سیّدہ ہاجرہ کے پاس پہنچا اور ہاجرہ سے سوال کیا، ابراہیم کہاں ہے؟ اور ننھا اسماعیل نظر نہیں آ رہا۔ ہاجرہ نے بتایا کہ دونوں باپ بیٹا اس گھاٹی سے لکڑیاں لینے (اور سیر وتفریح کرنے کی غرض سے) باہر گئے ہیں۔ شیطان نے کہا نہیں۔ بلکہ ابراہیم تیرے صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لیے ساتھ لے گئے ہیں۔ (دوڑو اور فوراً اپنے بچے کو بازو سے پکڑ لو ورنہ چند لمحوں بعد تمہیں اس کی مردہ لاش دیکھنے کو ملے گی) ہاجرہ نے فرمایا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل سے بڑا پیار اور بے حد محبت ہے اور کیا کبھی باپ نے بھی بیٹے کو قتل کیا ہے؟ شیطان نے کہا ''وہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔'' اس لیے آج ضرور تیرے بچے کو ذبح کر دیں گے۔ ہاجرہ نے فرمایا ''اگر رب کا حکم ہے تو ایک اسماعیل کیا؟ اگر ہزاروں اسماعیل بھی ہوں تو حکم الٰہی پر قربان کیے جا سکتے ہیں''۔ ماں کا دل حساس اور نرم ہوتا ہے۔ شیطان کو یہاں سے سو فیصد کامیابی کی امید تھی لیکن منہ کی کھا کر بھی ہمت نہ ہاری اور دوڑتا ہوا اسماعیل کے پاس آیا۔ آپ اس وقت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ اسماعیل سے مخاطب ہو کر شیطان نے کہا۔ تمہارا باپ تمہیں ذبح کرنے کے لیے جا رہا ہے۔ پوچھا کیوں؟ شیطان نے کہا ''رب کے حکم سے'' اسماعیل نے جواب دیا۔ اگر رب کا حکم ہے تو میں ذبح ہونے کے لیے تیار ہوں۔ میرے والد کو رب کا حکم ضرور پورا کرنا چاہیے۔

اب شیطان نے آخری وار جناب ابراہیم علیہ السلام پر آزمایا اور کہا، میں جانتا ہوں کہ شیطان نے خواب میں تمہیں بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اتنے زیرک، دانا، عقل مند اور سمجھدار ہو کر اپنے بچے کو ذبح کرنے جا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو راضی

کرنے کے اور کئی طریقے ہیں۔ تمہیں بڑھاپے میں ایک بچہ نصیب ہوا۔ وہ اتنا حسین وجمیل ہے کہ اسے دیکھ کر چاند بھی شرما جائے۔ اگر تم نے اسے ذبح کر دیا تو تمہاری نسل ختم ہو جائے گی، تمہارا خاندان مٹ جائے گا اور تمہارا دنیا میں کوئی نام لیوا نہ رہے گا اور یہ جو تم نے خواب، خواب کی رٹ لگا رکھی ہے۔ یہ شیطانی وسوسہ بھی ہو سکتا ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے فوراً پہچان لیا کہ یہ شیطان ہے اور مجھے رب کے حکم سے روکنے کے لیے تدبیریں کر رہا ہے۔ آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا۔ اے دشمن الٰہی! پیچھے ہٹ جا، میں ضرور اپنے رب کے حکم پر عمل کروں گا اور تیری کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔''

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ شیطان نے تین مرتبہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو روکنے کی کوشش کی اور آپ نے جمرہ عقبہ، جمرہ وسطیٰ اور جمرہ کبریٰ پر شیطان کو کنکریاں مار مار کر بھگا دیا۔''[1]

ذبح کی تیاری

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے کو قربان کرنے کے لیے اور صاحبزادہ قربان ہونے کے لیے جب وادی منیٰ میں صخرہ کے پاس پہنچے اور ''ذبح فرزند'' کا مرحلہ قریب آیا تو اطاعت شعار بیٹے نے عرض کی۔

''پدر محترم! میرے ہاتھ اور پاؤں رسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھ لیجئے تا کہ میں تڑپ نہ سکوں۔ مبادا، بے خبری میں میرے خون کے چھینٹے آپ کے کپڑوں پر نہ پڑ جائیں۔ نیز چھری کو تیز کر لیں اور جب ذبح کرنے لگیں تو تیزی سے اسے میری گردن پر چلا دیں (اور میرا منہ زمین کی طرف کر لیں تا کہ میرے چہرے کو دیکھ کر آپ کو ترس نہ آ جائے) ذبح کے بعد آپ گھر لوٹیں تو میری ماں ہاجرہ کو میری طرف سے سلام عرض کریں اور اگر آپ میرا کرتا میری والدہ کے پاس لے جانا چاہتے ہوں تو لے جائیں۔ میری قمیص دیکھ

[1] تفسیر مظهری سورة الصافات.

کہ میری ماں کو بڑی تسلی ہوگی۔''❶

شاہنامہ اسلام میں ہے کہ جناب اسماعیل علیہ السلام نے عرض کی:

مگر آنکھوں پر اپنی آپ پٹی باندھ لیجئے گا
میرے ہاتھوں میں اور پیروں میں رسی باندھ لیجئے گا
مبادا، آپ کو صورت پہ میری رحم آ جائے
مبادا، میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں ہاتھ تھرائے

اس گفتگو کے بعد سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل کو پیار کرنے کے بعد جانور کی طرح باندھا، چھری کو تیز کیا۔ منہ کے بل زمین پر لٹایا اور تیز چھری ہاتھ میں پکڑ لی۔ قرآن کہتا ہے کہ:

﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾

''جب وہ دونوں مطیع ہو گئے اور ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔''

آپ اندازہ فرمائیں کہ خلیل اللہ نے رب تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی محبت پر بیٹے کی محبت کو قربان کر دیا یعنی شفیق باپ نے چاند سے بیٹے کے حلق پر چھری رکھ دی۔

ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا
چھری تھامی پدر نے اور پسر قدموں میں آ لیٹا
پچھاڑا اور گھٹنا سینہ معصوم پر رکھا
چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ حلقوم پر رکھا

میدانِ منیٰ میں ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے جب اطاعت الٰہی کا یہ ناقابل فراموش منظر پیش کیا تو عالم بالا میں لرزہ طاری ہوگا۔ فرشتوں کو۔ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ کی تفسیر سمجھ میں آ گئی ہوگی۔ ملائکہ نے عرض کی ہوگی۔ اللہ!...... تیرا بندہ...... تیرے حکم پر...... اپنے

❶ تفسیر مظھری سورۃ الصافات.

بیٹے کی گردن کاٹنے کے لیے تیار کھڑا ہے۔

فرشتو!......آج ابراہیم واسماعیل کی اطاعت کا نظارہ کرو اور میری قدرت کا مشاہدہ بھی۔

عرض کی ہوگی، مولا! وہ دیکھ چھری چلنے ہی والی ہے۔

فرمایا! اسماعیل کو چہرے کے بل لٹانا ابراہیم کا کام ہے اور اسے بچانا میرا کام ہے۔

کائنات دم بخود......آسمان آنکھ لگائے......کوئی تو ہو جو آگے بڑھ کر ابراہیم کا ہاتھ پکڑ لے۔

زمیں سہمی پڑی تھی، آسماں ساکن تھا بیچارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ
پدر تھا مطمئن بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی
چھری حلقوم اسماعیل پر چلنے والی ہی تھی

ندائے الٰہی

اب کیا ہوا؟ ندا آئی۔ اے میرے خلیل......بس تیرا امتحان ہو گیا اور تو امتحان میں کامیاب وکامران ہو گیا۔

ہوئے جبریل نازل اور تھاما ہاتھ حضرت کا
کہا بس امتحاں مقصود تھا ایثار و جرأت کا

﴿وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۞ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ۞﴾ (الصافات:۱۰۴۔۱۰۶)

''اور ہم نے آواز دی۔ اے ابراہیم! بے شک تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ عطا فرماتے ہیں، بلاشبہ یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔''

- آپ غور فرمائیں کہ کسی امتحانی پرچے کو طلبہ کہیں گے......مشکل ہے۔
- کسی پرچے کو نگران کہیں گے......مشکل ہے۔
- کسی پرچے کو امتحان دینے والے کہیں گے......مشکل ہے۔

- کسی پرچے کو صدر معلم کہے گا...... مشکل ہے۔
- کسی کو والدین کہیں گے...... مشکل ہے۔
- کسی کو دوست کہیں گے...... مشکل ہے۔
- کسی کو اساتذہ کہیں گے...... مشکل ہے۔
- کسی کو امتحانی بورڈ کہے گا...... مشکل ہے۔

مگر ابراہیم واسماعیل کا امتحان ایسا امتحان ہے جسے رب کائنات فرماتے ہیں کہ یہ پرچہ ازحد مشکل ہے۔ ﴿إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ﴾ ''بلاشبہ یہ بہت بڑا امتحان تھا۔''

اس سے زیادہ مشکل پرچہ اور کیا ہوگا کہ گلا بیٹے کا اور چھری والد کی۔ بیٹا بھی اکلوتا اور بڑھاپے کا سہارا۔ یہ ہے ساری اسلامی تعلیم کا خلاصہ اور نچوڑ کہ اپنے آپ کو اور اپنی ہر چیز کو مالک حقیقی کی رضا کے لیے قربان کر دیا جائے۔

﴿بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (البقرہ: ۱۱۲)

''بات دراصل یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے آپ کو اللہ کا فرماں بردار بنالے اور نیکوکار بھی ہو تو اس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں اسے ضرور ملے گا اور ایسے لوگوں کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین بھی نہیں ہوں گے۔''

ذبح عظیم

جناب ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ آواز سن کر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو جناب جبرائیل علیہ السلام ایک موٹا تازہ، فربہ اور سینگوں والا مینڈھا پکڑے ہوئے نظر آئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ اے خلیل! آپ کے رب نے آپ کے بیٹے کی قربانی کے بدلے میں جنت سے یہ مینڈھا بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ بیٹے کی قربانی کے فدیے میں اسے ذبح کر دو۔ آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہی مینڈھا قریب کھڑا تھا۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے تکبیر کہی اور اللہ تعالیٰ کے نام پر اس مینڈھے کو ذبح کر دیا۔ جناب سعید بن

جبیر رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ ''جس مینڈھے کی قربانی جناب ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل کے بدلے میں دی۔ یہ وہی مینڈھا تھا جس کی قربانی آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل نے پیش کی تھی۔'' ❶

یہی وہ قربانی ہے جو بارگاہ ایزدی میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار ملت ابراہیمی کا شعار اور نشانی قرار پائی کہ آج بھی ذی الحجہ کی دس تاریخ اور بعد کے تین دنوں میں تمام دنیاء اسلام میں لاتعداد جانوروں کی قربانی دے کر اس یادگار کو زندہ رکھا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

﴿وَ فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۞ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۞ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۞ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۞ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۞﴾

(الصافات: ۱۰۷۔ ۱۱۱)

''اور ہم نے اس (اسماعیل) کے بدلے میں عظیم ذبیحہ دے دیا۔ اور ہم نے آنے والی نسلوں میں اس کا ذکر خیر باقی چھوڑ دیا۔ ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو۔ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ عطا فرماتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔''

اور بقول حفیظ جالندھری مرحوم......

خطاب اس دن سے اسماعیل نے پایا ذبیح اللہ
خدا نے آپ ان کے حق میں فرمایا ذبیح اللہ

گائے کی قربانی

قرآن کریم کی سورۃ بقرہ میں سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے عہد مبارک میں ایک گائے کے ذبح کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو ''ذبح بقرہ'' کے نام سے معروف ہے۔ ہمارے خیال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے گائے ذبح کرنے کا حکم بھی دراصل ''قربانی'' ہی کی ایک صورت ہے۔

❶ تفسیر مظہری سورۃ الصافات.

اس حکم الٰہی کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ:

''بنی اسرائیل کے ایک مالدار بوڑھے شخص کو اس کے بھتیجوں نے جائیداد کے لالچ میں موقع پا کر جنگل میں لے جا کر قتل کر کے لاش کو رات کے اندھیرے میں کسی دوسرے آدمی کے مکان کے سامنے پھینک دیا اور صبح خود ہی مدعی بن کر جناب موسیٰ علیہ السلام کی عدالت میں قتل کا مقدمہ دائر کر دیا۔ لاش ملنے کی جگہ کے ارد گرد سے بڑی تحقیق و تفتیش کی گئی۔ مگر قاتلوں کا کوئی سراغ نہ ملا۔ بنی اسرائیل جناب موسیٰ علیہ السلام پر معترض ہوئے کہ آپ کیسے نبی، پیغمبر اور رسول ہیں جو ابھی تک قاتلوں کو تلاش نہیں کر سکے۔ اپنے اللہ سے کہیے کہ وہ آپ کو قاتلوں کا پتہ بتا دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیں۔ پھر اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کی لاش کے ساتھ لگائیں تو مقتول خود بول کر اپنے قاتلوں کا نام اور پتہ بتا دے گا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا تو وہ کہنے لگے۔ ''کیا آپ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔'' موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مذاق کرنا تو جاہلوں کا کام ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔''

قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝﴾ (البقرہ: ٦٧)

''اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ انہوں نے کہا (اے موسیٰ) کیا تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں جاہلوں میں شامل ہو جاؤں۔''

چاہیے تو یہ تھا کہ بنی اسرائیل حکم الٰہی کی تعمیل میں کوئی گائے حاصل کر کے فوراً ذبح کر

دیتے مگر وہ حجت باز، جھگڑالو اور نافرمان قوم تھی۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ۔ اپنے رب سے درخواست کیجئے کہ وہ ہم پر واضح کرے کہ وہ گائے کیسی ہونی چاہیے۔ یعنی اس کی عمر کتنی ہو؟ جناب موسیٰ علیہ السلام نے دربار الٰہی میں دعا کی اور وحی کے ذریعے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾﴾

"وہ گائے ایسی ہونے چاہیے جو نہ بوڑھی ہو نہ بالکل چھوٹی عمر کی ہو۔ بلکہ درمیانی عمر کی جوان ہو۔ پس تمہیں جو حکم دیا جارہا ہے۔ اس پر عمل کرو۔"

اگر بنی اسرائیل اسی پر اکتفا کرتے تو ان کے لیے بہتر تھا۔ مگر انہوں نے کٹ حجتی سے کام لیتے ہوئے پھر سوال جڑ دیا کہ اے موسیٰ! اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا اپنے رب سے دعا کر کے پوچھیے کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہو؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کہ:

﴿اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾﴾

"وہ گائے گہرے زرد رنگ کی ہو جو دیکھنے والوں کا دل خوش کردے۔"

بنی اسرائیل نے اب بھی رب العزت کے حکم پر عمل کرنے کی بجائے تیسری مرتبہ سوال کر دیا۔ اے موسیٰ! اس قسم کی گائے تو ہمارے ہاں عام پائی جاتی ہیں۔ ذرا اپنے رب سے پوچھو کہ۔ مَا هِيَ؟ وہ گائے کیسی ہو؟ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا کیونکہ گائیں ہم پر مشتبہ ہوگئی ہیں۔ اور اے موسیٰ۔ یہ خیال نہ کرنا کہ ہم گائے کی قربانی سے بچنے کے لیے بار بار سوال کر رہے ہیں۔ ایسا قطعاً نہیں ہے۔ بلکہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں کسی طرح اس متعین گائے کا علم ہو جائے۔ جس کی قربانی اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے بس ہمارے اس سوال کا جواب دلوا دیں۔ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم اس پر ضرور عمل کریں گے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے پھر بارگاہ الٰہی میں

عرض کی۔ اے مولا کریم! اس سوال کا شافی جواب عطا فرما۔ حکم ہوا۔ ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ۔ وہ گائے ایسی ہونی چاہیے جس سے خدمت نہ لی گئی ہو۔ تُثِیْرُ الْاَرْضَ۔ زمین میں ہل نہ چلاتی ہو۔ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ اور کھیتی کو پانی نہ پلاتی ہو۔ مُسَلَّمَةٌ۔ صحیح سلامت ہو۔ لَاشِیَةَ فِیْهَا۔ اس میں کوئی داغ بھی نہ ہو۔ تمام الٹے سیدھے سوالات کے جوابات مل جانے کے بعد کہنے لگے۔ اَلْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ۔ (اے موسیٰ) اب آپ نے صحیح صحیح بتلا دیا اور مطلوبہ گائے کی تمام علامات واضح فرما دی ہیں۔''

اتنی زیادہ پابندیاں لگوانے کے بعد جب انہوں نے تمام شرائط پر پورا اترنے والی گائے کی تلاش شروع کی تو صرف ایک ہی گائے ایسی نظر آئی جو سنہری رنگ کی، بے داغ اور جوان تھی۔ اور وہ ایک نیک بخت، پاک طینت اور اپنی ماں کے انتہائی فرماں بردار اور خدمت گزار نوجوان کی ملکیت تھی۔ بنی اسرائیل نے اس نوجوان کے سامنے وہ گائے خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا تو صورت حال معلوم ہونے پر اس نے منہ مانگی قیمت وصول کی اور وہ یہ تھی۔ گائے کو ذبح کرنے کے بعد اس کی کھال میں سونا بھر کر اس نوجوان کے سپرد کیا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے نوجوان کو اپنی ماں کی خدمت کا صلہ عطا فرمایا اور بنی اسرائیل کو مطلوبہ گائے میسر آ گئی۔ بالآخر اُس گائے کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا ٹکڑا لے کر میت کے ساتھ لگایا گیا تو اس کے زخم سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ جسم میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور لاش نے بول کر قاتلوں کے نام اور پتے بتلا دیئے۔ اس کے بعد پھر اس پر موت طاری ہو گئی۔ اللہ کریم فرماتا ہے۔ ﴿فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ پس انہوں نے اس گائے کو ذبح تو کر دیا ورنہ معلوم یہ ہوتا تھا کہ وہ یہ کام نہیں کریں گے۔ (البقرہ: 71)

بنی اسرائیل کا یہ واقعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ ''قربانی'' کا تصور جناب موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی پایا جاتا تھا اور دین موسوی میں بھی قربانی کے لیے گائیں ذبح کی جاتی تھیں۔

سلیمان علیہ السلام کی قربانی

بعض تفسیری روایات میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جناب سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں گھوڑوں کی قربانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ:

"جناب سلیمان علیہ السلام کو ایک مرتبہ جہاد کی مہم پیش آئی اور انہوں نے حکم دیا کہ اصطبل سے گھوڑوں کو لایا جائے۔ گھوڑے پیش ہوئے تو ان کی دیکھ بھال میں عصر کی نماز کا وقت جاتا رہا اور سورج غروب ہو گیا۔ سلیمان علیہ السلام کو جب تنبہ (احساس) ہوا تو فرمایا۔ مجھے یہ اعتراف ہے کہ مال کی محبت یادِ خدا پر غالب آ گئی اور اسی غم و غصہ میں گھوڑوں کو واپس منگایا اور یادِ خدا کی محبت کے جوش میں سب کو ذبح کر ڈالا کہ وہی اس غفلت کا باعث بنے تھے۔"[1]

تفسیر قرآن کے ماہر امام علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات سے اتفاق کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:

"ذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ السَّلْفِ وَالْمُفَسِّرِيْنَ اَنَّهٗ اِشْتَغَلَ بِعَرْضِهَا حَتّٰى فَاتَ وَقْتُ الصَّلَاةِ الْعَصْرِ وَالَّذِیْ يَقْطَعُ بِهٖ اَنَّهٗ لَمْ يَتْرُكْهَا عَمَدًا ابَلْ نِسْيَانًا كَمَا شَغَلَ النَّبِیُّ ﷺ يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتّٰى صَلَّاهَا بَعْدَ الْغُرُوْبِ وَذَالِكَ ثَابِتٌ فِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ"[2]

"اکثر مفسرین اور سلف کی رائے یہی ہے کہ وہ (جناب سلیمان علیہ السلام) ان گھوڑوں کی دیکھ بھال میں ایسے مشغول ہوئے کہ عصر کی نماز کا وقت گزر گیا اور یہ قطعی اور یقینی بات ہے کہ آپ علیہ السلام نے قصداً نماز عصر ترک نہیں کی تھی بلکہ بھول گئے تھے اور یہ اسی قسم کا معاملہ تھا جیسا کہ غزوہ خندق کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو پیش

[1] قصص القرآن، جلد دوئم.

[2] تفسیر ابن کثیر، سورۃ صٓ.

آیا تھا کہ لڑائی کی مشغولیت کے باعث عصر کی نماز نہ پڑھ سکے۔ بلکہ عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد ادا فرمائی۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے۔''

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات طیبات میں جناب سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں گھوڑوں کی اسی قربانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ؕ اِذْ عُرِضَ عَلَیْهِ بِالْعَشِیِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ﴿۳۱﴾ۙ فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾﴾

(صٓ : ۳۰ تا ۳۳)

''اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام (فرزند) عطا فرمایا، وہ بہت اچھے بندے تھے۔ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف) بڑا رجوع کرنے والے تھے۔ جب ان کے سامنے سہ پہر کے وقت عمدہ (اور) تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے تو آپ نے فرمایا ''میں نے اپنے پروردگار کے ذکر پر مال (گھوڑوں) کی محبت کو ترجیح دے ڈالی ہے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ (آپ نے حکم فرمایا) ان گھوڑوں کو میرے پاس واپس لاؤ۔ پس آپ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔''

یعنی جناب سلیمان علیہ السلام کو نماز عصر کے فوت ہونے پر بہت دکھ ہوا۔ آپ علیہ السلام ان گھوڑوں کو دوبارہ طلب فرمایا اور ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنا شروع کر دیں اور انہیں ذبح کر کے ان کا گوشت محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔ چونکہ آپ نے یہ کام اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا صلہ یہ دیا کہ ہواؤں کو آپ کے حکم کے تابع بنا دیا۔ [1]

[1] تیسیر القرآن، سورة صٓ.

عیسیٰ علیہ السلام کا حکم قربانی

اب تک کی گفتگو سے یہ امر واضح اور عیاں ہو گیا کہ قربانی کا آغاز جناب آدم علیہ السلام کی حیات مبارکہ سے ہوا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں قربانی کا عمل کسی نہ کسی شکل میں جاری وساری رہا۔ تا آنکہ جب سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دورِ نبوت آیا تو آپ نے بھی اپنے امتیوں، حمایتیوں اور حواریوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انجیل مقدس میں ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''پس اگر تو قربان گاہ پر اپنی نذر گزارتا ہو اور وہاں تجھے یاد آئے کہ میرے بھائی کو مجھ سے کچھ شکایت ہے۔ تو وہیں قربان گاہ کے آگے اپنی نذر چھوڑ دے اور جا کر پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کر تب آ کر اپنی نذر گزران۔''[1]

قرآن مجید فرقان حمید تمام امتوں پر قربانی کے وجوب ولزوم کا تذکرہ اپنے بلیغانہ اختصار سے یوں فرماتا ہے:

﴿وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ﴾

(الحج : ٣٤)

''اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کی جگہ مقرر کی تھی۔ تا کہ اللہ تعالیٰ نے مویشی چوپایوں میں سے جو جانور انہیں دیے تھے ان پر (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں۔ پس (اے لوگو!) تمہارا معبود تو ایک ہی معبود ہے۔ لہٰذا اسی کی اطاعت کرو اور (اے رسول ﷺ) آپ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔''

یہی وہ قربانی ہے جو جناب آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی، مختلف ادوار میں کسی نہ کسی طرح اس کا وجود قائم رہا اور آخر میں رسول اکرم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی اُمت کو حکم دیا

[1] انجیل متی باب ٥، آیت ٢٣۔ ٢٤.

گیا کہ:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝﴾

''آپ صرف اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کریں اور صرف اسی کے نام کی قربانی دیا کریں۔''

اہمیت قربانی

''قربانی'' اللہ تعالیٰ کا حکم، رسول اکرم ﷺ کی ''سنت ثابتہ'' اور اُمت کا اجماعی عمل ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ رب العزت کے لیے نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا اکٹھا حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝﴾

''(اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو ''خیر کثیر'' عطا فرما دی ہے پس آپ اپنے رب کے لیے'' نماز پڑھا کریں اور قربانی کیا کریں۔''

کتاب الٰہی کے آٹھویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو نماز اور قربانی صرف رب واحد کے لیے کرنے کا حکم فرمایا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

''(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔''

نبی اکرم ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں تشریف فرما رہے اور ہر سال باقاعدگی اور پابندی سے قربانی کرتے رہے۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ عَشَرَ سِنِيْنَ يُضَحِّيْ)) ❶

''رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں دس سال اقامت پذیر رہے۔ آپ ﷺ ہر سال قربانی کیا کرتے تھے۔''

قربانی ایک ایسا عمل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے اہتمام سے قربانی کے جانوروں کی دیکھ بھال کرتے، انہیں خوب کھلا، پلا کر موٹا تازہ کرتے اور انتہائی عقیدت ومحبت سے انہیں اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے، چنانچہ جناب ابواُمامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

((كُنَّا نُسَمِّنُ الْاُضْحِيَةَ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُسَمِّنُوْنَ)) ❷

''ہم مدینہ طیبہ میں قربانی کے جانوروں کی پرورش کر کے انہیں فربہ کرتے تھے اور دوسرے مسلمان بھی اسی طرح انہیں پال کر موٹا کیا کرتے تھے۔''

قربانی کے جانوروں کی نگہداشت اور خصوصی پرورش کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قربانی کے مسائل وفضائل اور احکام وشرائط کی تفصیلات پوری توجہ سے یاد رکھتے اور پورے اہتمام سے بیان فرماتے تھے۔ چنانچہ قربانی کے مسائل، احکام، فضائل اور آداب بیان کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد انیس (۱۹) ہے۔ ❸

امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے قربانی کے عمل کو ''سنت ابراہیمی، ہماری سنت اور مسلمانوں کی سنت'' کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''خطبہ عید الاضحیٰ'' میں قربانی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا:

((اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَءُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَنْحَرُ فَمَنْ فَعَلَ هٰذَا فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ فَاِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ

❶ جامع ترمذی، ابواب الاضاحی، الدلیل علی انّ الاضحیة سنة: ۱۵۰۷، حسّنہ الترمذی وضعفه الالبانی.

❷ صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب فی أُضحیة النبی ﷺ، قبل الحدیث: ۵۵۵۳.

❸ فتاویٰ علماء حدیث صفحہ ۱۹، جلد ۱۳.

يُقَدِّمُهُ لِاَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ)) ❶

''بے شک آج کے دن ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ ہم نمازِ عید ادا کرتے ہیں۔ پھر واپس پلٹتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں جس شخص نے ایسا ہی کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے (نمازِ عید سے پہلے) قربانی کا جانور ذبح کرلیا تو وہ صرف گوشت ہے جو اس نے اپنے اہل خانہ کے لیے پہلے تیار کرلیا۔ اُسے قربانی کے ثواب کا کچھ بھی حصہ نہیں ملے گا۔''

نبی محترم کے خادم خاص سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَاَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ)) ❷

''جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کیا تو اس نے صرف اپنے لیے ذبح کیا (یعنی اس کی قربانی قبول نہیں ہوئی) اور جس نے قربانی کا جانور نمازِ عید کے بعد ذبح کیا تو اس کی قربانی مکمل ہوگئی۔ اور اس نے مسلمانوں کی سنت کو پالیا۔''

یہاں لمحہ بھر کے لیے عقیدے اور عقیدت کی ایک بات کی طرف توجہ فرمالیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کرنے کی کتنی اہمیت اور افادیت ہے۔ قربانی کا موٹا تازہ جانور ہے...... تمام شرائط پر پورا اترتا ہے...... اس میں کوئی عیب اور کمزوری نہیں ہے...... مالک نے کثیر رقم خرچ کر کے اسے خریدا ہے...... محبت اور عقیدت سے کئی دن اُس کی خدمت اور مدارات کی ہے اور حصولِ ثواب کی نیت سے اسے خوب کھلایا پلایا ہے...... مگر...... سنت رسول ﷺ طریقہ مصطفیٰ اور حدیث نبوی کے مطابق اُسے عید کی نماز کے بعد ذبح کرنے کی بجائے نمازِ عید سے پہلے ذبح کردیا ہے تو اس کی قربانی ضائع، غارت اور بے کار ہے اور قربانی کا یہی جانور اگر عید کی نماز کے بعد ذبح کرتا ہے تو اس کی قربانی مقبول،

❶ صحيح بخاری، كتاب الاضاحی باب الذبح بعد الصلاة: ٥٥٦٠.

❷ صحيح بخاری، كتاب الاضاحی، باب سنة الاضحية: ٥٥٤٦.

منظور اور باعث اجر وثواب ہے۔ غور فرمائیں۔ دن وہی ہے...... جانور وہی ہے...... گھر وہی ہے...... محلہ اور گلی وہی ہے...... قصائی اور چھری وہی ہے...... خون، ہڈیاں، چمڑا اور گوشت وہی ہے...... فرق کیا ہے؟ صرف چند منٹ کی تقدیم وتاخیر کا۔ عید کی نماز کے بعد قربانی کرے گا تو مقبول ہو گی۔ اور نماز عید سے قبل کرے گا تو مردود ہو گی۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ سنت مصطفیٰ ﷺ کے مطابق ہے لہٰذا دربار الٰہی میں مقبول ومنظور ہے اور یہ سنت رسول ﷺ کے مطابق نہیں ہے اس لیے نامقبول ومردود ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ﴾ (الحشر: ٧)

''اور رسول ﷺ جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں اُسے پکڑ لو اور جس چیز سے تمہیں منع کریں، اس سے باز آ جاؤ۔''

اس آیت کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر معاملے میں سنت رسول پر عمل کرے، طریقۂ مصطفیٰ اپنائے اور اسوۂ نبوی کو اختیار کرے۔ اسی میں ہماری دنیوی کامیابی کا انحصار ہے اور اسی پر آخرت کی کامرانی کا دارومدار ہے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں کہ:

محمد سے جس کو محبت نہ ہو گی — سمجھ لو کہ قسمت میں جنت نہ ہو گی
بھٹکتا رہا ہے بھٹکتا رہے گا — محمد سے جس کو عقیدت نہ ہو گی
کرے جو اطاعت محمد کی دل سے — اسے پیرومرشد کی حاجت نہ ہو گی

آدابِ قربانی

آخر میں ہم قربانی کے احکام ومسائل اور شرائط وضوابط کو تفصیل سے بیان کرنے کی بجائے مسائل وآداب قربانی کی فہرست پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

ا: قربانی اللہ تعالیٰ کا حکم، نبی محترم ﷺ کی سنت اور اہل اسلام کا طریقہ ہے۔ [1]

۲: جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوا ہے ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے

[1] صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب سنة الاضحية: ٥٥٤٦.

تک حجامت نہیں بنوانی چاہیے۔ ❶

۳: قربانی محض رضائے الٰہی کے لیے کی جائے۔ قربانی کا اصل مقصد تقویٰ اور خلوص ہے۔ (سورت حج آیت نمبر ۳۷)

۴: قربانی کا جانور حلال کمائی سے خریدا جائے۔ حرام کمائی خرچ کرنے کا کوئی ثواب نہیں۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۶۷)

۵: قربانی کا جانور کم از کم مسنۃ (دوندا) ہونا چاہیے اگر دوندا ملنا دشوار ہو تو جذعہ یعنی موٹا تازہ چھترا یا دنبہ کی قربانی دی جا سکتی ہے۔ ❷

۶: خصی جانور کی قربانی جائز ہے۔ ❸

۷: گائے کی قربانی میں سات اور اونٹ کی قربانی میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ ❹

۸: تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے زیادہ کی استطاعت ہو تو کر سکتا ہے۔ ❺

۹: فوت شدگان کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے۔ ❻

۱۰: قربانی کے جانور کا بے عیب ہونا بہت ضروری ہے۔ مندرجہ ذیل نقائص والے جانوروں کی قربانی جائز نہیں۔ کانا، لنگڑا، اندھا، ٹوٹے سینگ والا، لاغر، بوڑھا، کان کٹا، کان چرا، کان میں سوراخ والا۔ ❼

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الاضاحى، باب نهى من دخل عليه عشر ذى الحجة: ۱۹۷۷.

❷ صحيح مسلم، كتاب الاضاحى: باب سن الاضحية: ۱۹۶۳.

❸ رواه احمد واسناده حسن، مجمع الزوائد، كتاب الاضاحى باب اضحية رسول الله ﷺ: ۵۹۶۶.

❹ جامع ترمذى، ابواب الاضاحى، باب ماجاء فى الاشتراك فى الاضحية: ۱۵۰۱؛ صححه الالبانى.

❺ جامع ترمذى، ابواب الاضاحى: ۱۵۰۵، صححه الالبانى.

❻ جامع ترمذى، ابواب الاضاحى: ۱۴۹۵. قال الالبانى، ضعيف الاسناد المستدرك للحاكم: ۷۵۵۶۔ قال الحاكم صحيح الاسناد ووافقه الذهبى۔ مشہور مصری محدث الشیخ احمد شاکر نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مسائل قربانی، از ڈاکٹر فضل الٰہی، ص ۳۶)

❼ سنن ابى داؤد، كتاب الضحايا، باب مايكره من الضحايا: ۲۸۰۲؛ صححه الالبانى.

۱۱: اگر قربانی کے جانور میں خریدنے کے بعد نقص واقع ہو جائے تو دوسرا بے عیب جانور خرید لینا بہتر ہے اگر مالی استطاعت نہ ہو تو اسی جانور کی قربانی کرنا جائز ہے۔ ❶

۱۲: قربانی کا جانور نماز عید الاضحیٰ کے بعد ذبح کیا جائے، نماز عید سے قبل ذبح کیا گیا جانور قربانی شمار نہ ہوگا۔ ❷

۱۳: قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے دوسروں سے تعاون لینا بھی جائز ہے۔ کسی سے بھی ذبح کرایا جا سکتا ہے۔ ❸ عورت بھی ذبح کر سکتی ہے۔ ❹

۱۴: جانور ذبح کرنے کے لیے چھری کی دھار تیز ہونی چاہیے۔ تا کہ جانور کو تکلیف نہ ہو۔ ❺

۱۵: قربانی کا جانور ۱۰ ذوالحجہ کو ذبح کرنا افضل ہے تاہم تمام ایام تشریق میں یعنی ۱۳ ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک قربانی کرنا، جائز ہے۔ ❻

۱۶: قربانی کے جانور کا گوشت خود کھانے، احباب اور غرباء و مساکین کو کھلانے کا حکم ہے۔ (سورۃ الحج آیت ۳۶) تالیف قلوب کے لیے قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ ❼

۱۷: قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

((اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ○ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ

❶ مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری: اسناده ضعیف.
❷ صحیح بخاری، کتاب الذبائح: ۵۵٦۰.
❸ صحیح البخاری کتاب الاضاحی، باب من ذبح الاضاحی بیده: ۵۵۵۸.
❹ صحیح بخاری کتاب الذبائح، باب ذبیحة المنرة والامة: ۵۵۰٤.
❺ سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا: ۲۷۹۲، حَسَّنَهُ الالبانی
❻ مسند امام احمد، ۱٦۷۵۱؛ قال شعیب الارناؤط، صحیح لغیره.
❼ احکام قربانی، از مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ، صفحہ ۲۹۔

الْعَالَمِينَ ○ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَالِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○ [1]
بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ)) [2]

۱۸: قربانی کے جانور کی کھال ذبح کرنے والے قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں ہے۔ [3]

۱۹: قربانی کے جانور کی کھال غرباء، مساکین اور محتاجوں کا حق ہے۔ [4] ذاتی استعمال کے لیے مصلیٰ، ڈول وغیرہ بنایا جاسکتا ہے۔ [5]

۲۰: قربانی کی کھالیں طلبہ مدارس دینیہ کے اخراجات میں صرف کی جاسکتی ہیں۔ [6]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور دلی دعا ہے کہ مولائے کریم ہماری نمازوں اور قربانیوں کو مقبول ومنظور فرمائے اور ہمارے نیک اعمال کو ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



---

[1] المسند للامام احمد: ۱۵۰۲۲۔ قال الارناؤط۔ اسنادہٗ محتمل للتحسین.

[2] سنن ابی داود: کتاب الضحایا، باب فی الشاۃ یضحی بِهَا عن جماعۃ: ۲۸۱۰؛ صححہ الالبانی.

[3] سنن ابن ماجہ، ابواب الذبائح: ۳۱۵۷؛ صححہ الالبانی.

[4] سنن ابن ماجہ، ابواب الذبائح؛ ۳۱۵۷.

[5] نیل الاوطار، ابواب الهدایا والضحایا.

[6] فتاویٰ علماء حدیث جلد ۱۳..

⑩ تسلی مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾

''(اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔ تو آپ اپنے رب کے لیے نماز ادا کیجئے اور قربانی کیجئے۔ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔''

ہر قسم کی تعریفات و تحمیدات اور تسبیحات و تمجیدات اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ جو تمام جہانوں کا مالک، خالق، رازق اور حاکم ہے۔ لاتعداد، اَن گنت اور بے شمار درود و سلام سید ولدِ آدم، امام الانبیاء، قدوۃ الصلحاء شافع روز جزا جناب محمد مصطفےٰ ﷺ، کی ذات گرامی پر جنہیں رب العزت نے آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور آپ کی تسلی و تشفی اور حوصلہ مندی کے لیے قرآن عزیز کی متعدد آیات طیبات کو نازل فرمایا۔

تمہیدی کلمات

قرآن مجید کی مشہور و معروف اور سب سے مختصر سورت طیبہ کی تلاوت کی گئی ہے۔ اس بابرکت سورۃ کی صرف تین آیات، بارہ کلمات اور بیالیس حروف ہیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول محترم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَرَءَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا.)) [1]

---

[1] جامع ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ما جاء فی من قرء، حدیث: ٢٧٦٤. قال الالبانی، صحیح.

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف کی قراءت کرتا ہے تو اسے ہر حرف کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب عطا فرمایا جاتا ہے۔''

اس فرمان رسول ﷺ کے مطابق سورۃ کوثر کی ایک مرتبہ تلاوت کرنے والے خوش قسمت مسلمان کے نامۂ اعمال میں چارصد بیس نیکیوں کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔

یہ سورۃ مبارکہ الفاظ و حروف کے اعتبار سے مختصر ہونے کے باوجود معانی، مفاہیم اور موضوعات کے لحاظ سے بڑی اہم اور جامع سورت ہے۔

جو قرآنی سورتیں نبی معظم ﷺ کی ذات گرامی پر ہجرت مدینہ سے قبل نازل فرمائی گئیں انہیں ''مکی سورتیں'' اور جو ہجرت مدینہ کے بعد مدنی زندگی میں اتاری گئیں انہیں ''مدنی سورتیں'' کہا جاتا ہے۔ سورت کوثر کو یہ فضیلت' عظمت اور رفعت حاصل ہے کہ یہ سورتِ مقدسہ رحمت عالم ﷺ پر دو مرتبہ نازل فرمائی گئی۔ ایک بار مکی دور حیات میں اور دوسری مرتبہ مدنی زندگی میں۔۔۔ گویا سورۃ کوثر کو مکی سورت ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے اور مدنی سورت ہونے کا شرف عظیم بھی اس کے حصے میں آیا۔ جیسا کہ خادم رسول ﷺ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ:

''ایک مرتبہ ہم (مسجد نبوی میں) رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ اِذْ اَغْفٰی اِغْفَائَۃً۔ اچانک آپ ﷺ پر غنودگی چھا گئی۔ (یعنی آپ ﷺ پر نزول وحی کی کیفیت اور حالت طاری ہوگئی) ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ مُتَبَسِّمًا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے سر مبارک کو جنبش دی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اُنْزِلَتْ عَلَیَّ آنِفًا سُوْرَۃٌ۔ مجھ پر ابھی ایک سورۃ نازل فرمائی گئی ہے۔ (اس سورۃ میں بیان کردہ انعامات' احسانات اور نوازشات کی وجہ سے میرے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی ہے۔''

فَقَرَءَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ

وَانْحَرْ ؕ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۠﴾

پھر آپ ﷺ نے سورۃ کوثر کی تلاوت فرمائی۔ [1]

اس حدیث مبارکہ سے یہ امر واضح ہو گیا کہ سورۃ کوثر رسول مکرم ﷺ کی ذات گرامی پر مدینہ منورہ میں نازل فرمائی گئی۔ قرآنی سورتوں کا مکی اور مدنی ہونا بھی رسول کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت و شان اور رفعت و مقام کو عیاں کرتا ہے کہ جس طرف آپ تشریف لے جاتے۔ قرآن کریم آپ کے پیچھے پیچھے آتا۔ اگر آپ ﷺ مکہ میں تشریف فرما ہوں تو قرآن کریم مکہ میں نازل ہوتا ہے۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں چلے جائیں تو قرآن مجید بھی آپ کے پیچھے پیچھے مدینہ طیبہ میں آ جاتا ہے۔ الغرض۔

- آپ ﷺ سفر میں ہوں تو قرآن مجید کا نزول سفر میں۔
- آپ ﷺ حضر میں ہوں تو قرآن مجید کا نزول حضر میں۔
- آپ ﷺ مکہ میں ہوں تو قرآن مجید مکہ میں۔
- آپ ﷺ مدینہ میں ہوں تو قرآن مجید مدینہ میں۔
- آپ ﷺ غار میں ہوں تو قرآن مجید غار میں۔
- آپ ﷺ بازار میں ہوں تو قرآن مجید بازار میں۔
- آپ ﷺ میدان بدر میں ہوں تو قرآن مجید بدر میں۔
- آپ ﷺ اُحد میں ہوں تو قرآن مجید اُحد میں۔
- آپ ﷺ خندق میں ہوں تو قرآن مجید خندق میں۔
- آپ ﷺ حدیبیہ میں ہوں تو قرآن مجید حدیبیہ میں۔
- آپ ﷺ خیبر میں ہوں تو قرآن مجید خیبر میں۔
- آپ ﷺ تبوک میں ہوں تو قرآن مجید تبوک میں۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلوٰة، باب حجة من قال بسملة آية من اول سورة، حديث : ٤٠٠.

- آپ ﷺ طائف میں ہوں تو قرآن مجید طائف میں۔
- آپ ﷺ حنین میں ہوں تو قرآن مجید حنین میں۔
- آپ ﷺ بیت اللہ میں ہوں تو قرآن مجید بیت اللہ میں۔
- آپ ﷺ مسجد نبوی میں ہوں تو قرآن مجید مسجد نبوی میں۔
- آپ ﷺ قباء میں ہوں تو قرآن مجید قباء میں۔
- آپ ﷺ منیٰ میں ہوں تو قرآن مجید منیٰ میں۔

مختصر یہ کہ قرآن عزیز اپنے نزول میں رسول پاک ﷺ کا محتاج ہے کہ جہاں رسول معظم ﷺ ہوں گے قرآن مجید وہیں نازل ہوگا۔ گویا جس طرف سرکار جائیں گے قرآن حکیم آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے جائے گا۔ سبحان اللہ

شان نزول

شان نزول یا سبب نزول سے مراد وہ واقعہ اور پس منظر ہے جو کسی سورت یا آیت کے نزول کی وجہ اور باعث ہو۔ سورت کوثر کا شان نزول یہ ہے کہ خالق کائنات نے رسول اکرم ﷺ کو مکی زندگی میں چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے عنایت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ چاروں بیٹیاں جوان ہوئیں۔ آپ ﷺ نے چاروں کی شادیاں کیں اور چاروں رحمت عالم ﷺ کے گھر سے اپنے خاوندوں کے گھروں کو سدھاریں۔ مگر رب العالمین کی قدرت کہ دونوں بیٹے قاسم اور عبداللہ شیرخوارگی میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ کا دوسرا صاحبزادہ عبداللہ بچپن میں فوت ہوا تو مشرکین مکہ نے کہا کہ بَتِرَ مُحَمَّدٌ۔ محمد ﷺ کی نسل کٹ گئی ہے۔ آپ کی نرینہ اولاد نہ ہے۔ اس لیے جب تک آپ زندہ ہیں اس وقت تک آپ کا نام اور کام زندہ ہے۔ جونہی آپ کو موت آئے گی تو فوراً آپ کا نام بھی مٹ جائے گا۔ کام بھی ٹھپ ہو جائے گا اور نظام بھی ختم ہو جائے گا۔

آپ حضرات غور فرمائیں کہ ہمارے ہاں جب کسی کا بیٹا یا کوئی عزیز فوت ہوتا ہے تو احباب تعزیت کے لیے آتے ہیں، رشتہ دار حوصلہ دیتے ہیں۔ محلہ دار ڈھارس بندھاتے ہیں۔

اعزہ و اقارب اہل خانہ کے لیے کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ اور دور دراز اور قرب و جوار سے لوگ جنازے میں شرکت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ مگر جب رسول کائنات' سردار انبیاء اور محسن انسانیت ﷺ کا بیٹا موت کے منہ میں جاتا ہے۔ تو مکہ کے لوگ اظہار مسرت کرتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔ جبکہ داناؤں کا قول ہے۔

دشمن مرے تے خوشی نہ کریے سجناں وی مر جانا
ڈیگر تے دن آیا محمد اوڑک نوں ڈب جانا

سرداران مکہ عاص بن وائل' عقبہ بن ابی معیط اور دیگر نے رسول محترم ﷺ کے صاحبزادوں کی وفات پر جب اس قسم کے الفاظ استعمال کیے کہ۔ اِنَّ مُحَمَّدًا اَبْتَرَ لَا اِبْنَ لَهٗ۔ محمد ﷺ تو ''ابتر'' یعنی بے نام و نشان ہیں کہ ان کا کوئی لڑکا زندہ ہی نہیں رہتا۔ کفار کی ان باتوں سے رسول مکرم ﷺ از حد مغموم ہوئے اور دشمنان اسلام کی یہ باتیں آپ کے دل نازک پہ بہت گراں گزریں تو اللہ ارحم الراحمین نے آپ ﷺ کی تسلی اور تشفی کے لیے سورۃ کوثر کو نازل فرمایا۔ ❶

﴿ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾

''(اے نبی ﷺ) بیشک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔ تو آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کیجئے اور قربانی کیجیے۔ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔''

یہ شان نزول ہمیں اس امر سے آگاہ کرتا ہے کہ جب بھی رسول کریم ﷺ دشمنان اسلام کے طعنوں' طنزوں اور باتوں سے رنجیدہ خاطر اور غم زدہ ہوتے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ آپ ﷺ کی تسلی کے لیے قرآنی آیات کو نازل فرما دیا کرتا تھا۔ سبحان اللہ

رسول پاک ﷺ کی دلجوئی

امام رسولاں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات مبارکہ کے مکی دور میں کئی ایسے مواقع آئے

❶ تفسیر ابن کثیر، سورۃ الکوثر.

کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ کو ستایا، پریشان کیا، تمسخر کا نشانہ بنایا اور آپ کی ذات گرامی پر تنقید کے تیر برسائے تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے زخمی دل پر قرآنی آیات سے مرہم پٹی فرمائی۔ قرآن کریم کے متعدد مقامات پر دشمنان اسلام کے رسول اکرم ﷺ پر اعتراضات اور الزامات کا ذکر کر کے واضح الفاظ میں تردید کی گئی ہے اور رسول پاک ﷺ کی تسلی اور تشفی کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔

مشرکین مکہ اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور تعصب کی بنا پر آپ ﷺ کو سچا رسول ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ کہتے تھے کہ "محمد ﷺ" کے پاس دولت ہے نہ سرمایہ۔ چودھراہٹ ہے نہ سرداری۔ اور قوم، قبیلے اور برادری کی اکثریت بھی اس کے ساتھ نہیں۔ وہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا واشگاف الفاظ میں انکار کرتے ہوئے بار بار اعلان کرتے۔

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ (الرعد : 43)

"اور کافر کہتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں ہو۔"

آپ حالات کی سنگینی اور کافروں کے طریقِ اذیت کا اندازہ فرمائیں کہ رسول اکرم ﷺ کو کوئی کہتا "جادوگر" ہے۔ کوئی بکواس کرتا کہ "پاگل" ہے، کسی کی زبان پر الفاظ کہ "یہ مجنوں اور دیوانہ" ہے۔ آخر سب مل کر یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ اے محمد! تو اللہ کا رسول نہیں ہے۔

آپ تصور فرمائیں کہ رسول امین ﷺ کے دل نازک پر کیا گزرتی ہو گی۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ اے میرے اللہ! میں ان مکہ والوں کو تیری توحید کا درس دیتا ہوں تو یہ مجھے پاگل کہتے ہیں۔ تیرا قرآن سناتا ہوں تو مجھے جادوگر کہتے ہیں۔ آخرت کی بات کرتا ہوں تو دیوانہ گردانتے ہیں۔ اور رسالت کی تبلیغ کرتا ہوں تو مجھے مجنوں بتاتے ہیں اور آخرکار آوازے کستے ہیں کہ تو رسول نہیں ہے۔ تو رسول نہیں ہے۔ تو رسول نہیں ہے۔ ان نامساعد، اذیت ناک۔ تکلیف دہ اور پریشان کن حالات میں ایک دن رحمت حق جوش میں آتی ہے۔ حکم ہوتا ہے۔ یا جبریل! جبریل عرض کرتے ہیں۔ لبیک یا رب جلیل! فرمایا جاؤ۔ پریشان ہے میرا محمد نبیل ﷺ، کیا پیغام لے کر جاؤں۔ حکم ہوا میرے محبوب نبی کے زخمی دل پر مرہم کے لیے سورۃ یاسین کا

تحفہ لے کر جاؤ۔ اور میرے محبوب سے کہہ دو۔ اے اولاد آدم کے سردار اگر یہ ظالم و کافر، فاسق و فاجر اور مشرک و مجرم آپ کی رسالت و نبوت کو نہیں مانتے تو کیا ہوا؟ میں کائنات کا رب، آسمان و زمین کا مالک اور ہر چیز کا خالق، قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ''تو میرا رسول'' ہے۔
فرمایا:

﴿یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝﴾

''اے سید البشر! مجھے حکمت والے قرآن کی قسم! بے شک آپ ﷺ میرے بھیجے ہوئے رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔''

اے محبوب! جب میں تیرا پروردگار قرآن کی قسم کھا کر تیری رسالت کی گواہی دے رہا ہوں۔ تو تجھے ان کافروں اور مشرکوں کے انکار سے رنجیدہ خاطر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟
بقول شاعر

القاب کیسے کیسے خدا نے کئے عطا
حضرت رسول پاک کو قرآں میں جا بجا
طٰہٰ کہیں پکارا یٰسیں کہیں کہا
حٰمٓ اور نٓ کہیں والشمس والضحیٰ

بیماری پر طنز

آپ جانتے ہیں کہ بیماری اور شفا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ کوئی انسان کسی کو نہ بیمار کر سکتا ہے اور نہ شفا بخش سکتا ہے۔ جب کبھی رسول امین ﷺ کسی جسمانی مرض میں مبتلا ہو جاتے تو مشرکین مکہ آپ کی بیماری کو بھی طنز اور تشنیع کا نشانہ بنا لیتے تھے۔ اور مرد تو رہے ایک طرف مکے کی عورتیں بھی رسول کریم ﷺ کو ستانے میں پیش پیش ہوتیں اور اس معاملے میں قریبی رشتہ دار اور عزیز و اقارب بھی دشمنان دین کا ساتھ دیتے اور آپ کو ذہنی کوفت میں مبتلا کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ پر بیماری کا شدید حملہ ہوا اور آپ ﷺ اپنی علالت طبع کے باعث دو

یا تین راتیں تہجد کی نماز کے لیے بیدار نہ ہو سکے۔ تو آپ ﷺ کی ہمسائی اور چچی عوراء یا اروی (ام جمیل۔ ابولہب کی بیوی) آپ کے پاس آئی اور تیمارداری کرنے، بیمار کا حال پوچھنے اور تسلی دینے کی بجائے آپ کی بیماری پر طنز کرتے ہوئے بولی۔

((یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ یَّکُوْنَ شَیْطَانُکَ قَدْ تَرَکَکَ لَمْ اَرَقْرِبَکَ مُنْذُ لَیْلَتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا.)) [1]

"اے محمد (ﷺ)! میرا خیال ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے میں نے دو تین راتوں سے اسے تمہارے پاس آتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

آپ ذرا تصور فرمائیں کہ رسول مکرم ﷺ کی قلبی اور ذہنی کیفیت کیا ہوگی؟ عام معاشرتی اصول ہے کہ جب ہمسایہ بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کی جاتی ہے۔ اس کو حوصلہ دیا جاتا ہے۔ اس کے علاج کے لیے معالج بلوایا جاتا ہے۔ ادویات کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ اخراجات فراہم کیے جاتے ہیں اور ہر طریقے سے بیمار کو مطمئن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر یہاں کیا ہے؟ ہمسائی اور وہ بھی چچی۔ رحمت عالم ﷺ کے گھر آتی ہے۔ اور طنزیہ انداز اور تمسخرانہ طریقے پر آپ سے ہمکلام ہو کر پوچھتی ہے۔ اے محمد! وہ تمہارا ساتھی شیطان (جبریل) جو تمہارے پاس آیا کرتا تھا۔ کئی دنوں سے نظر نہیں آیا۔ کہیں وہ تمہارا ساتھ تو نہیں چھوڑ گیا۔ کیا اب تم اکیلے رہ گئے ہو۔ اور ہاں۔ نیا دین بنانے والوں کا انجام ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔

رسول محترم ﷺ پہلے ہی اپنی بیماری کی وجہ سے پریشان اور غمزدہ تھے اپنی چچی کی ان باتوں سے مزید افسردہ اور غمگین ہوئے تو رب العالمین نے آپ کی حوصلہ مندی اور تسلی کے لیے سورۃ الضحیٰ کی آیات بینات نازل فرمادیں۔ ارشاد ہوا۔

﴿وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۭ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۭ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۠

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الضحیٰ، حدیث: ٤٥٩٠.

وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞ وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۞ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۞ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۞﴾

''قسم ہے چاشت کے وقت کی۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ سکون سے چھا جائے کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو اکیلا نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ آپ سے ناراض ہوا ہے۔ اور آپ کے لیے آئندہ دور' ابتدائی دور سے یقینا بہتر ہے۔ اور آپ کا رب آپ کو جلد ہی اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ کیا اس نے آپ کو یتیم نہ پایا پھر ٹھکانہ فراہم کیا اور بھولا ہوا پایا تو راہ دکھلا دی۔ اور آپ کو مفلس پایا تو مالدار کر دیا۔ لہٰذا آپ کسی یتیم پر سختی نہ فرمایئے اور کسی سائل کو نہ جھڑکئے اور آپ اپنے رب کی نعمت کا ذکر فرمایا کیجئے۔''

اس سورۃ مبارکہ کا ایک ایک لفظ رسول کریم ﷺ کی تسلی کا مضمون بیان کر رہا ہے۔ اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات' انعامات اور نوازشات کا تذکرہ کر رہا ہے کہ اے میرے محبوب! آپ ان کافروں کی باتوں پر آزردہ نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکریہ ادا کیا کریں اپنے حاسدوں' مخالفوں اور دشمنوں کے کسی اعتراض اور الزام کا جواب نہ دیں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا نام قیامت تک بلکہ حشر و جنت میں بھی زندہ رہے گا اور آپ کے دشمنوں کو بے نام ونشان کر دیا جائے گا۔ بقول شاعر:

محمد مصطفیٰ کے واسطے کیا کیا سعادت ہے
نبوت ہے' رسالت ہے' قیادت ہے' سیادت ہے
محمد ہی کے دم سے افتخارِ آدمیت ہے
محمد شانِ ملت' آنِ ملت' جانِ ملت ہے
اک اُمی نے سب ادیان و ملل منسوخ کر ڈالے
محمد تاجدارِ منصبِ ختم نبوت ہے

ابولہب کی مذمت

ابولہب کا نام تو آپ نے متعدد بار سن رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی میں یہ آپ کا بڑا دشمن، مخالف اور حاسد تھا۔ یہ کوئی عام آدمی نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کا حقیقی چچا تھا۔ نہایت درجہ حسین وجمیل تھا اور اس کے رخسار سرخ سیب کی طرح دمکتے تھے۔ اسی وجہ سے اس کی کنیت ''ابولہب'' (شعلے مارنے والا) تھی۔ اس کا اصل نام ''عبدالعزیٰ'' تھا۔ یہ رسول پاک کا چچا ہونے کے علاوہ قریبی ہمسایہ بھی تھا۔ آپ ﷺ کے مکان اور اس کی رہائش کے درمیان صرف ایک دیوار حائل تھی۔

رسول پاک ﷺ نے نزول وحی کے بعد جب سرزمین مکہ میں توحید کی دعوت کا آغاز فرمایا تو اسی بدبخت نے آپ ﷺ کی سب سے زیادہ مخالفت کی۔ اسلام اور صاحب اسلام سے اسے اتنا بغض اور عناد تھا کہ اکثر اوقات آپ کے پیچھے لگا رہتا اور ہر جگہ آپ کی تکذیب کرتا اور لوگوں کو آپ سے متنفر کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ تجارتی مراکز، بازاروں اور عوامی اجتماع کی جگہوں پر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو درس توحید دیتے۔ یہ بدبخت ہر جگہ آپ کے پیچھے پہنچ جاتا اور سرور عالم ﷺ کی تقریر کے بعد چلا چلا کر اعلان کرتا کہ لوگو! یہ محمد میرا بھتیجا ہے۔ یہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ اس کی بات ہرگز نہ سننا بلکہ اس کے قریب بھی نہ جانا۔ یہ تمہیں آباؤ اجداد کے دین و مذہب سے برگشتہ کر کے گمراہ کرنا چاہتا اور اپنا مطیع بنانا چاہتا ہے۔ مختصر یہ کہ عداوتِ رسول اور مخالفت مصطفےٰ میں اس بدبخت کا کردار بڑا نمایاں تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی مکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ:

﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝﴾ (الشعراء : 214)

''اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔''

اس ارشاد الٰہی کی تعمیل میں آپ ﷺ نے ایک جرأت مندانہ اقدام کرتے ہوئے ''کوہ صفا'' پہ چڑھ کر یَا صَبَاحَاہُ کی آواز لگائی۔ (عرب کا دستور تھا کہ کسی ناگہانی آفت کے موقع پر

اس طرح کی آواز لگایا کرتے تھے) اور قریش کے ایک ایک قبیلے کا نام لے کر انہیں بلایا۔ ارشاد فرمایا:

((یَا بَنِیْ فِھْرٍ، یَا بَنِیْ عَدِیٍّ، یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ))

اے بنی فہر، اے بنی عدی، اے عبد مناف کی اولاد! لوگوں نے جب رسول محترم کی زبان حق ترجمان سے یہ آواز سنی تو بھاگے ہوئے صفا پہاڑی کے دامن میں جمع ہو گئے۔ جو خود حاضر نہ ہو سکے انہوں نے حقیقت حال سے آگاہی کے لیے اپنے نمائندے بھیج دیے۔ جب سارے قریشی قبائل کے قابل ذکر اشخاص اکٹھے ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے اونچی جگہ کھڑے ہو کر فرمایا:

((لَوْ اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیْلًا بِالْوَادِیْ تُرِیْدُ اَنْ تُغِیْرَ عَلَیْکُمْ اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ.))

''اگر میں تمہیں بتلاؤں کہ اس پہاڑی کے پیچھے سے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہونے کے لیے آ رہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے۔''

((قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا صِدْقًا))

تمام حاضرین نے بیک زبان جواب دیا۔ ہاں آپ کی زبان سے نکلنے والے ہر لفظ کی تصدیق کریں گے۔ کیونکہ ہم نے جب بھی تجربہ کیا ہے تو آپ کو ہمیشہ سچ بولنے والا ہی پایا۔ اور ہم نے آپ کی زبان سے آج تک جھوٹ نہیں سنا۔۔۔۔

سرکار دو عالم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے مسلمانو! کیا ہم میں سے کوئی دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ افسوس کہ ہم بازار میں جھوٹ بولتے ہیں۔ گھر میں غلط بیانی کرتے ہیں۔ دفتر میں جھوٹ لکھتے ہیں۔ مسجد میں کذب بیانی سے کام لیتے ہیں۔ اور صاف کہہ دیتے ہیں کہ ''جھوٹ کے بغیر کاروبار نہیں ہوتا۔'' ہمارے آقا ﷺ کا فرمان ذیشان ہے کہ مومن بزدل ہو سکتا ہے۔ بخیل ہو سکتا ہے مگر جو مومن ہو۔ وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا اور جو جھوٹا ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ سچ بولنے۔ سچ لکھنے اور سچ کہنے کی توفیق نصیب

فرمائے۔آمین۔

میں عرض کر رہا تھا کہ تمام اہل مکہ نے بآواز بلند اور بیک زبان گواہی دی کہ ہم نے محمد ﷺ کی زبان سے ہمیشہ سچ ہی سنا ہے۔ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے۔اپنی ذات' بات اور کردار کے حوالے سے سرداران قریش سے گواہی لینے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

((فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ.))

''یقیناً میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

اگر تم نے شرک کا راستہ چھوڑ کر توحید کی راہ نہ اپنائی تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے نہ چھڑا سکے گی۔۔۔۔آپ ﷺ نے ابھی اتنی ہی بات کہی تھی کہ ابولہب یکدم تڑپ اٹھا اور انگلی اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے بڑی بے ادبی اور گستاخی سے بولا۔

((تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا)) [1]

''سارا دن تم پر ہلاکت ہو۔کیا تو نے ہمیں اس بات کے لیے جمع کیا تھا۔''

ظاہر بات ہے کہ حقیقی چچا کی طرف سے یہ گستاخی' بے ادبی اور جارحیت رسول اکرم ﷺ کی طبع نازک پر ناگوار گزری تو اللہ تعالیٰ نے اس گستاخ رسول کا نام لے کر اس کی تباہی' بربادی اور ہلاکت کا اعلان فرما دیا۔اور آپ ﷺ کے غمزدہ قلب مبارک پر قرآنی آیات نازل فرما کر آپ کے لیے سکون اور راحت کا سامان فراہم فرما دیا۔ارشاد ہوا۔۔۔۔

﴿تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا کَسَبَ ۝ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝﴾

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ و برباد ہو۔اسے اس کے مال اور کمائی (اولاد) نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الشعراء، حدیث : ٤٧٧٠.

داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی جو ایندھن اٹھانے والی ہے اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی مونج کی رسی ہوگی۔''

اس دشمن رسول کا انجام کیا ہوا۔ کیسی عبرت ناک موت مرا اور اللہ تعالیٰ نے اسے کس طرح ذلیل وخوار کیا۔ ان باتوں کا تذکرہ ہم دشمنانِ مصطفیٰ کا انجام کے عنوان کے تحت کر چکے ہیں۔ فی الحال ہم صرف رسول محترم ﷺ کی تسلیوں کی بات عرض کر رہے ہیں کہ جب بھی رسول پاک ﷺ غمزدہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی اور تشفی کے لیے فوراً قرآنی آیات نازل فرما دیتا تھا۔

ابولہب کا نام کیوں؟

نبی اکرم، رسول معظم، سرور عالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی مکی زندگی اور مدنی دور حیات میں آپ کے بہت سے دشمن، مخالف اور معاند تھے۔ مگر پورے قرآن حکیم میں، صرف ابولہب کا نام لے کر اس کی ہلاکت، بربادی اور تباہی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بلکہ پوری سورت اس کی مذمت میں نازل فرمائی گئی ہے۔ دور حاضر کے نامور محقق مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''درج ذیل دو وجوہ کی بنا پر ابولہب کا جرم واقعی اتنا شدید تھا کہ قرآن کریم میں اس کا نام لے کر اس کی مذمت کی گئی۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ عرب میں کوئی باقاعدہ حکومت تو تھی نہیں۔ جہاں فریاد کی جا سکے۔ لے دے کر ایک قبائلی حمیت ہی وہ چیز تھی جو ایسے اوقات میں کام آتی۔ مظلوم شخص فوراً اپنے قبیلے کو دادرسی کے لیے پکارتا تھا اور پورا قبیلہ اس کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوتا۔ اس لیے ان کو بھی اضطراراً صلہ رحمی کا لحاظ رکھنا پڑتا۔ ابولہب ہی وہ واحد بدبخت شخص ہے جس نے اس دور کے واجب الاحترام قانون کو توڑ کر اپنے قبیلہ کے علی الرغم ڈٹ کر آپ کی مخالفت کی۔ علاوہ ازیں جب بنو ہاشم اور بنو مطلب کو معاشرتی بائیکاٹ کی وجہ سے شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا تھا تو اس وقت بھی ابولہب ہی نے اپنے قبیلے

کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ اور یہ تو واضح بات ہے کہ شعب ابی طالب کے محصورین میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جو آپ پر ایمان نہیں لائے تھے۔ تاہم قبائلی حمیت کی بناء پر انھوں نے یہ سب کچھ گوارا کیا تھا اور اس قانون کے احترام کا حق ادا کیا تھا۔ حد یہ ہے کہ آپ کے چھوٹے چچا ابوطالب نے آپ کی حفاظت کے لیے زندگی بھر قریش مکہ کی مخالفت مول لی حالانکہ آخری دم تک وہ ایمان نہیں لائے۔'' ❶

اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اس قبائلی معاشرے میں چچا کو بھی باپ کا درجہ حاصل تھا۔ بالخصوص اس صورت میں کہ حقیقی والد فوت ہو چکا ہو۔ اس لحاظ سے بھی ابولہب کو آپ کی حفاظت کا فریضہ بطریق احسن بجالانا چاہئے تھا۔ خواہ وہ ایمان لاتا یا نہ لاتا۔ لیکن وہ آپ کی حفاظت کی بجائے بغض اور عناد میں اتنا آگے نکل گیا کہ اس کا شمار آپ کے صفِ اول کے دشمنوں میں ہوتا ہے۔ اس نے کوہ صفا پر جس گستاخی اور بد خلقی کا مظاہرہ کیا اس پر آپ کے خاموش رہنے کی وجہ بھی یہ ہی تھی کہ معاشرتی سطح پر ابولہب آپ کے باپ کے مقام پر تھا۔ اور باپ ہونے کے ادب کا تقاضا یہی تھا کہ آپ ﷺ خاموش رہتے۔ لہٰذا اس کی بدتمیزی کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے اس کا نام لے کر دے دیا۔ ❷

جشن اور مشن

مقام حیرت ہے کہ بعض لوگ اسی دشمن رسول، ابدی دوزخی اور مستقل جہنمی ابولہب کے ایک عمل کو بنیاد بنا کر ہر سال ربیع الاول میں ''جشن میلاد مصطفیٰ'' منانے کا جواز فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے جب اسے رسول پاک ﷺ کی ولادت کی اطلاع دی تو ولادت رسول ﷺ کی خوشی میں ابولہب نے ثویبہ کو

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة القصص، زیر آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ، رقم : ٤٧٧٢.

❷ تیسیر القرآن، سورة اللهب.

آزاد کر دیا تھا۔ لہٰذا ابولہب کی طرح ہمیں بھی ہر سال ولادتِ رسول کا جشن منانا چاہئے۔

اگر اس واقعہ کو درست تسلیم بھی کر لیا جائے تو سوچنا اور غور کرنا چاہیے کہ کیا ابولہب کا یہ عمل اسے دوزخ کی آگ سے دور کر سکا' عذاب الٰہی سے محفوظ کر سکا اور وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ سکا۔ یقیناً نہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم فرما رہا ہے کہ اسے دہکتی ہوئی آگ میں پھینکا جائے گا اور اس کا مال اور کوئی عمل اس کے کسی کام نہ آ سکے گا۔ آپ غور فرمائیں ایک طرف ابولہب کا عمل ہے اور دوسری طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے۔ اسے آسان الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ ابولہب نے رسول محترم ﷺ کا ''مشن'' نہیں اپنایا تو قرآن آیات میں جہنمی قرار دیا گیا۔ جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول پاک ﷺ کے یوم ولادت پر جشن نہیں منایا۔ بلکہ آپ ﷺ کا ''مشن'' اپنایا تو انہیں قرآنی آیات میں جنتی اور بہشتی قرار دیا گیا۔ لہٰذا کامیابی اور کامرانی جشن منانے میں نہیں بلکہ مشن اپنانے میں ہے۔ ہم اہل اسلام کو ابولہب کا طریقہ اپنانے کی بجائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انداز اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ غور فرمائیں کہ۔

- جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشن رسول اپنایا تو وہ ''صدیق اکبر'' بن گئے۔
- جناب عمر رضی اللہ عنہ نے مشن رسول اپنایا تو وہ ''فاروق اعظم'' بن گئے۔
- جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مشن رسول اپنایا تو وہ ''ذوالنورین'' بن گئے۔
- جناب علی رضی اللہ عنہ نے مشن رسول اپنایا تو وہ ''حیدر کرار'' بن گئے۔
- جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مشن رسول اپنایا تو وہ ''امین الامت'' بن گئے۔
- جناب طلحہ رضی اللہ عنہ نے مشن رسول اپنایا تو وہ ''حواری رسول'' بن گئے۔
- جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس نے مشن رسول اپنایا تو وہ ''مفسر قرآن'' بن گئے۔
- جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مشن رسول اپنایا تو وہ ''حافظ الحدیث'' بن گئے۔

الغرض! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشن رسول ﷺ اپنایا تو سارے کے سارے جنتی قرار پائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک نے کبھی بھی ربیع الاول کے مہینے میں ''جشن ولادت رسول ﷺ یا جشن عید میلاد النبی'' نہیں منایا بلکہ ساری زندگی رسول اکرم ﷺ کے مشن پر

کاربند رہے۔ عقیدہ توحید پر قائم رہے۔ سنت رسول کے مطابق عمل پیرا رہے اور قرآن و حدیث کے احکام کی پابندی کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ''رضی اللہ عنہم'' کا دل نواز لقب دے کر انہیں جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیا۔

اب ہر سال ۱۲ ربیع الاول کے دن عید میلاد منانے' جلوس نکالنے اور گلیوں بازاروں میں شوروغل کرنے کو ہی محبت رسول ﷺ کا معیار قرار دے دیا گیا ہے۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کے ساتھ آج کے مسلمانوں سے ہزارہا درجے زیادہ محبت' پیار اور الفت تھی۔ مگر انہوں نے محبت کا یہ انوکھا اور نرالا انداز نہیں اپنایا بلکہ انہوں نے سنت رسول ﷺ پر عمل کر کے حقیقی محبت کو اختیار کرنے کی کوشش کی۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بدعات وخرافات اور غیر مسنون افعال و حرکات کی بجائے قرآن و حدیث کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کریں اور ہمارا عقیدہ اور عمل یہ ہونا چاہیے کہ ؎

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور پر
میری ہزار جان ہو قربان مصطفیٰ
رشتہ میرا خدا کی خدائی سے ٹوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامانِ مصطفیٰ

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول مکرم ﷺ کی ہر ہر ادا کو اپنانے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

ذات پر اعتراض

کفار مکہ' دشمنانِ رسول اور مخالفین اسلام نے رسول محترم ﷺ کی ذات گرامی پر جو اعتراضات کئے۔ ان میں ایک اہم اعتراض آپ ﷺ کی ذات اور شخصیت کے بارے میں بھی تھا۔ جب آپ ﷺ نے اہل مکہ کے سامنے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے۔ اللہ کا فرشتہ میرے پاس اس کا پیغام لے کر آتا ہے اور رب العالمین کی طرف سے مجھ پر نازل کئے جانے والے کلام کو ''قرآن مجید'' کہا جاتا ہے تو انہوں نے

آپ ﷺ کی ذات گرامی پر یہ اعتراض جڑ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو قرآن حکیم نازل کرنے' اپنا رسول بنانے اور نبوت کے منصب پر فائز فرمانے کے لیے آپ جیسا یتیم ہی نظر آیا ہے۔ اولاً توکسی کو نبی اور رسول بنانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ضرور ہی کسی پر قرآن کریم نازل کرنا تھا تو مکہ کے رئیس ولید بن مغیرہ اور طائف کے شہزادے عروہ بن مسعود کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے پر وحی نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ انہیں اگر منصب نبوت پر فائز کیا جاتا تو شائد ہم تسلیم کر لیتے مگر ایسا شخص۔ محمد ﷺ جو یتیم پیدا ہوا۔ جس کے پاس مال و دولت نام کی کوئی چیز موجود نہیں۔ وہ اپنے قبیلے اور خاندان کا سربراہ بھی نہیں ہے۔ بھلا وہ اللہ تعالیٰ کا رسول' نبی اور پیغمبر کیسے ہو سکتا ہے۔ قرآن حکیم کفار مکہ کا اعتراض نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝﴾

(الزخرف : 31)

''اور کافروں نے کہا کہ یہ قرآن دو شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں کیا گیا؟''

نبی معظم ﷺ کو کفار مکہ کے اس اعتراض سے بھی دلی صدمہ ہوا تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی تسلی' حوصلہ مندی اور ڈھارس بندھانے کے لیے قرآنی آیات نازل فرمائیں اور واضح فرمایا کہ نبوت و رسالت تو بڑی اعلیٰ' افضل اور عظیم نعمت ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو عام نعمتوں کی تقسیم میں بھی کسی کے مشورے کا پابند نہیں ہے۔ وہ جسے جو چاہے' جتنا چاہے' جب چاہے عطا فرمائے' کوئی بڑے سے بڑا بھی اس کی تقسیم میں دخل اندازی کرنے کا مجاز نہیں ہے اور نبوت و رسالت تو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت' خصوصی انعام اور وہبی چیز ہے۔ اسے عطا فرمانے میں اللہ تعالیٰ کو کفار مکہ کے خیالات و جذبات کا خیال رکھنے اور ان کی رائے کے مطابق عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی سورۃ زخرف کی اگلی آیت ہے:

﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾ (الزخرف : 32)

''(اے نبی ﷺ) کیا تیرے رب کی رحمت (نبوت) کو تقسیم کرنے والے یہ لوگ ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کا سامان زیست تو ان کے درمیان ہم نے تقسیم کیا ہے اور کچھ لوگوں کو دوسروں پر بدرجہا فوقیت بھی عطاء فرمائی ہے۔''

بعض تفسیری روایات میں ہے کہ سردارِ مکہ ولید بن مغیرہ نے خود اپنی زبانی نبی محترم ﷺ سے یہ بات کہی کہ:

((لَوْ كَانَتِ النُّبُوَّةُ حَقًّا لَكُنْتُ اَوْلٰى بِهَا مِنْكَ لِاَنِّيْ اَكْبَرُ مِنْكَ سِنًّا وَّ اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا))

اگر نبوت کی کچھ حقیقت ہوتی تو میں آپ سے نبوت کا زیادہ حقدار تھا۔ کیونکہ میں عمر میں آپ سے بڑا ہوں اور آپ سے زیادہ مالدار بھی ہوں۔۔۔۔۔ ظاہری امر ہے کہ ان باتوں سے رسول مکرم ﷺ محزون و مغموم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اقوال نقل کر کے ان کا جواب ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ۝﴾ (الانعام : 124)

''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی' تو وہ کہتے۔ کہ ہم (اس پر) ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک ہمیں بھی وہی کچھ نہ دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا گیا ہے۔ (یعنی ہم پر بھی وحی نازل ہو اور ہمیں بھی نبوت کا منصب عطا فرما دیا جائے) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغام رسانی (رسالت) کو کہاں رکھے۔ جن لوگوں نے جرائم کا ارتکاب کیا تو عنقریب انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلت پہنچے گی اور سخت عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے جو وہ مکروفریب کیا کرتے تھے۔''

اس آیت طیبہ میں بھی رسول محترم ﷺ کی تسلی کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے اور اس امر کی وضاحت فرما دی گئی ہے کہ نبوت و رسالت مالداری' حسن و جمال' دولت و ثروت اور دنیاوی جاہ وحشمت کی وجہ سے نصیب نہیں ہوتی بلکہ یہ نعمت خداوندی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ رسالت کا اہل کون ہے اور نبوت کا کون حقدار ہے۔ یہ بات پوری طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ذاتی محنت و کاوش اور جد و جہد سے آدمی ''عالم'' تو بن سکتا ہے۔ ''فقیہ'' تو بن سکتا ہے۔ ''امام'' تو بن سکتا ہے۔ ''مجتہد'' تو بن سکتا ہے۔ ''مؤلف'' تو بن سکتا ہے۔ اور۔ ذاتی کوشش و کاوش سے آدمی ''ولی'' تو بن سکتا ہے۔ مگر کوئی شخص اپنی مرضی، خواہش اور کوشش سے ''نبی'' نہیں بن سکتا۔

یہ مرتبہ بلند ملا جسے مل گیا

اور ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾

رسالت کا حقدار

بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم نبی اکرم رسول معظم ﷺ کی چند ایسی احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے عیاں ہوتا ہے کہ واقعی رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی ہی ''منصب نبوت'' کی حقدار تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ پوری دنیا میں فضائل' خصائل' محامد' محاسن' خاندانی شرافت' نسبی نجابت اور قبائلی وجاہت کے اعتبار سے کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا مثیل ومماثل اور مقابل ہو۔ چنانچہ جناب واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفٰى مِنْ

قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ .)) [1]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے جناب اسماعیل علیہ السلام کا انتخاب فرمایا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ کی اولاد میں سے قبیلہ قریش کو چن لیا اور قبیلہ قریش سے بنی ہاشم کے خاندان کو ممتاز فرمایا اور بنی ہاشم کے خاندان سے (نبوت ورسالت کے لیے) میرا انتخاب فرمایا۔''

اس حدیث طیبہ میں آپ ﷺ نے اپنے خاندانی شرف و امتیاز کو بیان کر کے اپنی نبوت و رسالت کے استحقاق کو ثابت فرمایا اور واضح کر دیا کہ منصب نبوت صرف اور صرف خدائی انتخاب ہے۔ اس میں کسی فرد و بشر کی ذاتی رائے اور مشورے کو کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ شاعر حقیقت مولانا علی محمد صمصام رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کی خاندانی بزرگی بیان کرتے ہوئے خوب فرمایا ہے کہ:

آنوں تے شانوں سوہنا ۔۔۔ سارے جہانوں سوہنا
کس نے ''وَرَفَعْنَا'' پایا ۔۔۔ رتبہ بلند وانگوں
سوہنا نبی دا چہرہ چودہویں دے چند وانگوں
کالیاں زلفاں لٹکن ریشمی کمند وانگوں
حسبوں تے نسبوں سوہنا ۔۔۔ وہبوں تے کسبوں سوہنا
تائیوں صمصام لبھے ۔۔۔ چیز پسند وانگوں
سوہنا نبی دا چہرہ چودہویں دے چند وانگوں
کالیاں زلفاں لٹکن ریشمی کمند وانگوں

نبی محترم ﷺ کے چچا جناب عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے آپ ﷺ کے حسب ونسب کے بارے میں کچھ الفاظ کہے۔ تو آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں سے سوال فرمایا۔ مَنْ أَنَا؟ مجھے بتلاؤ کہ میں کون ہوں؟ تمام حاضرین نے

[1] صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضل نسب النبى ﷺ : ٢٢٧٦.

بیک زبان جواب دیا۔ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ فرمایا۔ سنو!

((اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ قَبِیْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِهِمْ بَیْتًا فَاَنَا خَیْرُهُمْ نَفْسًا وَخَیْرُهُمْ بَیْتًا.)) [1]

''میں عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا ''محمد'' ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو تخلیق فرمایا تو مجھے بہتر مخلوق یعنی انسانوں میں پیدا فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دو گروہ (عجم و عرب) بنائے تو مجھے بہترین گروہ (عرب) میں پیدا فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے عربوں کے کئی قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلے قریش میں پیدا فرمایا۔ پھر قریش کے کئی گھرانے بنائے تو مجھے بہترین گھرانے (ہاشم) میں پیدا فرمایا لہٰذا میں ذات کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر اور خاندانی لحاظ سے بھی تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہوں۔

ان احادیث طیبات سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ رسول معظم، نبی محترم، سرور عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بھی اعلیٰ ...... آپ ﷺ کا خاندان بھی اعلیٰ ...... آپ ﷺ کا قبیلہ اور گھرانہ بھی اعلیٰ ...... غرض آپ ﷺ ہر اعتبار سے تمام انسانوں سے اعلیٰ، افضل، اشرف، برتر اور بہتر ہستی ہیں۔

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾

''اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت و نبوت کو کہاں رکھے۔''

---

[1] جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ: ۳۶۰۷، ۳۶۰۸۔ قال الترمذی، ھذا حدیث حسن۔ وقال الالبانی، ضعیف۔

جبریل کی گواہی

سیدنا جبریل علیہ السلام فرشتوں کے سردار اور ملائکہ میں سب سے مقرب ترین فرشتے ہیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ تک انبیاء، رسل اور پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات، پیغامات اور فرمودات پہنچاتے رہے ہیں۔ وہ تمام انبیاء کے فضائل خصائل اور خصائص سے پوری طرح آگاہ اور باخبر ہیں۔ انہوں نے بھی واضح الفاظ میں گواہی دی ہے کہ واقعتاً جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اس لائق ہیں کہ انہیں:

- ختم نبوت کا تاج پہنایا جائے۔
- ان کے سراقدس پر کلاہِ رسالت سجائی جائے۔
- انہیں امام الانبیاء بنایا جائے۔
- انہیں معراج پر بلایا جائے۔
- انہیں سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا جائے۔
- انہیں سردار انبیاء ٹھہرایا جائے۔
- ان کے سینے پر قرآن حکیم نازل فرمایا جائے۔
- انہیں اشرف و اعلیٰ بتایا جائے۔
- انہیں مدینے کا تاجدار بنایا جائے۔
- ان کا نام بلند فرمایا جائے۔
- انہیں ساقی کوثر بنایا جائے۔
- انہیں مقام محمود پر بٹھایا جائے۔
- انہیں شافع محشر ٹھہرایا جائے۔
- ان کو حوض کوثر عطا فرمایا جائے
- انہیں ''لواء الحمد'' تھمایا جائے۔
- ان سے بابِ جنت کھلوایا جائے۔

اور

٭ انہیں سب سے پہلے جنت میں لے جایا جائے۔

کیونکہ بقول جبریل علیہ السلام ابتدائے آفرینش سے آج تک آپ ﷺ سے افضل و اعلیٰ کوئی آیا نہیں اور قیامت تک کوئی آ بھی نہیں سکتا۔ چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ، قَلَّبْتُ الْاَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ.)) [1]

''میں نے زمین کی مشارق اور مغارب کو گھوم پھر کر دیکھا ہے۔ میں نے پوری کائنات میں محمد مصطفیٰ ﷺ سے افضل و اعلیٰ کوئی فرد و بشر دیکھا ہی نہیں ہے۔''

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

مولانا نور حسین گرجاکھی رحمۃ اللہ علیہ نے سید الملائکہ کے ان احساسات و خیالات کو شعری الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے کہ:

اعظم پیر محمد ﷺ سرور رہبر کل جہاناں
سوہنا نام تے سوہنی خصلت نبیاں وچ یگانہ
خیر الناس محمد ﷺ عربی شہر مدینے والا
جس نے مشرق مغرب تائیں کیتا نور اُجالا
لبھدے چڑھدے دکھن پر بت ڈھونڈ لوو جگ سارا
ایسا کدھرے مول نہ دسے سوہنا نبی سوہارا
نہ سنیا نہ ڈٹھا ہرگز مثل محمد ﷺ کوئی
اوسے نبی محمد ﷺ اُتے ختم نبوت ہوئی

[1] تفسیر ابن کثیر، سورۃ الانعام: 124.

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ایسے عظیم المرتبت' بے مثل و بے مثال اور لاجواب و باکمال رسول کا فرماں بردار بن کر زندگی گزارنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

صاحب خلق عظیم

جن قرآنی آیات طیبات میں رسول امین ﷺ کو کفار کی ایذا رسانیوں پر تسلیاں دی گئی ہیں۔ ان میں ایک اہم مقام سورۃ قلم کی ابتدائی آیات مبارکات ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے رسول لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید سناتے' رب العزت کی اُلوہیت کا درس دیتے اور ہر مشکل و پریشانی میں ایک اللہ کو ہی پکارنے کی تلقین فرماتے تو مشرکین مکہ آپ ﷺ کو دیوانہ' پاگل اور مجنوں تک کہتے تھے۔ وہ ایک اللہ کی عبادت کو حیرت انگیز اور عجیب و غریب گردانتے تھے اور اس امر پر تعجب کا اظہار کرتے تھے کہ ہم ڈھیر سارے معبودوں کو چھوڑ کر ذات واحد کے پرستار اور عبادت گزار بن جائیں۔

﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ ﴾ (ص : 5)

''وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم ایک اللہ تعالیٰ کو الٰہ تسلیم کر لیں۔ بے شک یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔''

اور رسول پاک ﷺ کے بارے میں ان کا تبصرہ یہ تھا کہ:

﴿ وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ ﴾ (الحجر : 6)

''اور یہ کافر کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل ہوا تو تو دیوانہ ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام کے داعی اور مبلغ کو اس کثرت اور تسلسل سے عقیدہ توحید پر زور دینا چاہیے کہ لوگ اسے دیوانہ کہنا شروع کر دیں۔ اللہ رب العزت کی توحید کے بیان میں کسی مصلحت' مداہنت اور نرمی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ مشرکین مکہ نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے مصلحت کا فارمولا رکھا تھا کہ کچھ آپ نرم ہو جائیں' کچھ ہم لچک پیدا کر لیتے ہیں۔

﴿ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ ﴾ (القلم : 9)

''وہ تو چاہتے ہیں کہ کاش آپ مداہنت اختیار کریں تو وہ بھی لچک کا مظاہرہ کریں گے......''

کفار کی اس کی خواہش کے جواب میں عرش سے حکم آیا۔

﴿ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ ﴾

''اے نبی ﷺ فرما دیجیے کہ اے کافرو! جن معبودوں کی تم عبادت کرتے ہو میں (محمد ﷺ) ان کی ہرگز اور کبھی بھی عبادت نہیں کر سکتا۔''

بہر حال جب کفار مکہ نے عقیدہ توحید کی تبلیغ و اشاعت میں استغراق و انہماک کی وجہ سے آپ کو دیوانہ، پاگل اور مجنوں کہنا شروع کیا تو ظاہر ہے کہ اس سے بھی رسول مکرم ﷺ کے قلبِ اطہر کو تکلیف پہنچی تو رب العالمین نے رحمۃ اللعالمین کی تسلی کے لیے سورۃ قلم کی ابتدائی آیات مبارکات نازل فرما دیں۔ ارشاد ہوا:

﴿ نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ ۙ مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ ﴾

''قسم ہے دوات کی اور قلم کی اور جو کچھ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں، اس کی (اے پیغمبر ﷺ) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔ اور یقیناً آپ کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے اور بے شک آپ تو عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکات میں کافروں کی ایک ایک بات اور ان کے ایک ایک اعتراض کا جواب دے کر رسول امین ﷺ کو مطمئن فرما دیا کہ آپ کو گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں آپ کی طرف سے جواب دینے اور آپ کا ہر طرح سے دفاع کرنے کے لیے کافی ہوں۔ فرمایا اے مکہ کے کافرو! تم اسے دیوانہ کہتے اور اسے مجنوں قرار دیتے ہو جس کی تعریف سے قلم کو فرصت نہ ملے، جس کے رخِ اقدس کو دیکھ کر لوگ اپنی آنکھیں روشن کریں۔ جس کی حکمت بھری باتیں سن کر دلوں کے زنگ دور ہوں۔ جس کی صحبت میں بیٹھنے سے سعادت مندی حاصل ہو۔ جس کی قربت سے بدبخت، خوش قسمت بن

جائیں۔ جو قول میں سچا، فعل میں سچا اور کردار میں اعلیٰ ہے۔ جس کا خلق، عظیم، علم وسیع، جس کی برکات بے شمار، جس کی خوبیاں ان گنت، جس کے فضائل لا تعداد، جس کے القابات بے حساب ہوں۔ اسے "مجنون" کہنے والے سے بڑا احمق، پاگل اور بے وقوف کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ تو ایسی اعلیٰ ذات ہے کہ۔

کس نے ذروں کا اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اِک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

سورۃ کوثر بھی قرآن حکیم کی ان آیات طیبات میں سے ہے جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول رحمت ﷺ کے دلی اطمینان، قلبی سکون اور تسلی کے لیے نازل فرمایا۔ ارشاد ہوا۔ اے رسول! اپنے صاحبزادوں کی وفات حسرت آیات اور انتقال پرملال پر ان کافروں کے تبصروں، تجزیوں اور تنقیدوں سے کبیدہ خاطر نہ ہوں اور ان کی باتوں سے دل کو مغموم اور قلب کو محزون نہ کریں۔ بلکہ رب العزت کی رحمتوں، عنایتوں، نوازشوں اور مہربانیوں کی طرف نظر دوڑائیں کہ:

﴿ اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْؕ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۠ ۝۳ ﴾

"یقیناً ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرما دی ہے۔ پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ ﷺ کا اطاعت گزار وفرماں دار بنائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝



11 حوضِ مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ ﴾

''(اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔ تو آپ اپنے رب کے لیے نماز ادا کیجئے اور قربانی کیجئے۔ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔''

ہر قسم کی حمد و ثنا خالق ارض و سماء کے لیے ہے۔ جس نے انسان کو عدم سے وجود بخشنے کے بعد اپنی تمام مخلوقات سے افضل و اعلیٰ بنایا' احسن تقویم کے دل رُبا لقب سے نوازا اور کائنات کی ہر چیز کو انسان کا مطیع اور فرماں بردار بنا کر اسے اپنی عبادت بجا لانے کا پابند فرمایا۔ لاتعداد، بے شمار اور بے حساب درود و سلام سید البشر امام الرسل' رحمت کل جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر جو تمام انبیاء کے سردار' رسولوں کے قائد' شفیع المذنبین اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ جن پر ذات باری تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔ اور اہل ایمان کو بھی ان پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.))

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ازحد شکر ہے کہ اُس نے رسول کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ' حیات مبارکہ اور خصائص و فضائل کا تذکرہ کرنے اور سننے کی سعادت نصیب فرمائی

ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے ساتھ ہماری محبت و الفت کو قبول فرما کر ہماری نجات، فلاح اور کامیابی کا دارومدار بنائے۔ آمین

تمہیدی کلمات:

یہ ایک لا ابدی حقیقت ہے کہ اللہ رب العالمین نے۔ جناب رحمۃ للعالمین کو ہر چیز ہی وافر اور اعلیٰ عطا فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت اعلیٰ ---صورت اعلیٰ --- کردار اعلیٰ --- اطوار اعلیٰ --- عادات اعلیٰ --- خیالات اعلیٰ --- نظریات اعلیٰ --- اعتقادات اعلیٰ --- آپ ﷺ کی ذات اعلیٰ --- بات اعلیٰ --- عبادات اعلیٰ --- ریاضت اعلیٰ --- امانت اعلیٰ --- دیانت اعلیٰ --- شرافت اعلیٰ --- سخاوت اعلیٰ --- خطابت اعلیٰ --- امامت اعلیٰ --- گفتار اعلیٰ --- رفتار اعلیٰ --- گفتگو اعلیٰ --- جستجو اعلیٰ --- عدالت اعلیٰ --- کلام اعلیٰ --- مقام اعلیٰ --- اور --- نظام اعلیٰ --- نبی محترم ﷺ کے اخلاق اعلیٰ --- اوصاف اعلیٰ --- ذوق اعلیٰ --- شوق اعلیٰ --- حسن اعلیٰ --- جمال اعلیٰ --- کمال اعلیٰ --- جلال اعلیٰ --- خلوت اعلیٰ --- جلوت اعلیٰ --- تنہائی اعلیٰ --- محفل اعلیٰ --- نام اعلیٰ --- کام اعلیٰ --- مقام اعلیٰ --- آپ ﷺ کے اصحاب اعلیٰ --- احباب اعلیٰ --- ازواج اعلیٰ --- بنات اعلیٰ --- عادات اعلیٰ --- معاملات اعلیٰ --- مختصر یہ کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء فرمودہ ہر چیز ہی افضل و اعلیٰ ہے' بے مثال و لا جواب ہے' وافر اور کثیر ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ﴾ (اے محبوب ﷺ) یقیناً ہم نے آپ کو ہر چیز کی کثرت عطا فرمائی ہے۔ ہر نعمت وافر عطا فرمائی ہے اور خیر کثیر عطا فرمائی ہے۔ آپ کو چاہئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار و بے حساب نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کریں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید سناتے جائیں۔ وہ آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ آپ اس کا نام بلند کریں وہ آپ کے نام کو چار چاند لگا دے گا۔ اور آپ اس کے لیے وقف ہو جائیں۔ وہ دنیا اور آخرت میں آپ کو رفعت و بلندی اور عظمت و شان عطا فرمائے گا۔ ﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾

جنتی نہر

اس سورت مبارکہ کی پہلی آیت مبارکہ میں محسن انسانیت ﷺ کی ذات گرامی پر اللہ تعالیٰ کی جن نعمتوں، نوازشوں اور عنایتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، ان میں سے ایک وسیع و عریض، کشادہ اور خوبصورت ''جنتی نہر'' ہے۔ جو آپ ﷺ کو عطا فرمائی جائے گی۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے خادم خاص جناب انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''معراج کی رات جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو دیگر مشاہدات کے علاوہ ''جنت کی سیر'' بھی کروائی گئی۔ جنت کی سیر و سیاحت کے دوران۔ (اَتَیْتُ عَلٰی نَھْرٍ) میرا گزر ایک ایسی نہر سے ہوا کہ۔ (حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفٌ) اس کے دونوں کناروں پر اندر سے خالی موتیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ یہ خوش کن منظر دیکھ کر میں نے جناب جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا۔ مَا ھٰذا یا جِبْرِیْلُ۔ اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ ھٰذَا الْکَوْثَرُ۔ یہ وہ کوثر (جنتی نہر) ہے۔ اَلَّذِیْ اَعْطَاكَ رَبُّكَ۔ جو آپ کے رب نے آپ کو عطاء فرما دی ہے۔ پھر میں نے اسے بغور دیکھا تو فَاِذَا طِیْبُهٗ مِسْكٌ اَذْفَرُ۔ اس کے پانی کی خوشبو مشک جیسی تھی۔'' ❶

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سورۃ کوثر کی پہلی آیت کریمہ۔ ﴿اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نَھَرٌ اُعْطِیَهٗ نَبِیُّكُمْ شَاطِئَاهُ عَلَیْهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ'' ''کوثر'' سے مراد وہ نہر ہے جو آپ کے نبی ﷺ کو عطاء فرمائی گئی ہے۔ اسکے دونوں کنارے خولدار موتیوں سے بنائے گئے ہیں۔ ❷

ان دو احادیث مبارکات سے یہ بات واضح اور عیاں ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ حشر کے دن جنت

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الکوثر.
❷ صحیح بخاری کتاب التفسیر، سورۃ الکوثر.

کی سب سے خوبصورت' خوشبودار' کشادہ اور اعلیٰ نہر آپ ﷺ کو عطا فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا جنتی نہر عطا فرمانے کا وعدہ ایسا پختہ' اٹل اور بے لچک ہے کہ اللہ کریم نے اسے مضارع کے صیغہ سے بیان فرمانے کی بجائے ماضی کے صیغے سے ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ جنتی نہر کی عطائیگی میں شک وشبہ نہ رہے۔ فرمایا۔

﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ ﴾

''(اے میرے محبوب ﷺ) یقیناً ہم نے آپ کو جنتی نہر عطا فرما دی ہے۔''

اب یہ اعزاز وشرف آپ سے واپس نہیں لیا جا سکتا بلکہ وہ جنتی نہر آپ کے نام الاٹ ہو چکی ہے اور آپ اس کے مالک ہیں۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جس طرح اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کو اس دنیا میں بے مثال عظمت' باکمال رفعت اور اعلیٰ ترین منصب عطا فرمایا ہے اسی طرح کل قیامت کے دن بھی آپ ﷺ کو اعلیٰ مناصب' بلندیوں اور عظمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔

حوضِ کوثر

''کوثر'' سے مراد وہ ''حوضِ کوثر'' بھی ہے جو آپ ﷺ کو قیامت کے دن میدان محشر میں عطا فرمایا جائے گا۔ میدان محشر میں لوگ گرمی کی شدت' تپش اور پیاس کی وجہ سے سخت نڈھال' انتہائی بے بس اور ازحد لاچار ہوں گے اور ہر طرف سے۔ اَلْعَطَش، اَلْعَطَش، ہائے پیاس' ہائے پیاس کی آوازیں بلند ہو رہی ہوں گی۔ ہر شخص پریشان' حیران اور آزردہ خاطر ہوگا۔ ان حالات میں امت محمدیہ کی سیرابی کے لیے ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو جو بے مثال حوض عطا فرمایا جائے گا۔ اس کا نام ''حوضِ کوثر'' ہے۔ آپ ﷺ کے پیروکار اس حوض پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے جائیں گے۔ آپ انہیں حوضِ کوثر کا میٹھا' ٹھنڈا اور خوشبودار پانی پلاتے جائیں گے۔ جس نے ایک مرتبہ آبِ کوثر نوش کر لیا پھر دخول جنت تک پیاس اس کے قریب نہیں آئے گی۔ رسول محترم ﷺ کے خادم سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک دن ہم رسول اکرم ﷺ کی محفل میں حاضر تھے کہ اچانک آپ ﷺ پر اونگھ طاری ہوگئی۔ (ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مُتَبَسِّمًا) پھر تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے نہایت ادب سے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول! مَا اَضْحَكَكَ۔ آپ کو کس بات پر ہنسی آ رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی مجھ پر قرآن حکیم کی ایک سورت نازل ہوئی ہے اور (اس سورت میں) بیان کردہ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر مجھے ہنسی آ گئی ہے)۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے سورۃ کوثر کی تلاوت فرمائی۔''

آپ ذرا لمحہ بھر کے لیے تصور فرمائیے کہ مدینہ منورہ کا پرسکون ماحول۔ مسجد نبوی کی سرزمین۔ ریاض الجنۃ کا مقام۔ محفل مصطفیٰ ﷺ سجی ہوئی۔ صحابہ کرام ﷺ حاضر خدمت۔ رحمت عالم ﷺ جلوہ افروز۔ سہانا منظر۔ خوبصورت لمحات۔ یادگار گھڑیاں۔ رسول کائنات کی مسکراہٹ۔ امام دو جہاں کا تبسم۔ خدام سراپا گوش اور باہوش ہیں اور ناطق وحی اپنی زبان اقدس سے سورۃ کوثر کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ کیا وجد طاری نہیں ہوا ہوگا؟ کیا صحابہ کرام کے چہرے خوشی سے چمک نہیں رہے ہوں گے؟ اور کیا ان کے کانوں کو سرور اور دلوں کو سکون حاصل نہیں ہو رہا ہوگا؟ مسجد نبوی کی فضا' آواز مصطفیٰ ﷺ سے گونج رہی ہوگی ....

﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ۝ ﴾

''اے حبیب ﷺ! ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا فرما دیا ہے۔ آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کیجیے۔ اور قربانی کیجئے۔ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔''

سرور کونین ﷺ نے نبوت کی خوبصورت آواز میں اس سورۃ مبارکہ کو تلاوت فرمانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: (اَتَدْرُوْنَ مَا الْكَوْثَرُ) کیا تم جانتے ہو کہ ''کوثر'' کیا ہے؟ رفقاء رسول نے عرض کی! اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ کوثر کی حقیقت کو اللہ کریم بہتر جانتا ہے یا

اس کے بتانے سے اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ''کوثر'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

((فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ))

''وہ ایک نہر ہے جس کا رب ذوالجلال نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اس میں بہت زیادہ بھلائی اور خیر ہے۔''

((وَهُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) اور وہ ایک ''حوض'' ہے۔ محشر کے دن میرے امتی پانی پینے کے لیے اس حوض پر آئیں گے۔ ❶

حوض کی وسعت

میدان محشر میں جو ''حوض کوثر'' اُمت کی سیرابی کے لیے رسول مکرم ﷺ کو عطا فرمایا جائے گا۔ اس کی وسعت، کشادگی اور طول وعرض کو رسول رحمت ﷺ نے بذات خود بیان فرمایا ہے۔ اور اس کی فراخی کو بیان فرمانے کے لیے مختلف مواقع پر مخاطب کے علم، معلومات اور ذہنی سطح کے مطابق الفاظ کا استعمال فرمایا ہے۔ اس ضمن میں ہم امام کائنات ﷺ کی چند احادیث طیبات ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ا: کاتب احادیث جناب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حوض کوثر کی وسعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

((حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ وَزَوَايَاهُ سَوَاءٌ))

''میرا حوض ایک مہینے کی مسافت جتنا طویل ہوگا۔ اور اس کے دونوں کنارے برابر ہوں گے۔'' ❷

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الصلوٰة، باب حجة من قال البسملة آية من اوّل كل سورة، حديث : ٤٠٠.

❷ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبينا وصفاته، حديث : ٢٢٩٢.

یعنی کوئی شخص تیز رفتار گھوڑے پر دن رات ایک ماہ مسلسل سفر کرتا رہے تو جتنا فاصلہ وہ طے کرے گا۔ حوض کوثر اتنا طویل وعریض ہوگا۔ اور اس کے دونوں کنارے ایک جیسے ہموار اور برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری قسمت میں فرمائے۔ آمین۔

۲: خلیفہ دوئم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان بیان کرتے ہیں کہ آپ نے حوض کوثر کے بارے میں فرمایا:

((اَمَامُکُمْ حَوْضِیْ کَمَا بَیْنَ جَرْبَاءَ وَاَذْرَحَ))

''قیامت کے دن میرا حوض تمہارے سامنے ہوگا اور اس کی لمبائی اتنی ہے جتنا جرباء اور اذرح کے درمیان فاصلہ ہے۔'' ❶

شارحین حدیث کا بیان ہے کہ جرباء اور اذرح ملک شام کے دو گاؤں ہیں۔ آپ ﷺ نے مخاطب کی معلومات کا لحاظ فرماتے ہوئے حوض کوثر کی وسعت کو ان دو گاؤں کے درمیانی فاصلہ سے تشبیہ دے کر بات اس کے ذہن نشین کروائی۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ ان دونوں بستیوں کے درمیان تین دن کی مسافت ہے۔

۳: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حوض کوثر کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا:

((اِنَّ قَدْرَ حَوْضِیْ کَمَا بَیْنَ اَیْلَةَ وَصَنْعَاءَ مِنَ الْیَمَنِ))

''میرے حوض کی لمبائی اتنی ہوگی جتنی ایلہ اور یمن کے شہر صنعاء کے درمیان ہے۔'' ❷

ان دو شہروں کے درمیان مسافت کا دورانیہ تقریباً ۱۵ دن ہے۔

۴: صحابی رسول جناب حارثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، حدیث: ٦٥٧٧۔ صحیح مسلم، باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته، حدیث: ٢٢٩٩۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، حدیث: ٦٥٨٠۔

آپ ﷺ نے حوض کوثر کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا:

((كَمَا بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَصَنْعَاءَ.))

''وہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی ابتدا اور انتہا کے درمیان اتنی دوری ہے جتنی دوری مدینہ طیبہ اور صنعاء کے درمیان ہے۔'' ❶

مدینہ منورہ رحمت عالم ﷺ کی جائے رہائش اور صنعاء یمن کا دارالخلافہ ہے۔ دونوں کے درمیان سینکڑوں میل کی مسافت اور دوری ہے۔

۵: سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سوال کے جواب میں حوض کوثر کا طول بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((مِثْلُ طُوْلِهٖ مَا بَيْنَ عَمَّانَ اِلٰى اَيْلَةَ))

''اس کی لمبائی کا اندازہ ''عمان'' سے ''ایلۃ'' تک کا ہے۔'' ❷

۶: آپ ﷺ کے صحابی جناب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

((عَرْضُهٗ مَا بَيْنَ اَيْلَةَ اِلَى الْجُحْفَةِ))

''حوضِ کوثر کی چوڑائی ''ایلۃ'' سے جحفہ'' کی درمیانی مسافت کے برابر ہے۔'' ❸

۷: جناب انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حوض کوثر کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

((مَثَلُ مَا بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَعُمَّانَ))

''اس کے دو کناروں کا درمیانی فاصلہ مدینہ سے عمان جتنا دور ہے۔'' ❹

۸: مشہور صحابی سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، حدیث: ٦٥٩١.

❷ صحیح مسلم، حدیث: ٢٣٠٠.

❸ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا......، حدیث: ٢٢٩٦.

❹ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا......، حدیث: ٢٣٠٣.

((إِنَّ لِيْ حَوْضًا مَا بَيْنَ الْكَعْبَةِ وَبَيْتِ الْمُقَدَّسِ))

''بلاشبہ میرے لیے ایک حوض ہوگا جو کعبہ سے لے کر بیت المقدس تک کی مسافت جتنا وسیع وعریض ہوگا۔''❶

۹: جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حوضِ کوثر کی وسعت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((حَوْضِيْ كَمَا بَيْنَ الْكُوْفَةِ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ))

''میرے حوض کی وسعت کوفہ سے حجرِ اسود کے درمیان کی وسعت کے برابر ہے۔''❷

۱۰: جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ حَوْضِيْ لَأَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ إِلَى عَدَنٍ))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میرا حوض ایلۃ سے عدن کی مسافت سے بھی زیادہ طول ہوگا۔''❸

حوضِ کوثر کی وسعت، کشادگی، اور طول وعرض کے بارے میں دس احادیث مبارکات آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر مخاطبین کی علمی استعداد اور ذہنی سطح کا لحاظ رکھتے ہوئے حوضِ کوثر کی وسعت وکشادگی کو بیان فرمایا ہے اور لوگوں کو سمجھانے کے لیے ان مقامات کا ذکر فرمایا ہے جنہیں وہ اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے۔ اس سے مقصود حوضِ کوثر کی حد بندی نہیں بلکہ وسعت کا اظہار و بیان ہے۔ بعض شارحین حدیث کا خیال ہے کہ جتنے مقامات کا مختلف احادیث میں ذکر کیا گیا ہے ان کا درمیانی فاصلہ

---

❶ سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب ذكر الحوض، حديث: ۴۳۰۱۔ صححه الالبانی.

❷ جامع ترمذی، ابواب صفة القيامة، باب ما جاء في صفة اواني الحوض، حديث: ۲٤٤٥۔ صححه الالبانی.

❸ سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب ذكر الحوض، حديث: ۴۳۰۲۔ صححه الالبانی.

تقریباً برابر ہے۔ مختصر یہ کہ محشر کے میدان میں رسول اکرم ﷺ کو عطا فرمایا جانے والا حوض کوثر بے حد کشادہ، بڑا طویل اور وسیع وعریض ہوگا۔ اس کے کناروں کو موتیوں اور جواہرات سے سجایا گیا ہوگا۔ رحمت عالم ﷺ ''حوض کوثر'' پر تشریف فرما ہوں گے اور اپنے جانثاروں کو ''جام کوثر'' پلا رہے ہوں گے۔ وہاں کسی قسم کی بھیڑ، ازدحام اور شور شرابہ نہیں ہوگا۔ خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں۔

نَس نَس پئے لوکیں آون طرف تالاب دے
ادبوں جا حاضر ہوون پیش جناب دے
بھر بھر پلاوے ساقی جام شراب دے
پینیاں پینیاں رونق چہرے تے آئی آ
ایہہ چٹھی آسمانوں سرور احمد نوں آئی آ

اے مولائے کریم! تیرے دربار عالی شان میں دست بستہ التجا ہے کہ میدان محشر میں اپنے آخری نبی، ہادی کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے بابرکت ہاتھوں سے ہمیں حوض کوثر کا جام نصیب فرما۔ آمین

حشر کی گھڑیاں۔ خوفناک منظر اور پریشانی کی حالت۔

کوئی نئیں واہرو بن دا جند نمانی دا
لگی آ تیہہ گھٹ مل دا نئیں پانی دا
سامنے اک حوض دِسدا نبی حقانی دا
پر پتہ نئیں ساقی کوثر قیمت کی لائی آ
ایہہ چٹھی آسمانوں سرور احمد نوں آئی آ

حوض ہی حوض

میدان محشر میں تمام امتوں کی پیاس دور کرنے اور انہیں سیراب کرنے کے لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ایک ایک حوض عطا فرمایا جائے گا۔ مگر ان تمام حوضوں میں ہمارے آقا

جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا حوض سب سے بڑا' وسیع' سب سے خوبصورت اور سب سے نرالا ہو گا۔ جس کی خصوصیات ہم ان شاء اللہ بیان کرنے والے ہیں۔ فی الحال دوسرے انبیاء کرام کے حوضوں کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔ صحابی رسول جناب سمرہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میدان محشر کے حوضوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

((اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَاَنَّهُمْ يَتَبَاهُوْنَ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ وَارِدَةً وَاِنِّيْ اَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً)) ❶

''بلاشبہ (قیامت کے دن) ہر نبی کے لیے اک حوض ہوگا۔ اور انبیاء کرام اپنے حوضوں پر آنے والوں کی تعداد پر فخر کریں گے اور مجھے اُمید ہے کہ میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔'' سبحان اللہ

یعنی اللہ تعالیٰ حوض پر وارد ہونے والوں کے حوالے سے بھی حشر کے دن رسول پاک ﷺ کو تمام انبیاء پر برتری' فضیلت اور عظمت عطا فرمائے گا۔ اور تمام انبیاء کرام مل کر بھی ہمارے آقا کی شان و بزرگی کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ میدان محشر میں بھی سرور عالم کی عظمت کو نمایاں' عیاں اور بلند فرمائے گا۔ اور آپ کے حوض سے زیادہ لوگوں کو سیراب فرمائے گا۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حوضوں کے بارنے میں رسول رحمت ﷺ کا ایک فرمان بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

((اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى حَوْضِهٖ بِيَدِهٖ عَصًا يَدْعُوْا مَنْ عَرَفَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَلَا اِنَّهُمْ يَتَبَاهُوْنَ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ تَبَعًا وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَبَعًا)) ❷

''یقیناً ہر نبی کے لیے ایک حوض ہوگا اور ہر نبی عصا ہاتھ میں تھامے اپنے حوض پر

---

❶ جامع ترمذی، ابواب صفة القیامة، باب ما جاء فی صفة الحوض، حدیث: ٢٤٤٣، قال الالبانی، صحیح.

❷ فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض.

کھڑا ہوگا۔ اور اپنی امت کے لوگوں کو پہچان کر اپنے حوض کی طرف بلائے گا۔ اور انبیاء کرام اپنے فرماں برداروں کی کثرت پر فخر کریں گے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ حشر کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

((وَكُلُّ نَبِيٍّ يَدْعُوا أُمَّتَهُ وَلِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّأْتِيْهِ الْفِئَامُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّأْتِيْهِ الْعَصَبَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّأْتِيْهِ الْوَاحِدُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّأْتِيْهِ الْاِثْنَانِ وَمِنْهُمْ لَا يَأْتِيْهِ اَحَدٌ وَاِنِّيْ لَاَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَفِيْ اِسْنَادِهٖ لِيْنٌ.)) [1]

''(حشر کے دن) ہر نبی اپنی امت کو بلائے گا۔ اور ہر نبی کا ایک حوض ہوگا۔ بعض انبیاء کے حوضوں پر بڑی بڑی جماعتیں حاضر ہوں گی۔ کچھ انبیاء کے حوضوں پر چھوٹی چھوٹی ٹولیاں وارد ہوں گی۔ بعض انبیاء کے حوضوں پر آنے والا صرف ایک آدمی ہوگا اور بعض کے پاس صرف دو آدمی حاضری دیں گے۔ اور کچھ انبیاء کرام کے حوضوں پر ایک آدمی بھی وارد نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن میرے فرمانبرداروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔''

؎ یہ مرتبہ بلند جسے ملا مل گیا

نبی محترم ﷺ کے اسی اعزاز' شرف' سعادت اور خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ (اے محبوب ﷺ) ہم نے آپ کو ''حوض کوثر'' عطا فرمایا ہے۔ وہ حوض تمام انبیاء کے حوضوں سے بہتر' برتر' اعلیٰ تر اور بے مثل و بے مثال ہے۔

حوضِ کوثر کا نقشہ

میدان محشر میں رسول اکرم ﷺ کو عطا فرمایا جانے والا ''حوض کوثر'' جس طرح اپنی وسعت' کشادگی اور طول وعرض میں بے مثل و بے مثال ہے۔ اسی طرح پانی کی مٹھاس'

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض۔

ٹھنڈک، خوشبو، مہک اور آب خوروں کی کثرت و نفاست کے اعتبار سے بھی باکمال و لاجواب ہے۔ آیئے۔ صاحب حوض کوثر کی زبان حق ترجمان سے حوض کوثر کی خصوصیات اور اس کا نقشہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

مشہور صحابی سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

- حَوْضِیْ مَسِیْرَۃُ شَھْرٍ ۔ میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہوگا۔
- وَمَاءُ ہٗ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ۔ اور اس حوض کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا۔

آپ جانتے ہیں کہ جب کسی چیز کی انتہائی سفیدی کو بیان کرنا مقصود ہو تو کہا جاتا ہے۔ یہ چیز دودھ جیسی سفید ہے'' مگر رسول اکرم ﷺ نے ''آب کوثر'' کو دودھ کی طرح سفید نہیں بلکہ دودھ سے بھی زیادہ سفید قرار دیا ہے۔ اللہ ہی جانے کہ اس کی سفیدی، چمک اور نظافت کی کیفیت کیا ہوگی؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین

- وَرِیْحُہٗ اَطْیَبُ مِنَ الْمِسْکِ ...... اور اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ اچھی ہوگی۔
یعنی حوض کوثر کے پانی سے جو خوشبو آئے گی وہ ایسی اعلیٰ ہوگی کہ دنیا کی کستوری بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ کستوری جیسی نہیں بلکہ کستوری سے افضل و اعلیٰ ہوگی۔
- وَکِیْزَانُہٗ کَنُجُوْمِ السَّمَاءِ ...... اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں گے۔

چونکہ آپ ﷺ کے اُمتی اور حوض کوثر پر حاضری دینے والے لاتعداد، بے شمار اور بے حساب ہوں گے اس لیے حوض کوثر کے برتن بھی اَن گنت اور بے شمار ہوں گے۔ جس طرح آسمان پر چمکنے والے ستاروں کو کوئی گن نہیں سکتا اسی طرح حوض کوثر کے برتنوں اور آبخوروں کو بھی شمار نہیں کیا جاسکتا۔

قیامت اور حشر کا دن دنیا کے پچاس ہزار سالوں کے برابر ہوگا۔ گرمی کی شدت انتہا کو پہنچی ہوگی۔ ہر طرف سے اَلْعَطَشُ، اَلْعَطَشُ۔ پیاس پیاس کی آوازیں آرہی ہوں گی۔ ان حالات میں اگر ایک مرتبہ آب کوثر کے چند گھونٹ میسر آگئے اور ہونٹ تر بھی ہوگئے تو

تھوڑی دیر بعد پھر پیاس سے لوگ نڈھال ہونا شروع نہ ہو جائیں گے۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے رسول محترم ﷺ نے فرمایا:

- مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا يَظْمَاُ اَبَدًا۔ جو شخص حوض کوثر سے ایک مرتبہ ''آب کوثر'' پی لے گا۔ پھر وہ (میدان حشر میں) کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ یعنی ایک بار حوض کوثر سے سیراب ہونے کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس اس کے قریب نہیں آئے گی۔ سبحان اللہ۔ [1]

رسول اکرم ﷺ نے حوض کوثر کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے کناروں کی بناوٹ، اس کی مٹی کی نظافت اور اس کی زمین کی نفاست کو بھی اپنی زبان نبوت سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

- اَلْكَوْثَرُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ ...... کوثر جنتی نہر (حوض کوثر) کا نام ہے۔
- حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ ...... اس حوض کے دونوں کنارے سونے کے بنے ہوئے ہیں۔
- وَمَجْرَاهُ عَلَى الدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ ...... اس حوض کا پانی موتیوں اور یاقوت پر بہتا ہے۔
- تُرْبَتُهُ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ ...... اس حوض کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔
- وَمَاءُهُ اَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ ...... اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔
- وَاَبْيَضُ مِنَ الثَّلْجِ ...... اور حوض کوثر کا پانی برف سے زیادہ سفید ہے۔ [2]
- يُرٰى فِيْهِ اَبَارِيْقُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ...... حوض کوثر کے پیالے سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، حدیث: ٦٥٧٩.

[2] سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الکوثر، حدیث: ٣٣٦١۔ قال الالبانی، صحیح.

[3] سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب فی ذکر الحوض، حدیث: ٤٣٠٥۔ قال الالبانی، صحیح.

خادم مصطفیٰ ﷺ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے حوض کوثر کے کناروں کی خوبصورتی اور حسن کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: حَافَتَاهُ قُبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ۔ اس حوض کوثر کے دونوں کناروں پر خولدار موتیوں کے گنبد بنے ہوئے ہوں گے۔ ❶

احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ ہیں حوض کوثر کے خدوخال اور یہ ہے اس کا خوبصورت' بے مثال اور لاجواب نقشہ جس کی عطائیگی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ﴾ (اے پیغمبر) ہم نے آپ کو ''حوض کوثر'' عطا فرمایا۔

حوض کوثر پہ استقبال

حشر اور قیامت کے دن جب لوگ پریشان حال اور غم زدہ ہوں گے تو اہل ایمان' مومنین کاملین' مخلصین و قانتین اور فرماں برداروں اور اطاعت گزاروں کے استقبال کے لیے اللہ رب العزت کے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ حوض کوثر پر پہلے تشریف فرما اور موجود ہوں گے۔ جونہی رحمت کائنات اپنے امتیوں کی طرف نظر کرم فرمائیں گے اور افراد اُمت نبی دو جہاں ﷺ کے چہرہ مبارک کی زیارت سے لطف اندوز ہوں گے تو سارے غم غلط ہو جائیں گے۔ پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور فکرمندیاں ختم کر دی جائیں گی۔ اور جب حوض کوثر پر حاضری ہوگی تو جام کوثر نوش کرتے ہی چہروں پہ رونق آ جائے گی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حوض کوثر پر اپنی موجودگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ)) ❷

''جونہی تم میدان محشر میں حاضر ہو گے تو) میں تم سے پہلے (تمہارے استقبال کے لیے) حوض کوثر پر موجود ہوں گا۔''

حدیث مبارکہ میں اس امر کی صراحت اور وضاحت بھی موجود ہے کہ رسول محترم ﷺ

❶ صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب فی الحوض، حديث : ٦٥٨١.

❷ صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب فی الحوض، حديث : ٦٥٧٥.

کا بابرکت منبر حوض کوثر پر رکھا جائے گا اور آپ ﷺ اس منبر پر جلوہ افروز ہوں گے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِيْ عَلٰى حَوْضِيْ.)) ❶

''میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ (بظاہر مسجد نبوی کی زمین کا ٹکڑا نظر آ رہا ہے لیکن حقیقت میں رب العالمین نے اسے) جنت کے باغوں میں سے اک باغ بنا دیا ہے۔ اور (میدان محشر میں) میرا منبر میرے حوض کوثر پہ ہوگا۔''

آپ ذرا تصور فرمائیں وہ کیسا سہانا منظر ہوگا۔ امت محمدیہ کے لوگ قبروں سے نکل کر میدان محشر کی طرف رواں دواں ہوں گے۔ دلوں میں خوف' طبیعتوں میں گھبراہٹ' حساب کا ڈر' دربار الٰہی میں حاضری کا یقین' جنت کی اُمید اور جہنم کا اندیشہ۔ انہیں خیالات میں غلطاں تمام لوگ ایک نشان کی طرف بھاگے جا رہے ہوں گے۔ کہ اچانک سامنے حوض کوثر نظر آ جائے گا۔ اور حوض کوثر پر نظر پڑتے ہی رحمت عالم ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت ہوگی۔ اور اللہ کے پاک نبی ﷺ انتہائی شفقت ومحبت سے اعلان فرما رہے ہوں گے۔ میرے اُمتیو! گھبراؤ مت اور پریشان نہ ہو۔ کیونکہ میں تمہارے استقبال اور تمہاری سیرابی کے لیے پہلے سے حوض کوثر پر موجود ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں فکرمندی کی کیا ضرورت ہے۔ یہ لو آبِ کوثر سے بھرے ہوئے چاندی اور سونے کے پیالے' لبوں سے لگاتے جاؤ' پیاس بجھاتے جاؤ باب جنت کی طرف جاتے جاؤ۔ جب تک تم جنت میں داخل نہیں ہو جاؤ گے آبِ کوثر کی برکت سے تمہیں پیاس محسوس بھی نہیں ہوگی۔

اللہ رب العالمین ہمیں ایسے خوش نصیبوں میں شامل فرمائے۔ آمین۔

انصار کا اعزاز

''انصار'' ناصر کی جمع ہے جس کا معنیٰ ''مددگار'' ہے۔ مدینہ طیبہ کے قبائل اوس اور خزرج

❶ صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب فى الحوض، حديث : ٦٥٨٨.

جب مسلمان ہوئے اور آپ ﷺ سے نصرت اسلام کا عہد کیا تو رسول اکرم ﷺ کی زبان فیض ترجمان نے انہیں اپنے ''انصار'' کا بے مثال لقب عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عام اہل ایمان کے علاوہ انصار مدینہ کو خصوصی طور پر حوض کوثر پر ملاقات کی بشارت اور خوشخبری سنائی۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم اور جناب انس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ:

''غزوہ حنین کے موقع پر قبیلہ بنی ہوازن سے اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو جو مال غنیمت عطا فرمایا، آپ ﷺ نے نبوی حکمت اور مصلحت کی بنا پر وہ نئے نئے مسلمان ہونے والوں میں تقسیم فرما دیا۔ (وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا) اور انصاریوں کو کچھ بھی نہ دیا۔ (انصار کے نوجوان اس حکمت نبوی کو سمجھ نہ سکے) اور انہوں نے آپ کے اس فیصلے پر اضطراب کا اظہار کیا۔ بعض نوجوانوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ:

((يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰه ﷺ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ))

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی مغفرت فرمائے۔ آپ نے قریش کو مال غنیمت عنایت فرما دیا اور ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ ابھی ہماری تلواروں سے دشمنوں کا خون بہہ رہا ہے۔ (یعنی میدان جہاد میں ہماری خدمات زیادہ ہیں اور ہمیں محروم کر کے قریشیوں کو نوازا جا رہا ہے) جب رسول پاک ﷺ کو انصاری نوجوانوں کی چہ میگوئیوں کی اطلاع پہنچی تو آپ ﷺ نے انصاریوں کو جمع ہونے کا حکم فرمایا۔ جب انصار مدینہ اکٹھے ہو گئے تو سرور عالم ﷺ وہاں تشریف لائے اور انصار سے فرمایا: (مَا حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ) تمہاری جو بات مجھ تک پہنچی ہے کیا وہ صحیح ہے؟ انصار کے بزرگوں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول! ہمارے سردار اور معزز قسم کے لوگوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ البتہ ہمارے بعض نوجوانوں نے کم عمری اور ناتجربہ کاری کی بنا پر کچھ باتیں کی ہیں۔ اب رسول اللہ ﷺ کارکنوں کی غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے۔ صورت حال کی وضاحت کے لیے اور اپنی پوزیشن واضح کرنے کے لیے

کھڑے ہوئے اور فرمایا:

((یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْکُمْ ضُلَّالًا فَھَدَاکُمُ اللّٰہُ بِیْ کُنْتُمْ مُتَفَرِّقِیْنَ فَاَلَّفَکُمُ اللّٰہُ بِیْ وَعَالَۃً فَاَغْنَاکُمُ اللّٰہُ بِیْ)) ❶

اے انصار مدینہ! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت نصیب فرمائی۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن اور مخالف تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہارے درمیان الفت اور محبت پیدا فرمائی۔ اور تم محتاج وتنگدست تھے پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں مال دار اور غنی بنا دیا۔ انصار مدینہ آپ ﷺ کی تقریر کے ایک ایک جملے پر کہتے ہاں! ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بڑے احسان مند ہیں اور اللہ کریم اور اس کے رسول ﷺ کا ہم پر بڑا فضل وکرم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَوْ شِئْتُمْ لَقُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا)) اگر تم چاہو تو مجھے یہ جواب دے سکتے ہو کہ۔ اے اللہ کے رسول! جب آپ ہمارے پاس آئے تو لوگ آپ کو جھٹلا رہے تھے۔ ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ آپ بے یارومددگار تھے ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ کو اپنے وطن سے نکال دیا گیا تھا ہم نے جگہ فراہم کی۔ آپ غم زدہ اور پریشان تھے ہم نے آپ کی غمگساری او غمخواری کی۔ اے انصاریو! تم دنیا کی اس عارضی دولت کے لیے مجھ سے ناراض ہو رہے ہو جس کے ذریعے میں نے نئے مسلمانوں کی دلجوئی کی ہے اور انہیں اسلام پر پختہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اے گروہ انصار!

((اَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّذْھَبَ النَّاسُ بِالشَّاۃِ وَالْبَعِیْرِ وَتَذْھَبُوْنَ بِالنَّبِیِّ ﷺ اِلٰی رِحَالِکُمْ))

"کیا تم اس فیصلہ پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو اپنے گھروں کو اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم جب یہاں سے جاؤ تو اللہ کے نبی کو ساتھ لے کر جاؤ۔ اللہ کی قسم جو چیز تم ساتھ لے کر جاؤ گے وہ اس سے بہتر ہے جو وہ لے کر جائیں گے۔"

لوک گھراں نوں لے کر جاون اُوٹھ تے بکریاں گائیں
تسیں گھراں نوں لے کر جاؤ حوض کوثر دا سائیں

آپ ذرا تصور فرمائیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی زبان اقدس سے یہ کلمات اور فقرے سن کر انصار مدینہ کے دل پر کیا گزری ہوگی؟ کیا ان کے دل پسیج نہ گئے ہوں گے؟ کیا ان کی آنکھیں ڈبڈبا نہ گئی ہوں گی؟ کیا ان کے جذبات بے قابو نہ ہو گئے ہوں گے؟ میرا احساس تو یہ ہے کہ یہ الفاظ کہتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ بھی رو رہے ہوں گے۔ اور انصار کا ہر فرد بھی آنسو بہا رہا ہوگا۔ سیرۃ ابن ہشام میں لکھا ہے کہ رحمت عالم ﷺ کا یہ خطاب سن کر انصار اتنا روئے کہ آنسوؤں سے اُن کی داڑھیاں تر ہوگئیں۔

خطیب الانبیاء ﷺ کی پر تاثیر تقریر سن کر تمام انصاریوں نے بیک زبان اور بآواز بلند اعلان کر دیا۔ قَدْ رَضِیْنَا۔ ہم اس فیصلہء رسول پر راضی ہیں۔ قَدْ رَضِیْنَا۔ ہم راضی ہیں۔ قَدْ رَضِیْنَا۔ ہم خوش ہیں کہ لوگ اپنے گھروں کو مال غنیمت لے کر جائیں اور ہم اپنے محبوب اور اللہ کے رسول ﷺ کو ساتھ لے کر جائیں گے۔ جب سوگوار ماحول میں خوشگواری آئی تو نبی محترم ﷺ نے فرمایا: ((لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءً مِّنَ الْاَنْصَارِ)) اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں بھی گروہ انصاری کا ایک فرد ہوتا۔ ((وَلَوْسَلَكَ النَّاسُ وَادِيًاوَّشِعْباً لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ وَشِعْبَهَا)) اور اگر لوگ کسی گھاٹی یا وادی میں چلیں اور انصار دوسری راہ پر چلیں تو میں انصاریوں کے ساتھ ان کے راستہ پر چلوں گا۔ انصار تو میرے لیے اس کپڑے کی مانند ہیں جو ہر وقت جسم کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ اور دوسرے لوگ اوپر والے کپڑے کی طرح ہیں۔ فرمایا انصاریو! یہ تو اتنا سخت فیصلہ نہیں ہے جس پر تم نالاں اور مضطرب ہو گئے ہو۔ ((سَتَلْقَوْنَ بَعْدِی اَثَرَةً)) میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ تم حالات سے دلبرداشتہ نہ ہو جانا۔ ((فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ)) صبر کا مظاہرہ کرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پہ میری اور تمہاری ملاقات ہو جائے۔ اور جب تم میدان حشر میں آؤ گے تو فَاِنِّیْ عَلَی الْحَوْضِ۔ میں حوض کوثر پہ تمہارا انتظار کر رہا

ہوں گا۔ ❶

حوض کے ساتھی

حوض کوثر پہ وارد ہونے والوں، حاضری دینے والوں اور رسول پاک کے دست اطہر سے "جام کوثر" پینے والوں کا ذکر خیر شروع ہوا ہے تو مجھے ایسی ہستی اور شخصیت یاد آ رہی ہے، جسے رسول اکرم ﷺ نے اپنی دنیوی حیات مبارکہ میں بھی ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔ آج قبر مبارک میں بھی وہ آپ کے ساتھ ہیں۔ میدان محشر میں بھی وہ آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اور "حوض کوثر" پہ بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اس "ہستی" شخصیت اور ذات کا نام ہے۔ "سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ"۔ نبی اور صدیق کا ساتھ ایسا مضبوط اور پختہ ہے کہ۔

- جب سرکار دو عالم ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ سفر میں تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سفر میں تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ حضر میں تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضر میں تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ غار ثور میں تھے۔ تو، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور میں تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ خیمہ اُم معبد میں تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہیں تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ قباء میں تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قباء میں تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ مدینہ منورہ میں تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ بدر میں تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بدر میں تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ اُحد میں تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُحد میں تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ خندق کھود رہے تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی خندق کھود رہے تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ حدیبیہ میں تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حدیبیہ میں تھے۔

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال، حدیث : ۴۳۳۰.

- جب سرکار دو عالم ﷺ سرزمین خیبر میں تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سرزمین خیبر میں تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ مکہ کی طرف روانہ تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف روانہ تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ اہل مکہ سے مذاکرات کر رہے تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اہل مکہ سے مذاکرات میں شریک تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ حنین پہنچے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حنین پہنچ چکے تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ محاصرہ کرنے والوں میں شامل تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ جعرانہ میں غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جعرانہ میں حاضر تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تبوک کی طرف روانہ تھے۔
- جب سرکار دو عالم ﷺ نے حجۃ الوداع کا احرام باندھا۔ تو۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی حالت احرام میں تھے۔
- جب رحمت عالم ﷺ کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ تو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی بیت اللہ کے گرد چکر لگا رہے تھے۔
- جب رحمت عالم ﷺ منیٰ گئے۔ تو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وادی منیٰ میں حاضر تھے۔
- جب رحمت عالم ﷺ میدان عرفات تشریف لے گئے۔ تو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرفات میں بھی ساتھ تھے۔
- جب رحمت عالم ﷺ مزدلفہ لوٹے۔ تو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی مزدلفہ میں ساتھ تھے۔
- جب رحمت عالم ﷺ قربانی کر رہے تھے۔ تو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی قربانی کا جانور ذبح

کر رہے تھے۔

- جب رحمت عالم ﷺ مدینہ منورہ جا رہے تھے۔ تو۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ آ رہے تھے۔

آپ امام الانبیاء ﷺ کی حیات مبارکہ کا تفصیلی مطالعہ کریں تو ہر جگہ، ہر مقام اور ہر آن اگر کوئی شخص ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نظر آئے گا تو وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں گے...... وہ آج بھی رسول پاک کے ساتھ حجرے میں دفن ہیں۔ کل قیامت کے دن بھی اکٹھے اٹھیں گے۔ حشر میں ساتھ جائیں گے۔ اور حوض کوثر پر بھی رحمت عالم ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول رحمت ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے ابوبکر!

((اَنْتَ صَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ وَصَاحِبِیْ فِی الْغَارِ)) [1]

''تم غار ثور میں میرے ساتھی تھے اور میرے حوض کوثر پر بھی میرے ساتھی ہو گے۔''

بعض تفسیری روایات میں ہے کہ میدان محشر میں ''حوض کوثر'' کے چاروں کونوں پر رسول مکرم ﷺ کے چاروں خلفاء سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہوں گے۔ اور آپ ﷺ کے امتیوں کو ''آب کوثر'' پلا رہے ہوں گے۔ کچھ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دست اطہر سے حوض کوثر کا جام پئیں گے۔ کچھ لوگ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بابرکت ہاتھوں سے حوض کوثر کا پانی نوش فرما رہے ہوں گے۔ بعض سعادت مندوں کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جام کوثر تھمائیں گے۔ اور بعض خوش نصیبوں کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کوثر کا جام پلائیں گے۔ اور کئی ایسے خوش قسمت ہوں گے جن کے لبوں سے آب کوثر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ لگائیں گے۔ اے اللہ کریم! ہمیں ایسے نیک بختوں میں شامل فرما۔ آمین۔

[1] جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما، حدیث: ۳۶۷۰۔ قال الالبانی ضعیف۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''وَاِنَّ عَلٰی اَرْکَانِهٖ الْاَرْبَعَةِ خُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَاَنَّ مَنْ اَبْغَضَ وَاحِدًا مِنْهُمْ لَمْ يَسْقِهِ الْاٰخِرُ'' [1]

''اور اس حوض کوثر کے چاروں کونوں پر خلفاء اربعہ تشریف فرما ہوں گے۔ جو شخص ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بغض و عناد رکھے گا۔ اسے حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی نصیب نہیں ہو گا۔''

مہاجرین کا شرف

حوض کوثر پہ حاضری، آب کوثر سے سیرابی اور جام کوثر کی عطائیگی کے موقع پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی راہ میں گھر بار لٹانے والوں، فقر کی زندگی گزارنے والوں اور پراگندہ حالت میں بھی اللہ کا شکر بجا لانے والوں کو خصوصی عزت اور خاص شرف سے نوازے گا۔ اور اس کی صورت یہ ہو گی کہ اللہ رب العزت ایسے سعادت مندوں کو سب سے پہلے حوض کوثر پہ حاضری کی اجازت فرمائے گا۔ اور باقی لوگوں سے قبل انہیں حوض کوثر سے سیراب فرمائے گا۔ جامع ترمذی میں ہے کہ:

خلیفہ وقت جناب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور خلافت میں ایک شخص ابو سلام حبشی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک پیغام اور سواری بھیج کر انہیں اپنے پاس بلایا اور ان سے فرمایا کہ میں نے آپ کو تکلیف اس لیے دی ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ آپ صحابی رسول جناب ثوبان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ''حوض کوثر'' کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کرتے ہو۔ میں تم سے وہ حدیثِ رسول بالمشافہ سننا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں نے تمہیں اپنے پاس بلوایا۔ از راہ کرم حوض کوثر کے متعلق وہ فرمان رسول میرے سامنے بیان فرمایئے تاکہ اسے سن کر مجھے فطری راحت، قلبی اطمینان اور دلی سکون حاصل ہو۔ چنانچہ ابو سلام حبشی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے صحابی رسول جناب ثوبان رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] تفسیر قرطبی، سورۃ الکوثر۔

((حَوْضِیْ مِنْ عَدْنٍ اِلَی عَمَّانَ الْبَلْقَاءِ وَمَاؤُهُ اَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ وَاَكْوَابُهُ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شُرْبَةً لَمْ یَظْمَاْ بَعْدَهَا اَبَدًا وَ اَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْدًا عَلَیْهِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِیْنَ الشُّعْثُ رُءُ وْسًا اَلدُّنُسُ ثِیَابًا اَلَّذِیْنَ لَا یَنْكِحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا یُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ.)) ❶

''میرا حوض عدن سے عمان تک چوڑا ہو گا۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا۔ اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں گے۔ جس نے اس حوض کوثر سے ایک بار پانی پی لیا۔ وہ اس کے بعد (جنت میں داخل ہونے تک) کبھی پیاسا نہیں ہو گا۔ حوض کوثر پہ سب سے پہلے آنے والے وہ فقراء مہاجرین ہوں گے۔ جن کے سر غبار آلود اور کپڑے میلے کچیلے ہوں گے۔ اور انہوں نے ناز ونعمت میں پرورده عورتوں سے نکاح نہیں کئے ہوں گے۔ اور ان کے استقبال کے لیے دروازے بھی نہیں کھولے جاتے رہے ہوں گے۔''

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ جناب عمر عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث مبارکہ سن کر اتنا روئے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

ایسے پراگندہ حال مہاجرین' غریب الدیار مگر عبادت گزار وشب زندہ دار لوگوں کو سب سے پہلے حوض کوثر پہ حاضری کا اعزاز اور شرف عطا فرمایا جائے گا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔ آمین

محروم کوثر......مشرک

میدان حشر میں ہمارے آقا ومولیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا حوض کوثر ٹھاٹھیں مار رہا ہو گا۔

❶ جامع ترمذی، ابواب صفة القیامة، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، حدیث: ۲۳۴۴، قال الالبانی: صحیح۔

تاحدِ نگاہ حوض کوثر کا چمکتا ہوا' میٹھا اور ٹھنڈا پانی نظر آئے گا۔ لوگ جوق در جوق آئیں گے' اس حوض سے سیراب ہوتے جائیں گے۔ لاتعداد افراد اس کا پانی نوش فرمائیں گے۔ مگر اس میں کمی محسوس نہ ہوگی۔ کیونکہ

((يُشْخَبُ فِيهِ مِيزَابَانِ مِنَ الْجَنَّةِ)) [1]

''اس حوض میں جنت کے دو پرنالوں سے مسلسل پانی گر رہا ہوگا۔''

اس حوض کا ایک جام پیتے ہی چہرے پر رونق، طبیعت میں قرار اور جسم میں طاقت آ جائے گی۔ جو بھی آتا جائے گا۔ وہ پیتا جائے گا۔ اور جسے ایک گھونٹ بھی نصیب ہو گیا وہ دخول جنت تک پیاسا نہ ہوگا...... مگر چار قسم کے لوگ ایسے ہوں گے جنہیں حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا۔ تالاب سے دور ہٹا دیا جائے گا۔ آبِ کوثر سے محروم کر دیا جائے گا۔ بلکہ وہاں سے دھکے دے کر نکال دیا جائے گا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ ان بدبختوں کا کیا حال ہوگا۔ جنہیں رحمت عالم ﷺ نے حوض کوثر کا پانی پلانے سے انکار کر دیا۔ پہلی قسم کے وہ لوگ جنہیں حوض کوثر کے قریب نہیں آنے دیا جائے گا۔ وہ ''مشرک'' ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات' ذات، عبادات اور اختیارات میں کسی دوسرے کو ساجھی' حصہ دار اور شریک جاننے کا نام شرک ہے۔ اور یہ ناقابل معافی جرم' کبیرہ گناہ اور ظلم عظیم ہے۔ قرآن مجید کی سینکڑوں آیات میں شرک کی مذمت اور تردید کی گئی ہے۔ پانچویں پارے میں فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (النساء: 48)

''اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے تو یہ گناہ وہ کبھی معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جو گناہ ہیں وہ جسے چاہتا ہے معاف بھی فرما دیتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا اس نے بہتان باندھا اور بہت

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ، حدیث: ۲۳۰۰.

بڑا گناہ کیا۔''

یعنی اگر کوئی آدمی شرک کی حالت میں توبہ کیے بغیر فوت ہو جائے تو اس کی معافی کی کوئی صورت نہیں۔ ہاں اگر دنیوی زندگی میں شرک سے توبہ کر لے' عقیدہ توحید اختیار کر لے اور فرماں بردار بن جائے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ قرآن مجید کے چھٹے پارے میں مشرک کی محرومی جنت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَأْوٰهُ النَّارُ ۖ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝﴾ (المائدة: 72)

''بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اور اس کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے اور (حشر کے دن) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔''

حوضِ کوثر ایک جنتی مشروب ہے اور جنت کی نعمتیں مشرک کے لیے حرام ہیں اور اس کا وہاں داخلہ قطعی ممنوع ہے لہٰذا اس امر میں قطعاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ مشرک آدمی حوضِ کوثر کے مشروب سے محروم رہے گا اور حشر کی سختیوں اور تکلیفوں میں اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا۔ ٹٹولیے اپنے ضمیر کو۔۔۔۔ جائزہ لیجئے اپنے عقیدے کا۔۔۔۔۔ اور جھانکیے اپنے دل میں کہ کہیں ہمارے اندر تو شرک کی نجاست اور غلاظت نہیں ہے اگر دل و دماغ اور قلب و ذہن شرک سے پاک اور محفوظ و مامون ہیں تو اللہ رب العزت کا شکر ادا کیجئے اور حوضِ کوثر سے آبِ کوثر کی امید رکھیے۔ اور اگر خدانخواستہ عقیدہ توحید میں کوئی کمزوری پائی جاتی ہے تو اسے دور فرمایئے' شرکیہ عقائد اور اعمال سے فوراً توبہ کیجئے وگرنہ یاد رکھیے کہ مشرک آدمی کو حوضِ کوثر کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہیں ہوگا اور اسے دھکے دے کر وہاں سے دور ہٹا دیا جائے گا۔

بدعتی

دوسری قسم کے لوگ جنہیں حوضِ کوثر سے دور ہٹا دیا جائے گا۔ وہ بدعتی ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں ہر وہ چیز جسے قربِ الٰہی اور حصولِ ثواب کی غرض سے نبی اکرم ﷺ کے بعد

ایجاد کیا گیا ہو اور تعامل صحابہ سے بھی اس کی کوئی دلیل نہ ہو اسے ''بدعت'' کہتے ہیں۔ دین اسلام میں بدعت کا جاری کرنا انتہائی سنگین جرم ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .)) [1]

''جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے تو اسے رد کر دیا جائے گا۔''

بدعات کی مذمت فی الوقت ہمارا موضوع نہیں ہے بلکہ ہم صرف یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ بدعتی آدمی دنیا اور آخرت میں جو نقصانات اٹھاتا ہے ان میں سے ایک اہم نقصان یہ ہے کہ بدعت پر عمل کرنے والا حوض کوثر سے محروم کر دیا جائے گا۔ صحابی رسول جناب سہل بن سعد اور جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اِنِّیْ فَرَطُكُمْ عَلَی الْحَوْضِ)) (اے میرے فرماں بردارو!) میں تم سے پہلے حوض کوثر پر موجود ہوں گا۔ ((مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ)) جو شخص میرے پاس سے گزرے گا وہ آب کوثر پیئے گا۔ ((وَمَنْ شَرِبَ لَمْ یَظْمَاْ اَبَدًا)) اور جس نے ایک مرتبہ آب کوثر پی لیا وہ کبھی (دخول جنت تک) پیاسا نہیں ہوگا۔ ((لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَیَعْرِفُوْنِیْ)) حوض کوثر پر میرے پاس کچھ ایسے لوگ بھی آئیں گے کہ میں انہیں (ظاہری علامات سے) پہچان لوں گا۔ (کہ وہ میرے امتی ہیں) اور وہ مجھے پہچان لیں گے (کہ میں ان کا رسول ہوں) میں انہیں حوض کوثر کا پانی پلانا چاہوں گا۔ ((ثُمَّ یُحَالُ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ)) پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ ڈال دیا جائے گا۔ (دیوار حائل کر دی جائے گی) ((فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّیْ)) میں کہوں گا یہ تو مجھ میں سے ہیں یعنی میرے امتی ہیں۔ (انہیں میرے پاس آنے دو' حوض کوثر سے پانی پینے دو اور پیاس بجھانے دو) آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر مجھے بتایا جائے گا۔ اے

[1] صحيح مسلم، كتاب الاقضية، باب نقض الاحكام الباطلة وردّ محدثات الامور، حديث : ۱۷۱۸.

اللہ کے رسول! ((اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ)) آپ کو معلوم نہیں ہے۔ آپ جانتے نہیں ہیں اور آپ کے علم میں نہیں ہے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں نئی چیزیں (بدعات) ایجاد کر لی تھیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ اس پر میں کہوں گا۔ ((سُحْقًا سُحْقًا لِّمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ)) جن لوگوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کر لی تھی انہیں میرے حوض کوثر سے اور مجھ سے دور ہٹا دیا جائے گا۔''[1]

اگر آپ حشر کے دن نبی اکرم ﷺ کے حوض کوثر سے سیراب ہونا چاہتے ہیں تو بدعات سے مکمل اجتناب کریں، رحمت عالم ﷺ کی ہر ادا پر عمل کرنے کی کوشش کریں، سنت مطہرہ کے مطابق زندگی گزاریئے۔ تو ان شاء اللہ العزیز پھر آپ کو حوض کوثر سے کوئی روک نہ سکے گا۔ اور اللہ کے آخری رسول ﷺ اپنے بابرکت ہاتھوں سے آب کوثر پلائیں گے۔ خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کا بڑا خوبصورت مفہوم بیان فرمایا ہے۔ حوض کوثر پر۔۔۔

آیا اِک ٹولہ چہرے چند نورانی نے
مومناں والی پائی پوری نشانی نے
پانی پلاون چاہیا نبی حقانی نے
قدرت تھیں مولا وچ کندھ ٹکائی آ
ایہہ چِٹھی آسانوں سرور احمد نوں آئی

آپ ﷺ کو آگاہ کیا جائے گا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ۔۔۔

ایہہ نئیں امت تیری احمد پیاریا
باغ رسولا تیرا اینہاں نے اجاڑیا
نویاں نویاں رسماں کڈھ دین نور بگاڑیا

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، حدیث: ۶۵۸۳، ۶۵۸۴.

دین وچ شاہا اینہاں بدعت ملائی آ
ایہہ چٹھی آسانوں سرور احمد نوں آئی

بے نماز

اسلامی نظام عبادات میں نماز کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز تمام عبادات کا گلدستہ اور مجموعہ ہے۔ اس میں ثناء بھی ہے اور دعا بھی۔۔۔ نماز میں نیاز بھی ہے اور فریاد بھی...... اس میں عبدیت کی انتہا بھی ہے اور رب العالمین کی رضا بھی...... نماز میں پیغام بھی ہے اور سلام بھی...... اسلام کسی حالت میں بھی مسلمانوں کو نماز ترک کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے بے نماز کو کافر قرار دیا ہے۔ اور بے نماز کے جہنمی ہونے کی گواہی قرآن مجید میں موجود ہے۔ نماز نہ پڑھنے کے نقصانات کی فہرست خاصی طویل ہے۔ مگر موضوع کی مناسبت سے یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ بے نماز شخص کو حوض کوثر سے پانی نصیب نہیں ہوگا۔ اور وہ آب کوثر سے محروم کر دیا جائے گا۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آپ ﷺ ایک دن مدینہ طیبہ کے قبرستان میں تشریف لے گئے۔ اور اہل قبور سے فرمایا۔ اے ان گھروں کے رہنے والے اہل ایمان! تم پر سلامتی ہو اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی یقیناً تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَوَدِدْنَا اَنْ قَدْرَءَ يْنَا اِخْوَانَنَا)) ہماری خواہش تھی کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! اَوَلَسْنَا اِخْوَانَكَ۔ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ۔ تم میرے صحابی ہو۔ ((وَاِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ يَاْتُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ)) اور میرے بھائی تو وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے۔ ((وَاَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ)) (اے میرے فرماں بردارو!) میں تم سے پہلے حوض کوثر پر موجود ہوں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! ((كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَاْتِ مِنْ اُمَّتِكَ)) آپ حوض کوثر پر آنے والے اپنے امتیوں کو کیسے پہچانیں گے۔ جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر کسی کے پانچ سفید

اعضاء (چاروں پاؤں اور چہرہ) والے گھوڑے کالے سیاہ قسم کے گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ شخص اپنے پانچ کلیان گھوڑوں کو پہچان نہ لے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی' وہ تو ضرور پہچان لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَاِنَّهُمْ یَأْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ))
''میرے امتی جب حوض کوثر پہ آئیں گے تو وضو کے پانی کی وجہ سے ان کے پانچ اعضاء چمک رہے ہوں گے۔ ان کے دونوں ہاتھ' دونوں پاؤں اور چہرے روشن ہوں گے اور میں دور سے پہچان لوں گا یہ کہ میرے امتی ہیں جو نمازیں پڑھنے کے لیے وضو کیا کرتے تھے۔ ((وَاَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ)) اور میں حوض کوثر پر تم سے پہلے تمہیں پانی پلانے کے لیے موجود ہوں گا۔''[1]

اس حدیث مقدسہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حوض کوثر پر وارد ہونے والوں کی پہچان وضو اور نماز ہوگی۔ اور جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ظاہر ہے کہ وہ وضو بھی نہیں کرتے اس لیے وہ میدان محشر میں اس چمک سے خالی ہوں گے اور جن کے اعضاء وضو سے روشن نہیں ہوں گے انہیں حوض کوثر سے دور ہٹا دیا جائے گا اور آب کوثر سے محروم کر دیا جائے گا۔ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھیے۔ باقاعدگی سے پڑھئے۔ پابندی سے پڑھیے۔ اور سنت کے مطابق پڑھیے تو ان شاء اللہ العزیز حوض کوثر پہ ہمارے آقا و مولا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ جام کوثر لیے ہمارا انتظار فرما رہے ہوں گے۔

دشمن صحابہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت کا دلی احترام ہر کلمہ گو کی ذمہ دری ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث کی تعلیمات انہیں کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دشمنی' عداوت اور بغض بھی حوض کوثر سے محرومی کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ رسول محترم ﷺ کا فرمان ذیشان

[1] سنن ابن ماجه ابواب الزهد، باب ذكر الحوض، حديث : ٤٣٠٦۔ قال الالبانى، صحيح.

آپ سن چکے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے یار غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَصَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ))

''آپ غارِ ثور میں میرے ساتھی تھے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہوں گے۔''

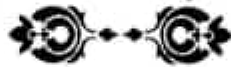
آپ یہ بات بھی جان چکے ہیں کہ حوض کوثر کے چاروں کونوں پر خلفائے اربعہ تعینات ہوں گے۔ لہٰذا صحابہ کرام کا دشمن حوض کوثر پہ حاضری سے محروم رہے گا اور اسے آب کوثر نصیب نہیں ہوگا۔ اللہ کریم نے اپنے محبوب سے فرمایا:

﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾

''بے شک ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا فرما دیا ہے۔''

اللہ ارحم الراحمین حشر کے دن ہم سب کو نبی اکرم ﷺ کے بابرکت ہاتھوں سے حوض کوثر کا آب کوثر نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ



12 شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ○ ﴾

(طٰهٰ: 109)

''اور اُس دن کوئی سفارش فائدہ نہ دے گی مگر جس کے لیے اللہ تعالیٰ اجازت فرمائے گا اور اُس کے حق میں بات کو پسند فرمائے گا۔''

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، تعریف و تسبیح اور تقدیس و تکبیر اور سرور کونین رسول الثقلین، امام القبلتین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ پر لاتعداد و بے شمار درود و سلام کے بعد!

اللہ رب العالمین نے رسول رحمۃ للعالمین ﷺ کو جن اُخروی اعزازات و امتیازات سے نوازا ہے اُن میں سے ایک روز حشر آپ ﷺ کو ''مقام شفاعت'' پر فائز فرمایا جانا بھی ہے۔ لہٰذا آج کی گفتگو میں ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں ''شفاعت مصطفیٰ ﷺ'' کے حقائق ومعارف بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز

ہمارے ہاں عام طور پر شفاعت کا یہ مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کی اس کے ہاں بڑی قدرومنزلت اور عزت و احترام ہے۔ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے محبوب، لاڈلے اور پیارے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ہر بات منوا لیتے ہیں۔ اس سے فیصلے تبدیل کروالیتے اور اپنی مرضی پوری کروالیتے ہیں۔ لہٰذا اگر ہم اولیاء کرام، صلحاء عظام اور بزرگان دین کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔ انہیں نذر، نیاز، چڑھاوے، سجدہ تعظیمی یا کسی بھی طریقے سے راضی کرلیں تو وہ قیامت کے دن دربارِ الٰہی میں ہماری سفارش کر کے ہمیں بخشوا لیں گے۔ عذاب الٰہی سے بچالیں گے۔ اور جنت دلوا دیں گے۔ شفاعت کے اس تصور کے

نتیجے میں انسان اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے‘ اس کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کا قرب تلاش کرنے کی بجائے ساری عمر زندہ یا فوت شدہ بزرگوں کو راضی کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی بجائے اپنے خود ساختہ سفارشیوں پر بھروسہ کرتا ہے اور پیش آمدہ مصائب و مشکلات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی بجائے اپنے مزعومہ سفارشیوں کو پکارتا اور ان سے مافوق الاسباب مدد طلب کرتا رہتا ہے۔ ایسا امید وارِ شفاعت اللہ تعالیٰ کی ناراضی‘ غضب اور غصہ سے ڈرنے کی بجائے اپنے مقرر کردہ سفارشیوں سے خوف کھاتا ہے۔ اور خود کو اللہ تعالیٰ کے لطف و احسان اور فضل و کرم کا محتاج سمجھنے کی بجائے ان سفارشیوں کی نظر کرم کا محتاج رہتا ہے۔ ایسا انسان اپنے شفیع کو اللہ کی صفات سے متصف کرنے کے بعد اسے اپنے جمیع معاملات کا مالک و مختار جان کر شرک کا ارتکاب کرتا اور رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر کثرت سے نیک اعمال بجا لانے کی بجائے خود ساختہ سفارشیوں پر اعتماد کر کے اعمال صالحہ کی انجام دہی میں سستی‘ کاہلی اور بے توجہی کا مظاہرہ کرتا اور بے عملی کی زندگی گزارتا ہے۔

شفاعت کا معنیٰ اور مفہوم

لفظ ''شفاعت'' ''شفیع'' سے ماخوذ و مشتق ہے۔ جس کا معنیٰ دو چیزوں کو آپس میں ملانا‘ جوڑنا اور جفت بنانا ہے۔ شفاعت کا اصطلاحی مفہوم ہے کسی کمزور آدمی کی مدد کے لیے کسی بڑے کا ساتھ مل جانا یعنی اس کی سفارش کرنا۔ سفارش کرنے والا چونکہ ضرورت مند کا جوڑا اور ساتھی بن جاتا ہے۔ اس لیے اسے عربی میں ''شفیع'' اور جس کے لیے سفارش کی جائے اسے ''مشفوع'' کہا جاتا ہے۔

اصطلاحِ شریعت میں قیامت کے دن کسی گنہگار شخص کی مغفرت اور بخشش کے لیے دربارِ الٰہی میں کسی نبی‘ ولی‘ فرشتے یا کسی دوسرے کی سفارش کو ''شفاعت'' کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن شفاعت کی ابتدا سرورِ کائنات‘ محسنِ انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے ہوگی۔ اس شفاعت کو ''شفاعت عظمیٰ یا شفاعت کبریٰ'' کہا جاتا ہے۔ دنیا میں کسی شخص کے جائز کام کے

لیے سفارش کرنا نیکی اور اجر وثواب کا کام ہے۔ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ إِشْفَعُوا تُؤْجَرُوا۔ ''اچھی سفارش کرو تمہیں اس کا اجر دیا جائے گا۔'' ❶

قرآن کریم نے سفارش کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) اچھی سفارش (۲) بُری سفارش

جو شخص کسی حاجت مند کا جائز کام کروانے کے لیے سفارش کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب عطا فرمایا جائے گا اور جو شخص کسی ناجائز کام کے لیے غلط سفارش کرے گا اسے غلط اور ناجائز کام میں معاونت کی سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے کہ:

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝﴾

(النساء: 85)

''جو شخص (کسی کے لیے) اچھی سفارش کرے گا اسے اس کے ثواب میں حصہ ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے گا اسے اس کے گناہ میں سے حصہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے۔''

اگر آپ کسی ضرورت مند اور حاجت مند کے کام آ سکتے ہیں تو جائز کام میں اس کی معاونت، خدمت اور سفارش ضرور فرمایئے۔ آپ کی سفارش کی وجہ سے اگر کسی کا کام ہو گیا تو وہ آپ کو دعائیں دے گا اور اللہ تعالیٰ آپ کو ثواب عطا فرمائے گا۔ اگر بالفرض آپ کی کوشش اور سفارش کے باوجود کام نہ ہوا تو پھر بھی رب العزت کی طرف سے اجر دیا جائے گا۔ بقول مولانا الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ:

❶ سنن نسائی، کتاب الزکوۃ، باب الشفاعة فی الصدقة، حدیث: ۲۵۵۷۔ قال الالبانی، صحیح۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

مگر کسی کے ناجائز' غلط اور نامناسب کام کے لیے کسی کی سفارش اور مدد ہرگز نہ کیجئے اگر آپ نے ناجائز کام کی سفارش کی تو آپ گنہگار ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے مستحق ٹھہریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ﴾

(المائدۃ : 2)

"نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔"

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی معاونت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہودیوں کا عقیدۂ شفاعت

یہودی نسلی امتیاز کی بناء پر اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز اور اعلیٰ گردانتے تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم پیغمبر زادے ہیں۔ ہمارا گھرانہ اللہ تعالیٰ کا خاص کنبہ ہے۔ ہمارے خاندان میں بڑے عظیم المرتبت انبیاء کرام اور سلاطین گزرے ہیں۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کے محبوب اور برگزیدہ بندے تھے۔ بلکہ ہماری نسل کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کا نزدیکی اور پیارا ہے۔ ہمارے خاندان کے ایک عظیم بزرگ اور نبی کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا بنایا ہوا ہے۔ ﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ﴾ اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ جس طرح باپ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے لاڈلے فرزند کی بات مسترد نہیں کر سکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ پیغمبر اور بیٹے عزیر علیہ السلام کی بات رد نہیں کرے گا۔ اور جناب عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے

ہماری بخشش کروالیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ نہ صرف عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں بلکہ ان کے اس خصوصی تعلق کی بناء پر ہم سب اللہ تعالیٰ کی اولاد ہیں۔ ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ﴾ (المائدہ :18) ہم سب اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ جس طرح کوئی باپ اپنے بیٹے کو آگ میں ڈالنا گوارا نہیں کرتا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ہمیں جہنم کی آگ میں ڈالنا پسند نہیں کرے گا۔ اور اگر ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے ہمیں عذاب میں مبتلا کرنا ضروری بھی ہوا تو ہمارے آباؤ اجداد...... جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اور رسول ہیں۔ اللہ رب العزت کے دربار میں ہماری سفارش کریں گے ان کی سفارش کے باعث ہمیں عذاب سے بچا لیا جائے گا اور جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہودیوں کے اس ''عقیدۂ شفاعت'' کی پرزور مذمت اور تردید فرماتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اس امر کا اعلان کیا کہ اے یہودیو! تمہارے اس دعوے میں کوئی صداقت نہیں ہے کہ تمہارے خاندان کے بزرگ سفارش کر کے بدکار لوگوں کو عذاب الٰہی سے چھڑا لیں گے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾ (البقرہ : 48)

''اور ڈرو اس دن سے جب کوئی شخص کسی کے کچھ کام نہ آ سکے گا۔ اور اس کے حق میں کوئی سفارش قبول نہ کی جائے گی۔ اور کوئی معاوضہ لے کر نہیں چھوڑا جائے گا۔ اور وہ مدد بھی نہیں کیے جائیں گے۔''

اس آیت مقدسہ نے یہودیوں کے جبری عقیدۂ شفاعت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی اور واضح کر دیا کہ جس انسان کے عقائد اور اعمال درست نہ ہوں گے۔ اس کے بارے میں کسی شخص چاہے وہ نبی، پیغمبر اور رسول ہی کیوں نہ ہو............ کی سفارش قطعاً قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور صالح بندے کسی بدکردار اور بدعقیدہ شخص کی سفارش کے لیے تیار ہی نہیں ہوں گے۔

نصارٰی کا خیال

عیسائیوں کا خیال ہے کہ سیدنا عیسٰی علیہ السلام ہمارے نجات دہندہ اور سفارشی ہیں۔ انہوں نے آپ علیہ السلام کو "ابن اللہ" (اللہ کا بیٹا) کا لقب دے رکھا ہے۔ ﴿وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ﴾ ان کا گمان ہے کہ جناب عیسٰی علیہ السلام قیامت کے دن ہمارے شفیع اور سفارشی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو رد نہ کر سکے گا اور ہمیں عذاب سے نجات دلا دیں گے۔

﴿وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۙ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾﴾

(الانبیاء : 26 تا 28)

"اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ رحمن نے اپنے لیے بیٹا بنا لیا ہے۔ (ایسا قطعاً نہیں ہے) بلکہ وہ تو (جنہیں یہ رحمان کا بیٹا تصور کرتے ہیں) اس کے معزز بندے ہیں۔ وہ اس سے بات کرنے میں سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ وہ سفارش نہیں کریں گے، مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے اور وہ تو اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔"

مشرکین کا دعویٰ

قرآن حکیم میں یہود و نصارٰی کے عقیدہ شفاعت کی تردید کے علاوہ شفاعت کے بارے میں مشرکین کے دعوے اور سوچ کا بھی ذکر کیا گیا تھا۔ اور شفاعت کے بارے میں ان کے خیالات و تصورات کی بھی مذمت فرمائی گئی ہے۔ مشرکین مکہ کا خیال تھا کہ ہمارے یہ معبود جن کی ہم دن رات پوجا کرتے ہیں۔ اگرچہ مستقل طور پر ہمارے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب ہیں۔ ان کی سفارش کسی بھی طرح نہیں ٹالی جا سکتی۔ یہ بڑے زور آور، طاقت ور اور اپنی بات منوانے کا اختیار رکھتے ہیں اور ہماری شفاعت کر کے

ہمیں اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی مرادیں دلوا سکتے ہیں۔ اگر انہیں راضی کر لیا جائے تو پھر اللہ رب العالمین کی عبادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ان معبودوں کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے تو یہ ہستیاں اس کے غضب کو ٹھنڈا کر سکتی ہیں لیکن اگر یہ حضرات ناراض ہو جائیں تو پھر کوئی انہیں بندے پر مہربان نہیں کر سکتا۔

خالق کائنات نے قرآنی آیات میں مشرکین کے اس عقیدہ باطلہ کی بھی تردید فرمائی ہے۔ اور مسئلہ شفاعت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ (الزمر : 43، 44)

''کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان لوگوں نے دوسروں کو سفارشی بنا رکھا ہے؟ اے رسول ﷺ! آپ فرمایئے کہ کیا وہ سفارش کریں گے جو کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور عقل و شعور نہ رکھتے ہوں۔ آپ فرما دیجئے کہ تمام قسم کی شفاعت صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہی آسمانوں اور زمین کی ہر شے کا مالک ہے۔ پھر تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔''

یہ آیت مبارکہ بھی اس امر پر شاہد عدل ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی سفارش کو قبول کرنے اور اسے پورا کرنے کا پابند نہیں بلکہ روز حشر شفاعت کا حق صرف اسے ہی ملے گا جسے اللہ تعالیٰ خود اجازت' اذن اور حکم فرمائیں گے۔

قرآن عزیز کے گیارہویں پارے میں اللہ رب العزت نے کفار و مشرکین کے اس عقیدۂ شفاعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا یہ خیال کہ ان کے معبود ان کی سفارش کر کے انہیں عذاب الٰہی سے بچا لیں گے۔ یہ ان کی کم عقلی اور کج فہمی ہے کہ وہ انہیں اپنا شفیع گردانتے ہوئے ان کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ اذن الٰہی کے بغیر کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔

صرف قرآنی الفاظ اور ان کا ترجمہ سمجھ لیں تو ان شاء اللہ بات واضح ہو جائے گی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَ لَا یَنْفَعُهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ (یونس : 18)

''اور وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ معبود اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ (اے رسول ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے نہ وہ آسمان میں جانتا ہے اور نہ زمین میں۔ وہ ذات اقدس تو پاک ہے اور اس شرک سے بلند ہے جو وہ کرتے ہیں۔''

کفار مکہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے اور اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ اگر فرشتوں کو راضی کر لیا جائے تو رب العزت کی یہ بیٹیاں قیامت کے دن سفارش کر کے انہیں جہنم کے عذاب سے بچا لیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشرکین کے اس زعمِ باطل کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں اور ان فرشتوں کی یہ مجال اور طاقت بھی نہیں کہ جس کی چاہیں سفارش کریں اور اسے بخشوا کر جنت میں پہنچا دیں۔ درحقیقت فرشتے بھی اسی وقت سفارش کریں گے جب انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت فرمائی جائے گی۔ اور صرف ان لوگوں کی سفارش کریں گے جو سفارش کے اہل ہوں گے۔ ستائیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰی﴾ (النجم : 26)

''اور آسمانوں میں کتنے فرشتے ہیں۔ جن کی شفاعت کسی کام نہیں آئے گی سوائے اس کے جس کے لیے اللہ تعالیٰ چاہے اور پسند کرے تو اس کے لیے انہیں

شفاعت کا اذن عطا فرمادے۔''

جبری سفارش

شفاعت کے بارے میں بعض لوگوں کا تصور یہ ہے کہ جس طرح بعض وزراء اور مصاحبین اپنی قوت' طاقت اور صلاحیت کی بناء پر بادشاہ کو اپنی بات منوا لیتے ہیں۔ بیٹا ضد کر کے باپ سے اپنا مطالبہ پورا کروا لیتا ہے۔ اور دوست اپنے بے تکلف دوست سے زبردستی کام کروا لیتا ہے۔ اسی طرح ہمارے مقرر کردہ سفارشی بڑی قوت اور طاقت کے مالک ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی بات منوا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو کبھی رد نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی جبری سفارش کا تصور سراسر غیر اسلامی' جاہلانہ اور احمقانہ ہے۔ اس قسم کا خیال کرنے والے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی بادشاہی کو دنیا کے نظام بادشاہی جیسا سمجھ رکھا ہے۔ کہ جس طرح دنیا کا کوئی بادشاہ اپنے کسی مقرب کی سفارش ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی بعض ہستیوں کی سفارش کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسے ناداں' کم عقل اور کم فہم لوگ یہ بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ دنیوی بادشاہ تو اپنے وزیروں' مشیروں اور مصاحبوں کی بغاوت' سازش اور ناراضی کے ڈر سے ان کی سفارش ماننے پر مجبور ہوتے ہیں کیونکہ انہیں ملکی نظام چلانے کے لیے وزیروں' مشیروں' افسروں اور مصاحبوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق' مدبر کائنات اور متصرف الامور ہے۔ اسے کسی کام کے لیے کسی کی مدد اور تعاون کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے اور اسے اپنی مخلوقات کی طرف سے کسی قسم کی بغاوت کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس لیے وہ کسی کی سفارش کو قبول کرنے کا پابند اور کسی قسم کی شفاعت ماننے پر مجبور نہیں۔ جبری شفاعت کا تصور درحقیقت شرک کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔

قرآن حکیم کی متعدد آیات مبارکات میں مشرکانہ' کافرانہ اور یہودیانہ عقیدۂ شفاعت کی واضح الفاظ میں تردید کی گئی ہے۔ اور بار بار یہ بات بیان کی گئی ہے۔ کہ کائنات میں ہر چیز کا مالک' خالق' حاکم اور رازق بلا شرکت غیرے اللہ تعالیٰ ہے۔ انبیاء' اولیاء' صلحاء' اصدقاء اور شہداء سمیت ہر شخص اس کا محتاج ہے۔ دنیا کی تمام برگزیدہ ہستیاں اس کے سامنے عاجز اور

بے بس ہیں۔۔۔۔ وہی مختار مطلق اور قادر و قدیر ہے اور وہی تمام اختیارات کا مالک ہے کسی کو معاف کرنے یا نہ کرنے کسی کو اذنِ شفاعت دینے یا نہ دینے اور کسی کی سفارش قبول کرنے یا نہ کرنے کا کلی اختیار صرف اور صرف رب العالمین کے پاس ہے۔ کوئی بڑی سے بڑی ہستی اللہ رب العزت کی پُر جلال عدالت میں اپنی مرضی سے سفارش کرنے کی جرأت اور جسارت نہیں کر سکے گی۔ کوئی ولی اللہ زبردستی اپنی سفارش نہ منوا سکے گا۔ اور کسی برگزیدہ ہستی کو بارگاہ الٰہی میں ایسا اندازِ کلام اختیار کرنے کی مجال نہیں ہو گی کہ میں اپنے فلاں مرید یا فلاں واقف کار کو ضرور جنت میں لے کر جاؤں۔ یا میرا فلاں پیارا اور چہیتا جنت میں نہ گیا تو میں بھی نہیں جاؤں گا۔ اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ کیونکہ ولی' بزرگ' نیک' صالح اور اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ تو ہوتا ہی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہو۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہو وہ اللہ تعالیٰ پر حکم کرنے کی جرأت کیسے کر سکتا ہے؟

قرآن عزیز نے شفاعت کے بارے میں پیدا ہونے والی یا پیدا کی جانے والی تمام غلط فہمیوں کا بھی ازالہ فرما دیا ہے۔ اور ان معاملات کی وضاحت فرما دی ہے کہ۔

- قیامت کے دن کوئی شخص اپنی مرضی سے سفارش نہیں کر سکے گا۔
- کوئی برگزیدہ ہستی اللہ تعالیٰ سے اپنی سفارش زبردستی نہیں منوا سکتی۔
- لوگوں کے خود ساختہ سفارشی قیامت کے دن نظر نہیں آئیں گے۔
- مشرکوں کے لیے قیامت کے دن کوئی سفارشی نہیں ہوگا۔
- مشرک اپنے عقیدۂ شفاعت کے غلط ہونے کا اعترف خود کریں گے۔
- مشرک لوگ قیامت کے دن اپنے مزعومہ سفارشیوں کو تلاش کرتے پھریں گے مگر وہ مل نہ سکیں گے۔
- لوگوں کو حشر کے دن اپنے سفارشیوں کے بے اختیار ہونے کا یقین آ جائے گا۔
- جبری شفاعت کے قائلین قیامت کے دن اپنے عقائد و اعمال پر اظہار افسوس کریں گے۔
- اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو کسی کی شفاعت اسے فائدہ نہیں دے سکتی۔

❁ قیامت کے دن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ عذاب میں مبتلا کرنا چاہے گا ان کے بارے میں کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

اسلامی عقیدۂ شفاعت

اسلام جہاں مشرکین، یہودیوں اور نصاریٰ کے عقیدۂ شفاعت کی تردید کرتا ہے وہاں صحیح عقیدۂ شفاعت کی تائید بھی فرماتا ہے۔ اسلامی شریعت کی نظر میں شفاعت برحق ہے اور اس سے انکار کرنے والا ملحد اور بے دین ہے۔ مذکورہ گزارشات کا مفہوم قطعاً یہ نہیں ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی شفاعت کی نفی کرتا ہے۔ بلکہ قرآن حکیم تو حقیقی شفاعت کا اثبات کرتا ہے۔ لیکن اسلامی شفاعت دنیا کے درباروں میں ہونے والی سفارش سے مختلف ہے۔ قرآن وسنت میں شفاعت کے تمام پہلو بیان کیے گئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انبیاء، صلحاء، علماء، شہداء اور بعض دیگر افراد کو شفاعت کا اعزاز و شرف عطا فرمائے گا۔ اور اس کی یہ صورت ہوگی کہ اللہ رب العالمین جن گناہ گاروں اور خطا کاروں کو معاف فرمانے کا فیصلہ فرمائے گا۔ انہیں از خود جنت میں لے جانے کی بجائے اپنے بعض محبوب بندوں، مقرب انسانوں اور مخصوص فرشتوں کو یہ اعزاز بخشے گا کہ وہ ان کے لیے سفارش کریں اور انہیں جہنم کی بجائے جنت میں لے جائیں یا بعض گناہ گاروں کے متعلق اجازت دی جائے گی کہ انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں لے جائیں۔ مشہور صحابی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مکرم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُخْرِجُ قَوْمًا مِّنَ النَّارِ بِالشَّفَاعَةِ)) [1]

''بے شک اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو سفارش کے سبب جہنم سے نکالے گا۔''

عقیدے کی یہ بات ضرور ذہن نشین فرمالیں کہ قیامت کے دن شفاعت کا مقصد اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو بدلنا نہیں بلکہ اس کی غرض انبیاء، اولیاء، علماء اور شہداء کی عزت افزائی ہے اور جن برگزیدہ ہستیوں کو شفاعت کی اجازت فرمائی جائے گی وہ اپنی خواہش کے مطابق نہیں

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها، حدیث: ۱۹۱۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق صرف اس گناہ گار کے لیے سفارش کریں گے جس کے لیے اللہ تعالیٰ اجازت فرمائے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ط﴾ (الزمر : 44)

''(اے پیغمبر ﷺ) فرما دیجئے کہ ہر قسم کی شفاعت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔''

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط﴾

''اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے حضور سفارش نہیں کر سکے گا۔''

پہلا سفارشی

حشر کے دن سب سے زیادہ عزت و احترام اور تکریم ہمارے محبوب آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمائی جائے گی اور سرورِ کائنات ﷺ کو سب سے پہلا سفارشی ہونے کا بے مثال اعزاز بخشا جائے گا۔ آپ ذرا تصور کر فرمائیں کہ رب العالمین شدید غصہ کی حالت میں عرش پر مستوی ہوں گے۔ از آدم تا قیامت پوری انسانیت جمع ہوگی' ہر کوئی تھر تھر کانپ رہا ہوگا اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی خوفِ الٰہی سے۔ رَبِّ نَفْسِيْ ، رَبِّ نَفْسِيْ۔ اے میرے رب مجھے بچا لینا۔ اور میرے پروردگار! مجھے بچا لینا۔ پکار رہے ہوں گے۔ اس صورت حال میں اگر رب کریم کے غضب کو کوئی چیز ٹھنڈا کرے گی تو وہ ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعا ہو گی۔ توجہ فرمائیں۔ میں رسول اللہ ﷺ کے چند خصوصی اعزازات کا ذکر کرنے والا ہوں۔

صحابیِ رسول جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

- اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ ۔ میں ساری اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا بلکہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہوں۔
- وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ۔ قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر کھولی جائے گی اور اس پر بھی میں فخر نہیں بلکہ شکر کرتا ہوں۔
- وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ۔ اور حشر کے دن سب سے پہلا سفارش کرنے والا میں ہوں گا۔

- وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ۔ اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی اور میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا بلکہ حقیقت بیان کر رہا ہوں۔
- وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ۔ اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں یہ بات بھی فخر کے ساتھ نہیں کہہ رہا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہوں۔ [1]

اس حدیثِ مبارکہ نے اس امر کی صراحت کر دی کہ حشر کے دن سب سے پہلے سفارشی امام النبیین، رحمۃ للعالمین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں گے۔

حدیث شفاعت

مختلف احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ایک یا دو مرتبہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی اجازت سے دس مرتبہ سفارش فرمائیں گے۔ اور ہر مرتبہ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اور روزِ محشر شفاعت کا سب سے بلند و بالا مقام ''مقام محمود'' ہمارے محبوب جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو نصیب فرمایا جائے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی محترم ﷺ سے ''مقام محمود'' کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''هِيَ الشَّفَاعَةُ'' اس سے مراد مقام شفاعت ہی ہے۔ [2]

جب سرورِ کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اس مقام رفیع پر فائز ہوکر دربار الٰہی میں سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کو شرفِ قبولیت بخشیں گے تو اس صورت حال سے متاثر ہوکر سب لوگ آپ ﷺ کی حمد و ستائش کریں گے۔ اس لیے اس جگہ کا نام ''مقام محمود'' یعنی تعریف کا مقام ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة، حديث: ٤٣٠٨۔ قال الالبانى، صحيح.

[2] جامع ترمذى، كتاب التفسير، باب ومن سورة بنى اسرائيل، حديث: ٣١٣٧۔ قال الالبانى، صحيح.

رحمت مجسم ﷺ کی پہلی سفارش کو ''شفاعت عظمیٰ'' یا ''شفاعت کبریٰ'' کہا جاتا ہے۔ یہ سفارش اولادِ آدم کے تمام افراد کے لیے ہو گی۔ اسی لیے نبی محترم ﷺ نے اسے اپنے خصائص اور فضائل میں شمار فرمایا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے خادم خاص جناب انس رضی اللہ عنہ شفاعت عظمیٰ والی روایت کو بڑے اہتمام اور شوق کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ دونوں کے الفاظ میں بعض جگہ معمولی فرق ہے۔ ہم بتوفیق اللہ تعالیٰ صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر اور صحیح مسلم، کتاب الایمان سے دونوں احادیث کو جمع کر کے بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ توجہ فرمائیں میرے اور آپ کے محبوب ﷺ کی شفاعت' عظمت' عزت اور رفعت کی بات شروع ہونے والی ہے۔

قیامت کے دن حساب کتاب کا وقت تو اللہ تعالیٰ نے خود طے کر رکھا ہے جسے آگے پیچھے کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔ تاہم طے شدہ وقت پر حساب کتاب شروع کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ رسول مکرم ﷺ کو ''شفاعت کبریٰ'' کا موقع عطا فرمائے گا۔ جس کا مقصد زمین و آسمان کی مخلوقات پر آپ ﷺ کی برتری واضح کرنا اور آپ کو سب سے اعلیٰ مقام ''مقام محمود'' عطا فرمانا ہے۔ جس کی تفصیل آپ نے خود بیان فرمائی ہے۔ کہ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ قیامت کے دن میں پوری انسانیت' تمام لوگوں اور ساری اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ وَهَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ ذَالِكَ اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیسے اور کس لیے ہوگا؟

پھر آپ ﷺ نے خود ہی وضاحت فرمائی کہ (يُجْمَعُ النَّاسُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ) اس دن تمام اگلے پچھلے لوگوں کو ایک وسیع وعریض چٹیل میدان میں جمع کیا جائے گا۔ (يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ) ایک پکارنے والی کی آواز سب کو سنائی دے گی۔ اور دیکھنے والا سب کو دیکھ سکے گا۔ یعنی تمام لوگ ایک دوسرے کو نظر آئیں گے اور ایک دوسرے کی بات سن سکیں گے۔ وَتَدْنُوْا الشَّمْسُ۔ سورج قریب آ جائے گا۔ (ایک روایت میں ہے کہ سورج ایک میل کے فاصلے پر وہ ہوگا اور لوگ اپنے اپنے

گناہوں کے مطابق پسینے میں شرابور ہوں گے۔ کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک، کوئی گردن تک، کوئی کمر تک اور کوئی سارے کا سارا گناہوں کے پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔) (فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُوْنَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ) لوگ انتہائی غم، تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہوں گے اور یہ اذیت ان کے لیے ناقابل برداشت اور ان کی طاقت سے باہر ہوگی۔ فَيَقُوْلُ النَّاسُ۔ تو لوگ آپس میں کہیں گے۔ اَلَا تَرَوْنَ قَدْ بَلَغَكُمْ۔ دیکھو کیسا سخت اور مشکل وقت آ گیا ہے۔ اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ۔ کیا کوئی ایسا مقبول بندہ نہیں نظر آتا جو تمہارے رب کی بارگاہِ جلیلہ میں تمہاری سفارش کرے؟ (جس کے سبب اس مصیبت سے ہم سب کی جان چھوٹ جائے اور حساب شروع ہو جائے) فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ عَلَيْكُمْ بِاٰدَمَ چنانچہ لوگ آپس میں مشورے کے بعد کہیں گے کہ تمہیں آدم علیہ السلام کے پاس جانا چاہئے اور ان سے سفارش کی درخواست کرنی چاہیے۔

آدم علیہ السلام کا انکار

فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ پس لوگ آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ اور۔ فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ۔ ان سے عرض کریں گے۔

..........اے آدم علیہ السلام..........

- اَنْتَ اَبُوا الْبَشَرِ۔۔ آپ پوری انسانیت کے باپ ہیں۔
- خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ۔۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے تخلیق فرمایا ہے۔
- وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ۔۔ اور اپنی طرف سے آپ میں روح پھونکی۔
- وَاَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ فرشتوں کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا۔
- وَاَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ۔ اس نے آپ کو اپنی جنت میں رہائش عطا فرمائی۔
- وَعَلَّمَكَ اَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ۔ اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھلائے۔

اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش فرمائیں (کہ وہ ہمارا

حساب لے کر ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما دے)۔ (اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِيهِ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا قَدْ بَلَغَنَا) آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں اور یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں۔ ساری انسانیت کے باپ ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام جواباً فرمائیں گے۔

((اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَغْضَبْ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ))

آج میرا رب اس قدر غصے میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غصے میں نہیں آیا اور اس کے بعد بھی ایسے غصے میں نہیں آئے گا۔ وَاِنَّهٗ نَهَانِیْ عَنِ الشَّجَرَةِ۔ اس نے مجھے جنت میں ایک درخت سے منع فرمایا تھا۔

قرآن مجید فرقان حمید اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَ قُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (البقرۃ : 35)

''اور ہم نے آدم علیہ السلام سے کہا تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں آباد ہو جاؤ اور جہاں سے چاہو جی بھر کے کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''

جناب آدم علیہ السلام فرمائیں گے: فَعَصَيْتُهٗ۔ مجھ سے درخت کے قریب نہ جانے کے معاملے میں کوتاہی ہوگئی تھی۔ اس کوتاہی کی وجہ سے نَفْسِیْ، نَفْسِیْ، نَفْسِیْ۔ مجھے تو اپنی جان کی فکر ہے۔ جناب آدم علیہ السلام یہ الفاظ تین بار دہرائیں گے۔ اور فرمائیں گے۔ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَيْرِیْ۔ تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ عرض کریں گے۔ اے آدم علیہ السلام! آپ ہی مشورہ دیں کہ ہم کس کے پاس سفارش کی درخواست ۔ ۔ ا کر جائیں۔ جناب آدم علیہ السلام فرمائیں گے۔ اِذْهَبُوْا اِلٰی نُوْحٍ۔ ایسا کرو تم نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ اور ان سے سفارش کی اپیل کرو۔

نوح علیہ السلام کی معذرت

فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا۔ سارے انسان جمع ہو کر سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور ان سے عرض کریں گے۔ یَا نُوْحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلُ اِلَى الْاَرْضِ۔ اے نوح علیہ السلام آپ زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وَقَدْ سَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ''شکر گزار بندے'' کا خطاب دیا۔

یہ قرآن حکیم کے پندرہویں پارے کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل :۳)

''بلاشبہ (نوح علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے انتہائی شکر گزار بندے تھے۔''

جناب نوح علیہ السلام کے امتیازات بیان کرنے کے بعد تمام انسانوں کی طرف سے درخواست کی جائے گی کہ۔ (اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ) آپ ہماری ابتر حالت کو دیکھ ہی رہے ہیں۔ لہٰذا اپنے پروردگار کے حضور ہماری سفارش فرما دیجئے۔ جناب نوح علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ اتنے غصے میں ہیں کہ اس سے پہلے کبھی اس طرح غصے میں نہیں آیا اور آج کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کو کبھی اتنا غصہ نہیں آئے گا۔ مجھ سے دنیا میں یہ کوتاہی ہوئی کہ ((اِنَّهٗ قَدْ كَانَتْ لِيْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلٰى قَوْمِيْ)) میں نے اپنی یقینی قبولیت والی دعا اپنی قوم کے خلاف کر دی۔ جس کی وجہ سے میری قوم ہلاک ہو گئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام۔ ((يَذْكُرُ خَطِيْئَتَهٗ اَصَابَ سُوَالَهٗ رَبَّهٗ بِغَيْرِ عِلْمٍ)) اپنے اس سوال کا ذکر کریں گے جو انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے بغیر علم کے بھول کر اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔

قرآن کریم جناب نوح علیہ السلام کے اس سوال اور اللہ تعالیٰ کے جواب کا ذکر یوں فرماتا ہے کہ جب طوفانِ نوح تھم گیا اور سیدنا نوح علیہ السلام کو اپنی آنکھوں کے سامنے غرق آب ہونے والے بیٹے کی یاد نے ستایا تو انہوں نے دربار الٰہی میں عرض کی:

﴿ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ ﴾

''اے میرے پروردگار میرا بیٹا تو میرے اہل سے تھا۔ اور تیرا وعدہ بھی سچا ہے (کہ میرے اہل کو تباہ نہیں کرے گا)''

﴿ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴾

''اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے جناب نوح علیہ السلام کی اس دعا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ﱞ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝۴۶ ﴾

(ھود : 46)

''اے نوح! وہ تیرے اہل میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کے عمل اچھے نہ تھے پس جس چیز کا آپ کو علم نہیں اس کا مجھ سے سوال نہ کرو۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں جیسی درخواست نہ کرو۔''

مختصر یہ کہ قیامت کے دن سیدنا نوح علیہ السلام اپنے بداعمال بیٹے کے بارے میں کئے گئے اس سوال کو ذکر کر کے لوگوں سے سفارش کے متعلق معذرت کریں گے کہ میں اس وقت رب العزت کے دربار میں کوئی بات نہیں کر سکتا۔ بلکہ نَفْسِیْ، نَفْسِی، نَفْسِی، مجھے تو اپنی فکر ہے اور میں تو اپنے متعلق پریشان ہوں۔ تم ایسا کرو۔ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ۔ کہ میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ (ظاہر ہے کہ لوگ پوچھیں گے کہ کس کے پاس جائیں تو سیدنا نوح علیہ السلام فرمائیں گے) اِذْهَبُوْا اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ ۔ تم ابراہیم کے پاس چلے جاؤ۔ اور ان سے سفارش کی درخواست کرو۔

ابراہیم علیہ السلام کا جواب

جناب نوح علیہ السلام کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے میدان حشر میں لوگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے۔ (یَا اِبْرَاهِیْمُ اَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَخَلِیْلُهٗ مِنْ

اَهْلِ الْاَرْضِ) اے ابراہیم علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اور روئے زمین پر رب العزت کے خلیل ہیں۔ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں۔ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ۔ آپ اپنے رب سے ہمارے لیے سفارش کر دیں۔ (کہ ہمارا حساب شروع ہو جائے اور ہمیں تکلیف دہ صورت حال سے نجات نصیب ہو جائے) سیدنا ابراہم علیہ السلام لوگوں کی اپیل سن کر فرمائیں گے کہ آج اللہ کریم بہت غضب ناک ہے۔ اتنا غضب ناک نہ پہلے کبھی ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ میں نے دنیا میں تین باتیں ایسی کی تھیں جن کی وجہ سے میں آج اپنے بارے میں از حد فکر مند ہوں۔ مجھے تو اپنی جان کا غم کھائے جا رہا ہے اور میں تو اپنی ذات کے بارے میں تشویش میں مبتلا ہوں۔

وہ تین باتیں جن کی طرف ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اشارہ فرمائیں گے۔ انہیں راویانِ حدیث نے ''ثلاث کذبات'' (تین جھوٹ) کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ۱۷۵ سالہ زندگی میں صرف تین مرتبہ بظاہر ایسی بات کرنا جس پر جھوٹ کا شبہ ہو سکتا ہو۔ دراصل آپ کے ''صدِّیق'' ہونے کی دلیل ہے۔ آج ہم صبح و شام' لیل و نہار اور دن رات میں دانستہ اور نادانستہ سینکڑوں مرتبہ جھوٹ بولتے اور غلط باتیں کرتے ہیں۔ مگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین بار ایسے الفاظ کہے جنہیں ظاہری اعتبار سے تو حقیقت کے خلاف کہا جا سکتا ہے مگر دراصل ان میں دو تو ریئے اور ایک طنز ہے۔ آیئے مختصر الفاظ میں ان باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱)...... جناب ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرست' بادشاہ پرست اور ستارہ پرست تھی۔ یہ لوگ سیاروں کے انسانی زندگی پر اثرات کے سختی سے قائل تھے۔ ستاروں کے اثرات پر ان کے اعتقاد کا یہ حال تھا کہ ان میں ہر شخص سیاروں کی چال پر غور کر کے اپنا پروگرام ترتیب دیتا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے افراد ہر سال ''جشن نوروز'' بڑے ذوق وشوق اور تزک و احتشام سے مناتے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے اصل وطن یعنی عراق کے شہر بابل میں رہائش پذیر تھے۔ اور آپ کی طرف سے اعلان توحید کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ اس سالانہ میلے کی تیاریاں

زور و شور سے شروع ہو گئیں۔ جب مقررہ دن آیا تو لوگوں نے انواع و اقسام کے کھانے تیار کیے۔۔۔ کچھ کھا لیے اور کچھ مندروں میں بتوں کے سامنے بطور نیاز رکھ دیئے۔ اور جشن میں شرکت کے لیے علی الصبح شہر سے دور مقررہ مقام کی طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بھی اس سالانہ میلے اور جشن میں شرکت کی دعوت دی بلکہ ساتھ لے جانے پر اصرار بھی کیا جبکہ ابراہیم علیہ السلام اس شرکیہ اور بے ہودہ پروگرام میں قطعاً شامل نہ ہونا چاہتے تھے۔ اس لیے آپ علیہ السلام نے قوم کے اعتقاد کے مطابق ایک ترکیب پر عمل کیا جسے قرآن کریم ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۙ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝ ﴾

(الصافات : 88 تا 90)

""پس انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے ستاروں میں نظر ڈالی تو فرمایا میری طبیعت خراب ہے۔ چنانچہ وہ لوگ آپ علیہ السلام کو چھوڑ کر چلے گئے۔""

کہا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ کہنا کہ ""میری طبیعت خراب ہے"" جبکہ آپ بیمار نہیں تھے۔ جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ مگر گہرے غور و خوض سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ ""توریہ"" تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے ایسے الفاظ کہے جائیں کہ سننے والا ان الفاظ کا عام حقیقی معنی سمجھے مگر کہنے والے کے ذہن و خیال میں اس سے مجازی معنی مراد ہو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب قوم کے شرکیہ اعمال و افعال دیکھتے تو آپ کا دل کڑھتا، قلب پریشان ہوتا اور طبیعت خراب ہوتی تھی۔ جس کے اظہار کے لیے انہوں نے اِنِّيْ سَقِيْمٌ میں بیمار ہوں کے الفاظ استعمال کئے۔ سننے والوں نے سمجھا کہ آپ کو کوئی جسمانی بیماری لاحق ہے۔ جبکہ آپ کی مراد اندرونی اضطراب تھا۔ واللہ اعلم۔

(۲)...... جب سب لوگ سالانہ میلہ پر چلے گئے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے قوم کے معبودوں کی بے بسی اور بے اختیاری واضح کرنے کے لیے بتوں کو توڑ دینے کا فیصلہ کیا اور جب شہر خالی ہو گیا تو آپ ایک کلہاڑا لے کر بت خانہ میں جا داخل ہوئے

اور بتوں کو مار مار کر ان کے ٹکڑے کر دیئے۔ البتہ سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا تا کہ بظاہر یہ معلوم ہو کہ ساری کارستانی بڑے بت کی ہے۔

قوم جب میلے سے واپس آئی تو بتوں کی خستہ حالی اور ٹوٹ پھوٹ کو دیکھ انہیں بہت دکھ ہوا اور آپس میں اظہار افسوس کرتے ہوئے بولے۔

﴿مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۹﴾

''ہمارے معبودوں کا کس نے یہ حال کر دیا؟ بلاشبہ وہ بڑا ظالم ہے۔''

انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں اس ظالم کا سراغ لگانا اور اسے قرار واقعی سزا دینی چاہئے۔ بعض لوگوں نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ ہمارے شہر میں ابراہیم نامی ایک نوجوان اکثر ان بتوں کی مذمت کرتا اور ان کی شان میں گستاخی کرتا رہتا ہے اور وہ بیماری کا بہانہ بنا کر ہمارے ساتھ میلے کی رونق دیکھنے بھی نہیں گیا۔ لہٰذا یہ کام اسی کا ہے۔ سرکاری کارندوں نے معبودانِ باطلہ کے اس باغی کو تلاش کرنے میں بڑی پھرتی دکھائی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے برسر میدان پوری قوم کے سامنے پیش کر دیا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام تو خود ایسے موقعے کی تلاش میں تھے۔ جب پوری قوم کے روبرو جھوٹے خداؤں کی بے بسی اور بے چارگی کو واضح کر سکیں۔

آپ ذرا تصور فرمائیں۔ نمرود جیسا سفاک بادشاہ دشمن' پوری قوم مخالف اور باپ سمیت تمام رشتہ داروں' لاتعداد دشمنوں کے نرغے میں اکیلے ابراہیم علیہ السلام۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ:

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ
یہ دور اپنے ''براہیم'' کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

پوری قوم نے بیک زبان' بآواز بلند اور غصیلے لہجے میں پوچھا۔

﴿ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۶۲﴾

اے ابراہیم! ہمارے معبودوں کا یہ حال تم نے کیا ہے؟ جناب ابراہیم علیہ السلام نے طنزیہ انداز اختیار فرمایا اور کہا کہ:

﴿ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾

''بلکہ ان کے بڑے بت نے یہ سب کچھ کیا ہوگا۔''

کیونکہ کلہاڑا اس کے کندھے پر ہے۔ اور ہاں مجھ سے یہ کیوں دریافت کر رہے ہو۔ ان ٹوٹے ہوئے مظلوم مشکل کشاؤں سے پوچھ لو کہ ان پر یہ ظلم کس نے کیا ہے۔

﴿ فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴾

''اگر یہ بول سکتے ہیں تو یہ ان سے پوچھ لو؟''

واقعہ کی پوری تفصیل عرض کرنا اس وقت ممکن نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے یہ الفاظ ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ جن پر بظاہر جھوٹ کا گمان ہوتا ہے درحقیقت قوم کے شرکیہ عقیدے اور ان کے بے بس خداؤں پر طنز تھی۔ جسے ظاہری الفاظ کی وجہ سے کذب کہہ دیا گیا۔

(۳) جب قوم کے مظالم سے تنگ آ کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا ابراہم علیہ السلام نے عراق کے شہر بابل سے سفر اختیار کیا تو دوران سفر مصر کے ایک ظالم بادشاہ کی مملکت سے ان کا گزر ہوا۔ آپ کے ہمراہ آپ کی بیوی سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ کسی نے ظالم بادشاہ سے کہا یہاں ایک شخص آیا ہے جس کے ساتھ اس کی خوبصورت بیوی بھی ہے۔ بادشاہ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بلوایا اور سارہ کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کون ہے؟۔۔۔۔۔ مصر کے اس بادشاہ کا دستور تھا۔ کہ وہ مسافروں سے حسین عورتوں کو زبردستی چھین لیتا۔ اگر عورت کے ساتھ اس کا خاوند ہوتا تو اسے قتل کروا دیتا اور اگر بھائی یا کوئی رشتہ دار ہوتا تو اس سے عورت تو چھین لیتا مگر اسے قتل نہ کرواتا ...... سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے (اپنی جان بچانے کی خاطر) کہہ دیا کہ وہ ''میری بہن'' ہے۔

سارہ میری بہن ہے۔ کے الفاظ کی وجہ سے جناب ابراہیم علیہ السلام کی طرف کذب کا لفظ

منسوب کیا گیا ہے۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ آپ نے یہ کلمات جان بچانے کے لیے کہے تھے۔ اور جان بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے زبان سے کلمہء کفر کہہ دینے کی بھی اجازت دی ہے۔ بشرطیکہ دل ایمان پر مطمئن ہو۔

ہمارے خیال میں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا سارہ کو بہن کہنا بھی ''توریہ'' تھا کہ سننے والوں نے سمجھا کہ سارہ ابراہیم کی ''حقیقی بہن'' ہے۔ مگر ابراہیم علیہ السلام کی اس سے مراد چچا زاد بہن یا اسلامی بہن تھی۔ واللہ اعلم۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام ان تین باتوں کی وجہ سے دربار الٰہی میں سفارش سے معذوری ظاہر کریں گے اور لوگوں کو حکم فرمائیں گے۔ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ۔ میرے سوا اور کسی کے پاس چلے جاؤ۔ اِذْهَبُوْا اِلٰی مُوْسٰی۔ تم ایسا کرو کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ اور ان سے شفاعت کی درخواست کرو۔

موسیٰ علیہ السلام کی معذوری

اب تمام لوگ جناب موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش ہوں گے اور ان سے عرض کریں گے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

((فَضَّلَکَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِکَلَامِهٖ عَلَى النَّاسِ))

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے ذریعے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ آپ ہماری حالت اور کیفیت ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ کہ ہم کس خستہ حالی اور پریشانی میں مبتلا ہیں۔ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ۔ ہماری درخواست ہے کہ آپ اللہ کریم کی بارگاہ میں ہمارے لیے سفارش فرما دیں کہ وہ ہمارا حساب شروع فرمائے۔

موسیٰ کلیم اللہ جواباً فرمائیں گے آج میرا رب شدید غصے میں ہے۔ نہ اس سے پہلے کبھی اللہ تعالیٰ کو اتنا غصہ آیا ہے اور نہ کبھی آئندہ اتنا غصہ آئے گا۔ صورت حال یہ ہے کہ دنیا میں مجھ سے ایک آدمی قتل ہو گیا تھا۔ جسے مارنے کی مجھے اجازت نہیں دی گئی تھی .... ہوا یوں تھا کہ ایک اسرائیلی اور فرعونی آپس میں لڑ رہے تھے۔ اسرائیلی نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو

اپنی مدد کے لیے بلایا آپ نے آگے بڑھ کر فرعونی کو ایک مکا مارا۔ جس سے وہ مر گیا۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کو اس فعل پر بڑی ندامت ہوئی۔ آپ نے رب العالمین سے مغفرت طلب کی اور ایک خیر خواہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اپنی جان بچانے کی خاطر مصر سے سفرت ہجرت اختیار کیا اور چلتے چلتے مدین کے کنوئیں پر پہنچ گئے۔۔۔۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کے تفصیلی حالات کے لیے ہماری کتاب خطبات ''سورۃ مریم'' کا مطالعہ فرمائیں۔۔۔۔ مختصر یہ کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام حشر کے میدان میں اس قتل کے سبب سفارش سے معذوری ظاہر کرتے ہوئے اپنی زندگی کے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمائیں گے اور کہیں گے۔ نَفْسِیْ، نَفْسِی، نَفْسِیْ، مجھے تو اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ میں تو اپنی ذات کے متعلق فکر مند ہوں۔ مجھے تو اپنی پڑی ہوئی ہے۔

((اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی عِیْسٰی))

تم میرے سوا کسی اور کے پاس چلے جاؤ اور یوں کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان سے سفارش کی درخواست کرو شائد وہ تمہارا کام کر سکیں۔ میں تو سفارش نہیں کر سکتا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا مشورہ

جناب موسیٰ علیہ السلام کی رائے پر عمل کرتے ہوئے تمام لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے۔ اور آپ علیہ السلام سے کہیں گے۔

((یَاعِیْسٰی اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِیًّا))

اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کا فرمان ہیں جو اس نے سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا اور آپ اس کی طرف سے روح ہیں۔ اور آپ نے بچپن میں ماں کی گود میں لوگوں سے کلام کی تھی۔ (ان سارے واقعات کی تفصیلات ہم نے خطبات سورۃ مریم میں بیان کر دی ہیں) اے عیسیٰ علیہ السلام آپ ہماری حالت دیکھ رہے ہیں ہماری درخواست ہے کہ۔ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ۔ آپ ہمارے لیے اپنے رب سے سفارش فرما دیں جناب عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میرا رب از حد غضب کی حالت میں ہے۔ کہ وہ ایسا غضبناک آج تک

نہیں ہوا۔ اور آئندہ بھی ایسا غضب ناک نہیں ہوگا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ امام الانبیاء ﷺ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے۔ لَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا۔ ان کی کسی لغزش کا ذکر نہیں فرمایا۔ جب کہ بعض دوسری روایات میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ کہ (میرے بعد) عیسائیوں نے میری عبادت شروع کردی تھی۔ اور میری عبادت کی جاتی تھی۔ [1]

میں ڈرتا ہوں کہ پروردگار عالم کہیں مجھ سے سوال نہ کرلے کہ کیا تم نے اپنی عبادت کا درس دیا تھا اس لیے۔ نَفْسِيْ، نَفْسِيْ، نَفْسِي، مجھے تو اپنی جان کا خوف ہے۔ مجھے تو اپنی جان کا ڈر ہے۔ مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ۔ تم میرے سوا کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ اور ہاں میرا مشورہ ہے کہ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ۔ تم سارے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے جاؤ اور ان سے شفاعت کی درخواست کرو۔

رحمت عالم ﷺ کی سفارش

تمام انسان رحمت کائنات، سردارِ انبیاء، امام المرسلین، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے۔ فَيَقُوْلُوْنَ۔ آپ سے عرض کریں گے۔

- اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ آپ اللہ کے برگزیدہ، محبوب اور عظیم المرتبت رسول ہیں۔
- وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ۔ اور آپ ہی آخری نبی ہیں۔
- وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مغفور و معصوم قرار دیا ہے۔ اے رحمت مجسم ﷺ آپ نے ہماری زبوں حالی ملاحظہ فرمالی ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ۔ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ۔ اپنے رب کی عظیم بارگاہ میں ہماری سفارش فرما دیجئے۔ ہم بڑے اولوالعزم رسولوں، جلیل القدر پیغمبروں اور برگزیدہ نبیوں کے پاس گئے ہیں مگر کسی نے سفارش کی حامی نہیں بھری۔

[1] جامع ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورة بنی اسرائیل : 3148، صححه الالبانی.

آپ چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں اس لیے ہمیں یقین ہے کہ آں سرکار مایوس نہیں فرمائیں گے۔اور بارگاہ الٰہی میں تشریف لے جا کر ہماری شفاعت فرمائیں گے۔

امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جب تمام لوگ مجھے شفاعت کے لیے کہیں گے۔ فَأَنْطَلِقُ۔ تو میں میدان حشر میں تمام لوگوں کے آگے چل پڑوں گا۔ سبحان اللہ۔ آپ تصور فرمائیں۔ از آدم تا قیامت پوری انسانیت آپ کی مقتدی اور آپ سب کے پیشوا اور رہنما۔۔۔۔

تمام رسولوں کی قومیں، نبیوں کی اُمتیں اور تمام پیغمبروں کے ماننے والے ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور سرور کائنات ﷺ پوری انسانیت کی قیادت فرما رہے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا عملی اظہار ہو جائے گی کہ ہمارے آقا امام الانبیاء نبی آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہی ﴿كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ہیں اور آپ تمام انسانیت کے لیے رہبر و رہنما بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ فَآتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ۔ میں میدان حشر سے چل کر عرش الٰہی کے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔ فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ۔ تو میں اپنے رب کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے دل میں اپنی حمد و ثناء کے کلمات ڈالتا جائے گا۔ میں ان کلمات کو اپنی زبان پر لاتا جاؤں گا۔ میں اس دن اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کروں گا کہ آج تک اس طرح کے محامد بیان نہیں کر سکا۔ میں دیر تک عرش الٰہی کے نیچے سجدہ ریز رہوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن شفاعت حاصل ہو گا۔ اللہ رب العزت کمال محبت سے فرمائیں گے۔ اے محمد ﷺ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ۔ اپنا سر مبارک اٹھائیے۔ سجدہ ختم فرمائیے اور اپنا چہرہ انور میری طرف گھمائیے۔ اب مانگنا آپ کا کام ہے اور دیتے جانا میرا کام ہے۔ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ آپ سفارش کریں۔ آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔

خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے خوبصورت اشعار میں مسئلہ شفاعت کی وضاحت اور آپ ﷺ کی شان و عظمت بیان فرمائی ہے۔

میدان وہ حشر کا آواز رَبِّ نفسی
خلقت ہے سہمی سہمی نیکی بدی شمارا
اب کس طرف کو جائیں کس کو سنائیں دکھڑا
مشفق کوئی بتادے شافع بنے ہمارا
وہ آگئے محمد ﷺ براق کی سواری
اٹھی صدا حشر سے قربان شہسوارا
وہ پیاری پیاری صورت میرے نبی کا چہرہ
پہنا ہوا ہے جس نے نوری لباس سارا
جبریل وہ فرشتہ سید ملائکہ کا
تھامے ہوئے ہے باگیں دیکھو عجب نظارا
دربار جا رہی ہے حضرت کی یہ سواری
جا کر کریں شفاعت اب بخش دے غفارا
کر پیروی نبی کی گر طلب ہے شفاعت
تا وہ کریں حشر کو تیری طرف اشارہ

میری اُمت میری اُمت

امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت عظمیٰ کی بدولت میدان حشر کی سختیوں تکلیفوں اور دشواریوں کا خاتمہ کر کے تمام انسانوں کا حساب شروع کر دیا جائے گا اور سب سے پہلے اُمت محمدیہ کا حساب ہوگا۔ اب پیارے پیغمبر ﷺ اپنی امت کو بخشوانے جنت میں لے جانے اور جہنم سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی خصوصی اجازت سے کئی مرتبہ سفارش فرمائیں گے۔ آپ پوری توجہ فرمائیں میں بالاختصار رسول مکرم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی کئی شفاعتوں کا تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کرنے والا ہوں۔

نبی کریم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے عرش عظیم کے نیچے لمبا سجدہ کریں گے۔ اور

رب العالمین کی کبریائی و بڑائی کو بیان کریں گے۔ آخر اللہ رب العزت کی طرف سے آپ کو حکم دیا جائے گا۔ اے محمد ﷺ ! اِرْفَعْ رَاْسَکَ ۔ اپنا سر سجدے سے اٹھائیے۔ سَلْ تُعْطَهْ۔ سوال فرمائیے۔ آپ کا ہر سوال پورا کیا جائے گا۔ یعنی مانگتے جانا آپ کا کام ہے اور دیتے جانا میرا کام ہے۔ آپ مانگتے مانگتے تھک جائیں گے مگر میں دیتے ہوئے کبھی نہیں تھکوں گا۔ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ میرے محبوب! سفارش فرمائیے میں آپ کی سفارش کو قبول فرماؤں گا۔ سرکارِ دوعالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان نبوت کے الفاظ ہیں۔ فَأَرْفَعُ رَاْسِیْ۔ سفارش کی اجازت حاصل ہو جانے کے بعد میں اپنا سر سجدے سے اٹھاؤں گا۔ اور دربارِ الٰہی میں بصد ادب و احترام عرض کروں گا۔ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ۔ اُمَّتِیْ۔ اے میرے پروردگار! میری اُمت کو معاف فرما دے۔ آپ' رسول اللہ ﷺ کی اُمت پر مہربانی' شفقت اور محبت کا اندازہ فرمائیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام۔ نَفْسِیْ، نَفْسِیْ، نَفْسِیْ، پکار رہے ہوں گے۔ مگر ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ۔ اُمَّتِیْ۔ اُمَّتِیْ۔ کہہ رہے ہوں گے۔ شاعر اسلام مولانا علی محمد صمصام رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں نبی محترم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اور پہلے انبیاء کرام کے حالات کا موازنہ کرتے ہوئے بالکل درست فرمایا کہ۔

مخلوق خدا دی اک پاسے — محبوب ربانا اک پاسے
سارے جگ دی دھرتی اک پاسے — میرا عرب سہانا اک پاسے
وَالضُّحیٰ دیاں چمکاں اک پاسے — چہرے دیاں دمکاں اک پاسے
وَاللَّیْل سیاہی اک پاسے — زلفاں دا سجانا اک پاسے
کسے نال کوہاڑے بت بھن کے — بَلْ فَعَلَ کَبِیْرُهُم آکھیا
قُلْ جَاءَ الْحَقُّ دے اشارے تھیں — بت توڑ گرانا اک پاسے
اک کشتی دا ضامن اک پاسے — سارے جگ دا مہانا اک پاسے
اہدیاں جگ وچ دھماں پیاں نے — سن کلمہ پڑ لیا کیاں نے

کوئی اُمتاں دے حق بددعا کردا اتھے سینے لانا اک پاسے
دریا دیاں لہراں اک پاسے انگلاں دیاں نہراں اک پاسے
پتھران دا پھٹنا اک پاسے چند بھاڑ دکھانا اک پاسے
رَبِّ نَفْسِیْ آوازہ اک پاسے رَبِّ اُمَّتِیْ تقاضا اک پاسے
سارے جگ دے پاپی اک پاسے صمصام نمانا اک پاسے

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ جب بار بار اپنی امت کا نام لیں گے۔ تو رب العزت کی طرف سے حکم ہوگا۔ اے محمد ﷺ! (اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِکَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَیْهِ مِنَ الْبَابِ الْاَیْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ) اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب نہیں ہے۔ جنت کے دائیں دروازے سے جنت میں داخل فرما لیجئے۔ اور۔ (هُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذَالِکَ مِنَ الْاَبْوَابِ) یہ لوگ اگر پسند کریں تو دوسرے دروازے سے جنت میں داخل ہونے والوں کے ساتھ بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّ مَا بَیْنَ الْمِصْرَا عَیْنَ مِنْ مَصَارِیْعِ الْجَنَّةِ کَمَا بَیْنَ مَكَّةَ وَحِمْیَرًا اَوْ کَمَا بَیْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰی))

”مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جنت کے دروازوں کے دونوں کناروں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ اور حمیر (یمن کے شہر) یا مکہ اور بصریٰ (شام کے شہر) کے درمیان ہے۔“ [1]

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کی سفارش سے آپ کی امت کے بعض لوگوں کو بغیر حساب ہی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ بغیر حساب جنت میں داخلے کا شرف حاصل کرنے والوں کی تعداد اور اوصاف کا تذکرہ ہم ان شاء اللہ العزیز ”اُمت مصطفیٰ ﷺ“ کے موضوع میں کریں گے۔ رب العالمین ہم سب کو ایسے سعادت مندوں میں

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی سارائیل، باب ذرّیة من حملنا مع نوح: 4712.

شامل فرمائے۔ آمین۔

اصحاب الاعراف کے لیے سفارش

اللہ رب العالمین کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے ذریعے لاتعداد اُمتیوں کو بغیر حساب جنت کا داخلہ مل جانے کے بعد رحمتِ عالم ﷺ اپنی اُمت کے بعض لوگوں کو ''مقام اعراف'' پر کھڑا دیکھیں گے۔ جنت اور جہنم کے درمیانی حجاب کے بالائی حصے کو ''اعراف'' کہا جاتا ہے۔ جس کی تفصیل قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے:

﴿فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ﴾ (الحدید: 13)

''پس ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے اندرونی جانب رحمت (جنت) ہوگی اور اس کے بیرونی جانب عذاب (دوزخ) ہوگا۔''

یعنی یہ دیوار جنت کی لذتوں، راحتوں اور مسرتوں کو جہنم کی طرف جانے سے اور جہنم کی آگ، گرمی اور دھوئیں کو جنت کی طرف سے آنے روک دے گی۔ اصحاب الاعراف کے بارے میں علماء تفسیر کے کئی اقوال ہیں۔ جن میں سے زیادہ مشہور یہی ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب میں جن لوگوں کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے انہیں مقام اعراف پر ٹھہرایا جائے گا۔ ان کے ایک طرف جنت اور دوسری طرف جہنم ہوگی۔ جب جنت کی طرف دیکھیں گے تو دل میں اُمید پیدا ہوگی کہ شائد اللہ تعالیٰ ہم پر فضل و رحمت فرمائے اور ہمیں جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے۔ اور جب دوزخ کی طرف نظر کریں گے۔ اس کے عذاب کی شدت دیکھیں گے اور حدت محسوس کریں گے تو خوف زدہ ہوں گے کہ کہیں ہمیں جہنم میں نہ پھینک دیا جائے۔

اسی دوران رحمت للعالمین، شفیع المذنبین، خاتم المرسلین جناب محمد کریم ﷺ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے سفارش کی اجازت طلب کریں گے۔ اجازت مل جانے

کے بعد آپ کی شفاعت کے سبب اصحاب الاعراف کو بھی جنت میں داخل فرما دیا جائے گا۔

سبحان اللہ۔

ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

اَلسَّابِقُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ نیکیوں میں سبقت کرنے والے، ہر اچھے کام میں آگے بڑھنے والے اور اعمال صالحہ کا ذخیرہ کرنے والے تو بغیر حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ وَالْمُقْتَصِدُ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ۔ اور درمیانے اعمال والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کی بدولت جنت نصیب ہو جائے گی۔

((وَالظَّالِمُ لِنَفْسِهٖ وَاَصْحَابُ الْاَعْرَافِ بِشَفَاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ))

''گنہگار اور اصحاب اعراف بھی نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے سبب جنت میں چلے جائیں گے۔'' [1]

ہمیں کوشش اور دعا کرنی چاہیے کہ اللہ رب العزت ہم سب کو جنتی لوگوں کی اگلی صفوں اور بغیر حساب جنت جانے والوں کی فہرست میں شامل فرمائے۔ آمین۔

مزید چار سفارشیں

قیامت کے دن حساب کتاب کے نتیجے میں کبیرہ گناہوں کے مرتکب جو مسلمان جہنم کے عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے انہیں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے باعث جہنم سے نکال کر عقیدہ و ایمان کی درستی کی بناء پر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ صحابی رسول جناب جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے یہ بات سنی کہ:

((اِنَّ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ)) [2]

---

[1] اخرجه الطبرانی' فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب الرقاق' باب صفة الجنة والنار.

[2] سنن ابن ماجه، ابواب الزهد' باب ذکر الشفاعة، حدیث : ۴۳۱۰۔ قال الالبانی، صحیح.

''بے شک میں قیامت کے دن اپنی امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکب افراد کی بھی سفارش کروں گا۔''

اہل کبائر کو جہنم سے نکالنے اور جنت میں لے جانے کے لیے رسول رحمت ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ جلیلہ میں یکے بعد دیگرے چار مرتبہ شفاعت فرمائیں گے۔ اور چاروں مرتبہ آپ کی شفاعت کو قبول فرمایا جائے گا۔ جس کی تفصیل خادم رسول جناب انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں بیان فرمائی گئی ہے رحمت مجسم ﷺ کا فرمان ہے۔ فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ۔ پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا مجھے دربارِ الٰہی میں حاضری کی اجازت فرما دی جائے گی۔ اور میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے ایسے کلمات ڈالے جائیں گے جو فی الحال میں نہیں جانتا۔ میں ان کلمات مبارکات کے ساتھ رب العالمین کی حمد و ثناء کرتے ہوئے۔ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا۔ اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ رحمت الٰہی جوش میں آ جائے گی مجھے حکم ہوگا۔ اِرْفَعْ رَاسَکَ۔ اپنا سر سجدے سے اٹھایئے۔ قُلْ تُسْمَعْ۔ بات کریں۔ آپ کی بات پوری توجہ سے سنی جائے گی۔ سَلْ تُعْطَهْ۔ آپ سوال کریں آپ کا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ آپ سفارش فرمائیں آپ کی سفارش قبول فرمائی جائے گی۔ محسن انسانیت ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولِ شفاعت کی یقین دہانی کے بعد میں عرض کروں گا۔ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ، اُمَّتِیْ، اے میرے پروردگار! میری اُمت۔ میری امت۔ اے اللہ! میری امت کے گناہگاروں کو جہنم میں دھکیل دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمت کے بارے میں رسول مکرم ﷺ کی پریشانی کو دیکھ کر فرمائیں گے۔ اے محبوب!

((اِنْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ شَعِيْرَةٍ مِنْ اِيْمَانٍ))

جاؤ اور اپنی اُمت کے ایسے لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤ جن کے دل میں جَو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ کے رسول ﷺ جہنم کے دروازے پر آئیں گے اور ایسے لوگوں کو جہنم کی آگ سے نکال کر نعمتوں بھری جنت میں داخل فرما دیں گے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد آپ محسوس فرمائیں گے کہ ابھی میری امت کے گناہ گار دوزخ میں موجود

ہیں تو رحمت مجسم کا فرمان ہے: ثُمَّ اَعُوْدُ۔ پھر میں دربارِ الٰہی میں حاضر ہوں گا۔ فَاَحْمَدُہٗ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ۔ اور انہیں کلمات طیبات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا۔ اور ذات باری تعالیٰ کے سامنے سر سجدے میں رکھ دوں گا۔ رب العزت پھر فرمائیں گے۔ اے میرے رسول ﷺ!

- اِرْفَعْ رَاْسَکَ .... اپنا سر مبارک سجدے سے اٹھایئے۔
- قُلْ تَسْمَعْ .... بات کیجئے آپ کی بات سنی جائے گی۔
- سَلْ تُعْطَہٗ .... مانگو! جو طلب کرو گے عطا کیا جائے گا۔
- وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ .... سفارش فرمایئے۔ قبول کی جائے گی۔

رحمۃ للعالمین پھر عرض کریں گے۔ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔ اے میرے پروردگار! میری اُمت، میری امت۔ یعنی میری امت کے بعض افراد ابھی جہنم میں جل رہے ہیں۔ اللہ رحیم و کریم فرمائیں گے۔ (فَاَخْرِجْ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ اَوْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ) جایئے اور اپنی امت کے ایسے لوگوں کو جہنم سے نکال لایئے جن کے دلوں میں رائی کے برابر ایمان ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان ہے: فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ۔ میں فوراً جاؤں گا اور رائی کے برابر ایمان والے اُمتیوں کو جہنم سے نکال لاؤں گا۔ مگر مجھے احساس ہوگا کہ ابھی میرے بعض اُمتی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ اپنی امت کے ایسے لوگوں پر ترس کرتے ہوئے میں تیسری بار اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دوں گا اور اسی طرح رب العالمین کی تعریف و بڑائی بیان کرتے ہوئے سر سجدہ میں رکھ دوں گا۔ رب العزت فرمائیں گے اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھاؤ۔ بات کہو۔ سنی جائے گی۔ سوال کرو، دیئے جاؤ گے۔ سفارش کرو تو اسے بھی قبول کیا جائے گا۔

رحمت عالم ﷺ اللہ رب العزت کے دربار عالی شان میں عرض کریں گے۔ یَا رَبِّ اُمَّتِی، اُمَّتِیْ، اے میرے رب! میری اُمت کے حال پر رحم فرما۔ میری اُمت پر کرم فرما۔ رحمۃ للعالمین کے دعائیہ الفاظ سن کر رب العالمین فرمائے گا۔ اے میرے رسول ﷺ!

((اِنْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ اَدْنٰى اَدْنٰى مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ))

تشریف لے جایئے۔ جن لوگوں کے دل میں رائی کے دانے کے تیسرے حصے کے برابر بھی ایمان ہے۔ انہیں بھی جہنم سے نکال لیجئے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ۔ میں جاؤں گا اور ایسے لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچا دوں گا۔ اپنی اُمت کے گناہ گاروں' سیاکاروں اور خطاکاروں کی تین مرتبہ سفارش کرنے کے بعد آپ چوتھی مرتبہ دربار الٰہی میں حاضری دیں گے پھر اسی طرح اللہ رب العالمین کی حمد و ثناء کریں گے۔ اپنا سر اقدس سجدے میں رکھ دیں گے پھر آواز آئے گی۔ سر اٹھایئے۔ بات فرمایئے۔ سوال دہرایئے اور شفاعت فرمایئے۔ آپ عرض کریں گے۔ یا اللہ! ابھی کچھ لوگ جہنم کی آگ میں جلائے جا رہے ہیں۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے میرے محبوب! اب آپ کی سفارش کی کوئی ضرورت نہیں۔ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكِبْرِيَائِيْ وَعَظْمَتِيْ۔ مجھے اپنی عزت' جلالت' کبریائی اور عظمت کی قسم ہے۔ لَاُخْرِجَنَّ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جس نے بھی لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر میری توحید کا اقرار کیا ہوگا۔۔۔۔ میں اسے ضرور جہنم سے نکال دوں گا۔ [1]

بلندی درجات کی سفارش

احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے گنہگار اُمتیوں کی بخشش، مغفرت اور جہنم سے آزادی کے لیے سفارش کے علاوہ اہل جنت کے لیے بلندی درجات کی بھی سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کو قبول فرما کر جنتیوں کے درجات بلند فرمائیں گے۔ آپ ﷺ خادم خاص جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

((اَنَا اَوَّلُ شَفِيْعٍ فِي الْجَنَّةِ))

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان: باب ادنی اهل الجنة منزلة فيها، حديث: ٣٢٦.

''جنت میں میں پہلا سفارشی ہوں گا۔'' [1]

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول مکرم ﷺ کی سفارش کے بغیر تو جنت کا دروازہ بھی نہیں کھل سکے گا۔ جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آتِیْ بَابَ الْجَنَّةِ۔ میں جنت کے دروازے پر آؤں گا۔ فَاَسْتَفْتِحُ۔ تو اسے کھولنے کا مطالبہ کروں گا۔ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ۔ جنت کے دروازے پر موجود محافظ' نگران اور دربان دروازے کے اندر سے سوال کرے گا۔ مَنْ اَنْتَ ۔تم کون ہو جو جنت کے دروازے کوکھولنے کا تقاضا کر رہے ہو؟ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ۔ میں کہوں گا میرا نام محمد (ﷺ) ہے۔ فَیَقُوْلُ۔ جنت کے دروازے پر مامور فرشتہ نہایت ادب سے عرض کرے گا۔ بِکَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ۔ مجھے آپ ہی کے بارے میں حکم دیا گیا تھا کہ جب تک آپ تشریف نہ لائیں۔آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔ سبحان اللہ۔ اسی حدیث کا ترجمہ مولانا محمد ابراہیم خادم رحمۃ اللہ علیہ نے شاعرانہ الفاظ میں یوں کیا ہے کہ۔

کوئی نبی ہالے قدم نہ اٹھاوے
میرا آقا ﷺ پہلاں بہشتاں نوں جاوے
اوہ جا کے جاں جنت دا کنڈا ہلاوے
تے دربان جنت دا عرضاں سناوے
مینوں میرے مولا حکم فرمایا
نہ کھولیں جنہاں چر محمد ﷺ نہ آیا

ایک اور سفارش

جناب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی شفاعت کے اثرات' ثمرات اور برکات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔ میرے چچا ابو طالب کو۔ لَعَلَّهٗ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ انا اوّل الناس یشفع فی الجنۃ، حدیث : ۳۳۲.

تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ۔ اُمید ہے کہ قیامت کے دن میری سفارش نفع دے گی کہ اسے ہلکی آگ میں رکھا جائے گا۔ ❶

اب تک رسول محترم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی جن شفاعتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی فہرست یہ ہے۔

1: حساب کے آغاز کی خاطر تمام انسانوں کے لیے شفاعت۔ شفاعتِ عظمیٰ۔

2: اپنی اُمت کے ان گنت لوگوں کو بغیر حساب جنت میں لے جانے کے لیے شفاعت۔

3: اصحاب الاعراف کے داخلہ جنت کی سفارش۔

4: ایسے گنہگار اُمتی جن کے دل میں جو کے دانے کے برابر ایمان ہوگا۔ ان کی بخشش کے لیے سفارش۔

5: اُمت محمدیہ کے جن خطا کاروں کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا' انہیں جہنم سے نکلوانے کے لیے سفارش۔

6: جن لوگوں کے دل میں رائی کے تیسرے حصے کے برابر بھی ایمان ہوگا انہیں جہنم سے آزادی دلانے کے لیے سفارش۔

7: جنہوں نے کلمہ طیبہ پڑھ کر اقرارِ توحید کیا ہوگا۔ انہیں جنت میں لے جانے کے لیے سفارش۔

8: اہل جنت کے درجات کی بلندی کے لیے سفارش۔

9: جنت کا دروازہ کھلوانے کے لیے سفارش۔

10: جن کافروں نے آپ ﷺ پر دنیا میں کوئی احسان کیا ہوگا۔ ان کے عذاب میں تخفیف کی سفارش۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو بغیر حساب جنت میں جانے والے خوش نصیبوں میں شامل فرمائے اور آپ ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

❶ صحيح مسلم، كتاب الايمان' باب شفاعة النبى ﷺ لابى طالب، حديث : ٣٦٠.

13 اُمت مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○﴾ (آل عمران : 110)

''تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا (تخلیق) کیا گیا ہے۔تم اچھے کاموں کا حکم دیتے اور بُرے کاموں سے روکتے ہو، اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کے لیے بہتر تھا، اُن میں سے بعض ایمان لانے والے اور اکثر نافرمان ہیں۔''

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.))

اُمت کا معنی و مفہوم

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے محبوب مکرم، سیّد ولد آدم، خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو شان و عظمت اور بزرگی و برتری سے نوازا ہے اسی طرح آپ ﷺ کے اطاعت گزاروں، فرمانبرداروں، جاں نثاروں اور وفاداروں کے بھی فضائل و خصائل اور محامد و محاسن بیان فرمائے ہیں۔ یاد رکھیے آپ ﷺ کا امتی ہونا بہت بڑا اعزاز، اکرام، شرف اور سعادت ہے۔ لہٰذا خطبہ جمعہ کی ان بابرکت گھڑیوں اور متبرک لمحات میں ''اُمت مصطفیٰ ﷺ'' کے عنواں پر

اظہار خیال کی کوشش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ العزیز۔

لفظ اُمت عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معانی۔ نعمت و برکت' شان و شوکت' خوشحالی' فارغ البالی' مدت' عرصہ۔ وقت' فرقہ' جماعت اور قوم وعوام کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں کسی نبی کے پیروکاروں' فرماں برداروں اور اطاعت گزاروں کی جماعت کو اس نبی کی اُمت کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو ''اُمت موسیٰ'' جناب عیسیٰ علیہ السلام کے فرماں برداروں کو ''اُمت عیسیٰ'' اور دیگر انبیاء کرام کے وفاداروں کو ان انبیاء کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ مثلاً اُمت نوح۔ اُمت داؤد۔ اُمت ابراہیم۔ وغیرہ۔

سرکار دو عالم ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر قیامت تک آپ پر ایمان لا کر آپ کی فرماں برداری کرنے اور آپ کی شریعت پر عمل کرنے والی جماعت' افراد اور اشخاص کو آپ ﷺ کی اُمت یعنی ''اُمت محمدیہ'' کہا جاتا ہے۔ اسی اُمت کو اُمت مسلمہ اور اُمت اسلامیہ بھی کہا گیا ہے۔

عام طور پر کسی نبی کی اُمت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

❁ اُمت دعوت ❁ اُمت اجابت۔

ایسے تمام انسان جن کی طرف کسی نبی کو مبعوث فرمایا جائے وہ اس نبی کی اُمت دعوت کہلاتی ہے۔ یعنی اس نبی کو انہیں دعوت اسلام دینے کے لیے مبعوث فرمایا گیا۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نبی' پیغمبر اور رسول کی دعوت کو قبول اور تسلیم کر لیں انہیں ''اُمت اجابت'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اس نبی کی دعوت کو قبول کر کے اس کی اطاعت و فرماں برداری کا وعدہ اور اقرار کر لیا۔ اس اعتبار سے امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کے دن سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسان آپ کی اُمت دعوت ہیں کیونکہ آپ کی نبوت اور رسالت قیامت تک کے لیے ہے اور اب آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا﴾ (الاعراف : 158)

''(اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ اے تمام انسانوں! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

اُمت دعوت میں سے جن لوگوں نے آپ کا کلمہ پڑھا۔ پڑھ رہے ہیں۔ اور قیامت تک پڑھیں گے۔ وہ آپ ﷺ کی ''اُمت اجابت'' ہیں۔ آپ ﷺ کے انہیں امتیوں کے فضائل، خصائص، امتیازات، اعزازات، خصوصیات اور اوصاف ہی ہمارا موضوع ہے۔

امت اور قوم میں فرق

اُمت اور قوم دو مختلف الفاظ ہیں۔ اور ان کے معانی و مفاہیم میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ اسی لیے رسول معظم ﷺ کے ماننے والوں کو آپ کی قوم نہیں بلکہ آپ کی اُمت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اُمت کے جمیع افراد کے اعتقاد و نظریات مشترک ہوتے ہیں۔ جبکہ قوم کے افراد کے عقائد مشترک بھی ہو سکتے ہیں اور ایک ہی قوم کے لوگ مختلف نظریات کے حامل بھی ہو سکتے ہیں۔ قوم رنگ، نسل، زبان اور وطن وغیرہ سے معرض وجود میں آتی ہے جبکہ اُمت کے افراد میں ان چیزوں کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں ہوتی۔ ایک اُمت کہلانے والوں کی تہذیب، ثقافت، طرز زندگی اور اصول معاشرت ایک جیسے ہوں گے مگر قوم کے افراد کی بود و باش اور تہذیب و تمدن مختلف بھی ہو سکتی ہے۔ ملت اسلامیہ اور اُمت محمدیہ کی بنیاد قرآن و سنت ہے اور اس کے ماننے والے دینی اور دنیاوی مقاصد کی خاطر اکٹھے ہوتے ہیں۔ مگر قوم کے افراد کا اتفاق و اتحاد صرف دنیاوی مقاصد کے لیے ہوتا ہے۔ اس واضح اور نمایاں فرق کے باوجود بعض اوقات ضرورت شعری یا اور کسی وجہ سے اُمت کی جگہ قوم کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر مشرق نے کہا ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

اُمت کی شرطِ رکنیت

اُمت محمدیہ میں داخلے کی صرف ایک ہی شرط ہے جسے معروف الفاظ میں شرطِ رکنیت کہہ

سکتے ہیں۔اور وہ شرط ہے۔''اقرار توحید و رسالت'' جو شخص حضور قلب کے ساتھ اپنی زبان سے

''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ''

پڑھ لیتا ہے۔ وہ اس امت کا معزز و محترم ''رکن'' بن جاتا ہے۔اُمت مسلمہ کا رکن بننے کے لیے کسی ملک' قبیلے' قوم' رنگ' نسل' زبان' وطن' علاقے' لباس' معاشرت اور ذات و پات کی کوئی قید اور پابندی نہیں کلمہ طیبہ کا اقرار کرنے والا۔

- عربی ہو یا عجمی
- پاکستانی ہو یا ہندوستانی
- افغانی ہو یا تورانی
- ایرانی ہو یا عراقی
- ترکی ہو یا انڈونیشی
- بنگالی ہو یا برمی
- مصری ہو یا شامی
- سعودی ہو یا لبنانی
- امریکی ہو یا برطانوی
- پنجابی ہو یا سندھی
- بلوچی ہو یا کشمیری
- گورا ہو یا کالا
- سرخ ہو یا سفید
- طویل القامت ہو یا پست قد
- مرد ہو یا عورت
- بچہ ہو یا بوڑھا
- جوان ہو یا ادھیڑ عمر
- امیر ہو یا غریب
- شاہ ہو یا گدا
- مالدار ہو یا تنگدست
- تاجر ہو یا کارخانہ دار
- مزدور ہو یا مالک
- ملازم ہو یا افسر
- غلام ہو یا آقا
- بادشاہ ہو یا فقیر
- گداگر ہو یا تونگر
- مقرر ہو یا سامع
- زمیندار ہو یا مزارع
- مقتدی ہو یا امام
- مذہبی رہنما ہو یا سیاسی

جو بھی دل و جان سے اللہ رب العزت کی توحید و یکتائی اور سرور کونین ﷺ کی نبوت و رسالت کا اقراری ہے۔ وہ امت مسلمہ کا فرد ہے۔ رکن رکین ہے۔ باضابطہ ممبر ہے۔ معزز

رکن ہے کیونکہ۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحر سے لے کر تابخاک کاشغر

رسول مکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ)) [1]

''جس شخص نے دل کی گہرائیوں سے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (پھر زندگی بھر اس پر عمل پیرا رہا) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

مگر ایک بات ذہن نشین فرما لیں کہ اقرار توحید و رسالت کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول رحمت ﷺ کی اطاعت بنیادی اور لازمی چیز ہے۔ محض زبانی اقرار سے کامیابی و کامرانی ممکن نہ ہوگی۔ کیونکہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

------اور------

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

رکن کا احترام

جونہی کوئی شخص کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلامی معاشرے کا فرد' اُمت محمدیہ کا رکن اور مسلمان برادری کا حصہ بن جاتا ہے۔ تو امت کے ہر شخص کے لیے اس کا احترام' عزت' توقیر اور تکریم لازمی ہو جاتی ہے۔ اس کے جان' مال' اولاد' عفت وعزت اور چادر و چاردیواری کا تحفظ اُمت کے ہر فرد کی ذمہ داری بن جاتا ہے۔ وہ اہل اسلام کا بھائی' مومنوں کا دوست اور مسلمانوں کا

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن، حدیث: ۸۵۰.

ساتھی کہلاتا ہے۔ اس کا خون بہانا' بے عزت کرنا' مال لوٹنا اور اس کے خلاف ہاتھ اٹھانا ممنوع قرار پاتا ہے۔ ہمارے آقا و مولا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا فرمان ذی شان ہے۔

((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ)) ❶

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک وہ اس امر کا اقرار نہ کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ پس جس شخص نے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو اس نے اپنا مال اور جان مجھ سے بچا لیے۔ البتہ اسلام کے حقوق قائم رہیں گے۔ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔''

احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی کافر عین حالت جنگ میں۔۔۔ جب اسے اپنی جان کا خطرہ ہو اور مسلمان مجاہد اس پر برتری حاصل کر چکا ہو۔۔۔ کلمہ طیبہ پڑھ کر امت محمدیہ میں داخلے کا اعلان کر دے تو مسلمان فوجی کو اس پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں بلکہ اس کا احترام واجب ہے۔ چنانچہ رسول مکرم ﷺ کے صحابی جناب مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ''میں نے دربار رسالت میں عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ!

((اِنْ لَقِیْتُ رَجُلًا مِنَ الْکُفَّارِ فَقَاتَلَنِیْ فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ))

''اگر میدان جنگ میں میرا کسی کافر سے مقابلہ ہو جائے اور وہ اپنی تلوار سے میرا ایک ہاتھ بھی کاٹ ڈالے۔ پھر کسی درخت کی اوٹ میں پناہ لے کر کہہ دے کہ۔ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ۔ میں اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا ہوں۔ (اُمت رسول کا رکن بنے

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی تقولوا لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه......، حدیث : ۳۲.

کا اعلان کرتا ہوں) تو کیا میں اسے قتل کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اسے قتل مت کرو" میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! اگرچہ اس نے پہلے میرا ہاتھ کاٹا ہو۔ پھر اسلام کا اظہار کیا ہو تو پھر بھی اسے نہ ماروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ لَا تَقْتُلْهُ۔ اسے مت مارو۔ اگر تو نے اسے قتل کر دیا۔ تو اس سے قبل جو تیری قدر و منزلت تھی وہ اسے حاصل ہو جائے گی۔ اور اس کے کفر کا درجہ تجھے مل جائے گا۔" ❶

مختصر یہ کہ رسول محترم ﷺ نے افراد اُمت کو ایک دوسرے کا دلی احترام کرنے، بھائی چارے کی فضا قائم رکھنے اور باہمی تعاون، ہمدردی، خلوص محبت، خدمت، رواداری، برداشت اور عزت و ناموس کی حفاظت کا سبق دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

اُمت محمدیہ کی خصوصیات

اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بہت بڑا احسان، انعام اور عنایت ہے کہ ذات باری تعالیٰ نے ہمیں نبی آخر الزماں، سرور کون و مکاں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا امتی ہونے کا اعزاز و شرف بخشا ہے۔ جس طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کوئی نبی امام کائنات ﷺ کی عظمت، شان، بزرگی اور برتری کا مقابلہ نہیں کر سکتا اسی طرح تمام انبیاء کرام کی اُمتوں میں سے کوئی امت نبی محترم ﷺ کی اُمت کے برابر اور مساوی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اُمت نبی کی نسبت سے معرض وجود میں آتی ہے۔ چونکہ ہمارے آقا ﷺ ساری کائنات میں سب سے افضل، اعلیٰ اور اشرف ہیں لہٰذا آپ کی امت بھی تمام اُمتوں سے زیادہ فضیلت و عظمت کی حامل ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اُمت محمدیہ کی خصوصیات و فضائل کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"آپ ﷺ کی امت ہر فضیلت میں تمام امتوں سے زیادہ افضل ہے۔ اگر تمام دنیا کی

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا اله الا الله، حدیث: ۱۵۵.

قوموں کے علم کا ان کے علم سے مقابلہ کیا جائے۔ تو امت محمدیہ کے علم کی برتری ثابت ہوگی۔ اگر ان کے دین وعبادت کو دوسروں کے دین وعبادت کے مقابلے میں لایا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں سے کہیں زیادہ دیندار ہے۔ اگر شجاعت و جہاد فی سبیل اللہ کے راستے میں مشکلات پر صبر اور استقامت کو دیکھا جائے تو ان کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے۔ اگر سخاوت وانفاق فی سبیل اللہ اور بلند حوصلگی کو دیکھا جائے تو ان میں سب سے زیادہ سخاوت وکرم نظر آتا ہے۔''

آیئے اب ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں اُمت محمدیہ کی خصوصیات' اعزازات اور امتیازات کو قدرے تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں یہ خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

دعاءابراہیمی

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے نام' کام اور خدمات سے آپ واقف ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر' عظیم المرتبت رسول اور برگزیدہ نبی ہیں۔ آپ عراق کے شہر بابل کی نواحی بستی ''اُور'' میں پیدا ہوئے۔ اور بچپن میں ہی اللہ رب العزت نے حکمت و دانائی اور رشد و ہدایت سے سرفراز فرما دیا۔ اعلان نبوت کے بعد آپ کو بے پناہ مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آپ نے راہ توحید میں ہر قسم کے مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے۔ صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ اور احکام الٰہی سے سَرِ مو انحراف گوارا نہ فرمایا۔ آپ نے راہِ خدا میں ماں کی مامتا کو قربان کیا۔ باپ کی محبت کو قربان کیا۔ آبائی وطن کو قربان کیا۔ خدائی اختیارات کے دعوے دار نمرود کے دربار میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا برملا اعلان فرمایا۔ اللہ رب العزت کی وحدانیت کے موضوع پر اس سے مناظرہ کیا۔ اور اسے شکست فاش سے دوچار کیا۔ معبودانِ باطلہ کی سرکوبی کی اور قوم کے عمائدین کے سامنے ان کی بے بسی کو آشکارا فرمایا۔ اور آخرکار اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی توحید کی خاطر ''نارِ نمرود'' میں چھلانگ لگانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ بقول اقبال ؒ

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر سفرِ ہجرت بھی فرمایا۔ فرمانِ الٰہی کی تعمیل میں اپنے شیر خوار بچے اور پیاری بیوی ہاجرہ کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ اور ابراہیم علیہ السلام نے انسانیت کی تاریخ میں یہ انوکھا کردار بھی ادا کیا کہ رضائے الٰہی کی خاطر بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دی اور جب فرماں بردار بیٹے نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اسے ساتھ لے کر بیت اللہ کی تعمیر کا فریضہ سرانجام دیا۔

آیئے! تصورات کی دنیا میں حرم کعبہ چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام معمار اور ذبیح اللہ مزدور کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ کعبۃ اللہ تعمیر ہو رہا ہے۔ دیواریں اٹھائی جا رہی ہیں اور پتھر لگائے جا رہے ہیں۔ اچانک عرش سے آواز آتی ہے۔ اے میرے خلیل! اب تک جو میں کہتا رہا ہوں تو مانتا رہا ہے۔ حکم میرا ہوتا تھا تعمیل تیری ہوتی تھی۔ اشارہ میرا ہوتا تھا۔ عمل تیرا ہوتا تھا۔ اور فرمان میرا ہوتا تھا کردار تیرا ہوتا تھا۔ اے میرے ابراہیم! تو نے فرماں برداری، اطاعت گزاری، وفاداری ور جاں نثاری کی انتہا کر دی۔ ادھر دیکھ میری رحمت کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اب مانگتے جانا تیرا کام ہے۔ عطا فرماتے جانا میرا کام ہے۔ دعا تیری ہو گی۔ عطا میری ہو گی۔ ہاتھ اٹھانا تیرا کام ہے۔ بھر کر لوٹانا میرا کام ہے۔ الفاظ تیرے ہوں گے۔ قبولیت میری ہو گی۔ تو مانگتا مانگتا تھک جائے گا۔ مگر میں دیتے دیتے نہیں اکتاؤں گا۔ تو نے وفا شعاری کی اخیر کر دی۔ میں دلداری کی اخیر کر دوں گا۔

اب پوچھیے قرانِ عزیز سے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت اللہ رحیم و کریم سے کیا مانگا۔ کیا دعائیں کیں۔ کیا التجائیں کیں۔ کیا سوالات کیے۔ کیا مطالبات پیش فرمائے۔ میں قرآنی الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سنہری موقع پر جد الانبیاء ابراہیم علیہ السلام نے ''اُمت محمدیہ'' کے لیے بھی دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے دوسری دعاؤں کی طرح اپنے خلیل کی اس دعا کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔ قرآن حکیم

اس موقع پر کی جانے والی دعاؤں کا تذکرہ یوں فرماتا ہے۔

﴿وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝﴾ (البقرۃ : 127 تا 129)

''اور جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے۔ بلاشبہ تو ہی (سب کی دعائیں) سننے والا (اور سب کچھ) جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار بنا لے۔ اور ہماری اولاد میں سے ''ایک مسلمان امت'' پیدا فرما۔ اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقوں سے آگاہ فرما۔ اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک رسول مبعوث فرما جو انہی میں سے ہو۔ وہ ان کے سامنے تیری آیات تلاوت کرے' انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ بنائے۔ بلاشبہ تو غالب حکمت والا ہے۔''

فی الوقت ان آیات مبارکات کی تشریح و توضیح مقصود و مطلوب نہیں ہے۔ میرا استدلال محض یہ ہے کہ جناب ابراہیم اور جناب اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کعبہ کے موقع پر دربارِ الٰہی میں جو مطالبات پیش کئے' جو دعائیں اور التجائیں فرمائیں۔ ان میں ایک دعا اُمت مسلمہ یعنی اُمت محمدیہ کے بارے تھی۔ کہ اے مولائے کریم! ﴿وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾ ہماری اولاد میں سے امت مسلمہ پیدا فرما۔ ان قرانی الفاظ سے عیاں ہو گیا کہ ہم وہ خوش قسمت' سعادت منداور نیک بخت اُمت ہیں جن کے لیے جناب ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے دربارِ الٰہی میں دعائیں اور التجائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان دعاؤں کا مصداق بنے

کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

بہترین اُمت

قرآن کریم میں رسول کریم کی اُمت کو "بہترین اُمت" کے جلیل القدر لقب سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ اور یہ بات واضح کی گئی ہے کہ آج تک صفحۂ ہستی پر ظاہر ہونے والی تمام امتوں میں سے آپ ﷺ کی اُمت ہی "خیر الامم" کہلانے کی مستحق ہے۔ کیوں کہ اس امت کا مقصد حیات بڑا اعلیٰ' جدوجہد بڑی پاکیزہ اور نصب العین بہت بلند ہے۔ اس امت کے ہر فرد و بشر کی کوشش و کاوش کی غرض یہ ہے کہ حق کا بول بالا ہو' ہدایت کا نور ہر طرف پھیل جائے' کفر و شرک کا خاتمہ ہو۔ توحید و سنت کو عروج حاصل ہو۔ اور پوری دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ اس امت کے انہی خصائص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ (آل عمران : 110)

"(اے مسلمانو!) تم ہی بہترین اُمت ہو جنہیں لوگوں (کی ہدایت و اصلاح) کے لیے ظاہر کیا گیا ہے۔ تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔"

ان الفاظ قرآنی میں امت محمدیہ کی فضیلت بیان کرنے کے علاوہ اُمت کو اس کے فرائض اور ذمہ داریوں سے بھی آگاہ فرماتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تمہارا کام صرف اپنی اصلاح کرنا ہی نہیں بلکہ تمہارا دائرہ کار بڑا وسیع اور تمہاری ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں۔ تمہارا اصل کام اپنے گھر' اپنے ماحول' اپنے معاشرے' اپنے ملک اور پھر ساری دنیا میں حق وصداقت کو پھیلانا' توحید و سنت کی اشاعت کرنا اور شرک و بدعت' رسومات قبیحہ' فسق و فجور' بداخلاقی' بے حیائی' فحاشی' عریانی اور ہر قسم کی برائیوں کا قلع قمع کرنا اور دنیا میں اسلام کو عملاً نافذ کرنا ہے۔ اگر تم یہ ذمہ داری ادا کرو گے تو "خیر الامم" کے منصب جلیل پر فائز ہو گے۔ اور اگر تم نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو پھر یاد رکھو تم سے افضلیت کا یہ تاج چھین لیا جائے گا اور

اقوام عالم پر تمہاری برتری کے اعزاز عظیم سے تمہیں محروم کر دیا جائے گا۔ امر بالمعروف تمہارا اصل کام اور نہی عن المنکر تمہاری بنیادی ذمہ داری ہے۔ اس امر کی وضاحت رسول مکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ رَءَ ی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ)) [1]

''تم میں سے کوئی شخص جب کوئی برائی دیکھے تو اسے بزور بازو ختم کرنے کی کوشش کرے اور اگر وہ قوت بازو سے روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس برائی کو زبان سے روکنے کی سعی کرے اور اگر اتنا بھی نہیں کر سکتا تو کم از کم دل سے ہی اسے برا سمجھے (اور الگ تھلگ ہو جائے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فضیلت' اہمیت' حیثیت اور افادیت اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے۔ [2] ہم تو صرف یہ عرض کر رہے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے رحمۃ للعالمین ﷺ کی اُمت کو یہ اعزاز عظیم عطا فرمایا ہے کہ اسے قرآنی آیات میں ''خیر اُمت'' یعنی تمام امتوں میں سب سے بہترین اُمت قرار دیا ہے۔

معتدل امت

اُمت محمدیہ کے فضائل و مناقب کو قرآن کریم کی متعدد آیات میں مختلف اسالیب میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اس امت کی ایک اہم خوبی جسے قرآنی الفاظ میں بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔ وہ ''اُمت وسط'' ہے۔ اُمت وسط سے مراد ایسی اُمت ہے جو عدل و انصاف کی روش پر قائم ہو۔ افراط و تفریط سے پاک ہو اور غلو و استخفاف سے مبرا ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنكر من الایمان، حدیث : ۷۸.

[2] اس موضوع کی تفصیلات کے لیے ہماری کتاب ''خطبات سورۃ العصر'' کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ (البقرۃ : 143)

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں ''امت وسط'' یعنی معتدل اُمت بنایا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ معتدل امت کا لقب بھی امت محمدیہ کے لیے بہت بڑا شرف اور اعزاز ہے۔ کیونکہ اس امت کے ہر فعل میں میانہ روی اور ہر عمل میں اعتدال ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ نصاریٰ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی شان و عظمت کو اتنا بڑھایا کہ انہیں ''ابن اللہ'' بلکہ اللہ کے مرتبے پر فائز کر دیا۔ جبکہ یہودیوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی شان کو اتنا گھٹایا کہ ان کی نبوت و رسالت اور پیغمبری سے ہی انکار کر دیا۔ ہم چونکہ معتدل امت ہیں لہٰذا ہمارا عقیدہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے، روح اللہ اور رسول اللہ تھے۔

اسی طرح احکام اسلام پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اُمت وسط کو ہر معاملے میں میانہ روی اور اعتدال پسندی کا سبق دیا گیا ہے۔ مثلاً نہ ترک دنیا نہ ترک عقبیٰ بلکہ دونوں کا حسین امتزاج۔ کہ بندہ مناسب حد تک دنیاوی معاملات میں بھی حصہ لے اور آخرت کو بھی سنوارنے کی کوشش کرے اسی لیے قرآن حکیم میں اہل ایمان کو یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ وہ دربار الٰہی میں عرض کیا کریں۔

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾

(البقرۃ : 201)

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بہتری نصیب فرما۔ اور ہمیں جہنم کی آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔''

نماز تہجد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہونے کے علاوہ بے شمار فوائد و برکات کا سبب ہے مگر اس میں بھی میانہ روی، اعتدال اور موزونیت کا درس دیا گیا ہے۔ اور اپنے آپ کو اذیت میں مبتلا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ خادم رسول جناب انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک دن نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ فَاِذَا

حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَیْنَ السَّارِیَتَیْنِ ۔ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹک رہی ہے۔ آپ ﷺ نے وہاں موجود لوگوں سے پوچھا۔ مَا ھٰذَا یہ کیا ہے؟ آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ ''زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے۔'' جب وہ (نماز تہجد پڑھتے پڑھتے) تھک جاتی ہیں تو۔ تَعَلَّقَتْ۔ اس رسی سے لٹک جاتی ہیں۔ (اور جھٹکے کی وجہ سے ہوشیار ہو جاتی ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا۔ حُلُّوْہُ۔ اسے فوراً کھول دو۔ (لِیُصَلِّ اَحَدُکُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْیَقْعُدْ) تم میں سے ہر شخص اس وقت تک تہجد کی نماز پڑھے جب تک نشاط (تروتازگی، بشاشت اور چستی) باقی رہے۔ جب وہ نماز پڑھتے پڑھتے تھک جائے تو بیٹھ جائے اور نماز پڑھنی بند کر دے۔'' ❶

نماز' روزے' ذکر الٰہی اور عبادت کے لیے خلوت نشینی بڑا عظیم کام ہے۔ مگر اس میں بھی حد سے تجاوز کرنے' بیوی بچوں سے علیحدگی اختیار کرنے اور تجرد یعنی بغیر نکاح کے زندگی گزارنے کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ عبادت خداوندی میں بھی اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

(جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ ﷺ) تین افراد نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ (یہ تین اشخاص کوئی عام آدمی نہیں تھے بلکہ نامور صحابہ کرام جناب علی المرتضیٰ' جناب عبداللہ بن عمرو اور جناب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم تھے) اور ان سے نبی اکرم ﷺ کی انفرادی عبادت کا حال دریافت فرمایا۔ جب ازواج مطہرات نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی عبادت کی کیفیت اور تفصیل بتائی تو ان لوگوں نے آپ کی ریاضت کے مقابلے میں اپنی عبادت کو حقیر اور کم گردانتے ہوئے کہا کہ:

((اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

❶ صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب ما یکره من التشدید فی العبادة، حدیث: ۱۱۵۰.

وَمَا تَأَخَّرَ))

''نبی اکرم ﷺ مغفور ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی اتنی زیادہ عبادت کرتے ہیں تو ہم گنہگاروں کو آپ سے کہیں زیادہ عبادتِ الٰہی میں مصروف ومشغول رہنا چاہیے۔ چنانچہ تینوں میں سے ایک نے کہا۔ فَإِنِّيْ أُصَلِّيْ اللَّيْلَ أَبَدًا۔ آج کے بعد میں ساری رات نفل پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے وعدہ کیا۔ أَنَا أَصُوْمُ الدَّهْرَ میں زندگی بھر روزانہ نفلی روزہ رکھوں گا۔ وَلَا أُفْطِرُ۔ اور کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے عبادت کے لیے خلوت نشینی اختیار کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔ (أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا) میں ساری زندگی عورتوں سے الگ رہوں گا۔ اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ نہ بیوی بچے ہوں گے۔ نہ فکر عیال ہوگی۔ اور نہ عبادت سے غافل ہوں گا۔ تینوں نے ابھی اپنے اپنے مؤقف اور عزم کا اظہار کیا ہی تھا کہ اچانک ان کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا: (أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا) کیا تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں۔ (أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ وَأَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ) اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور زیادہ پرہیزگار ہوں۔ (لٰكِنِّيْ أَنَا أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ) لیکن میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ میں رات کو تہجد کی نماز پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور میں نے عورتوں سے شادیاں بھی کی ہوئی ہیں۔ (فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ) پس جو میرے طریقے اور میری سنت سے روگردانی کرے گا۔ وہ میری امت میں سے نہیں ہوگا۔''[1]

اس حدیث رسول نے وضاحت فرما دی کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ وہ ضابطہ

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، حدیث: ۵۰۶۳.

اعتدال اور میزان عدل ہے جو افراط و تفریط سے بچاتی ہے۔ نہ سنت سے آگے بڑھنا پرہیزگاری ہے اور نہ سنت سے کم کرنا نیکی ہے۔ سنت سے آگے بڑھنا بدعت کا دروازہ کھولتا ہے اور سنت سے پیچھے رہ جانا معصیت اور نافرمانی ہے۔ الغرض اس امت کے مذہبی معاملات' دینی اعتقادات' اسلامی نظریات' عبادات' معاشیات' سیاسیات اور تمام امور میں اعتدال ہی اعتدال ہے۔ اسی لیے رب العالمین نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ اور اسی طرح ہم نے آپ کو معتدل امت بنایا ہے۔ امت کے جمیع افراد کی چال ڈھال' بول چال' عبادت و ریاضت' آمدن و خرچ' وعظ و نصیحت' انفاق فی سبیل اللہ۔ محبت و الفت اور عداوت و نفرت میں بھی میانہ روی اور اعتدال کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ اس امت کا شرف' امتیاز اور خصوصی وصف ہے۔ جسے قرآنی آیات کی زینت بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

گواہ امت

قرآن مجید فرقان حمید کی جو آیت طیبہ ابھی تلاوت کی گئی ہے اس میں خالق ارض و سماء نے نبی دو جہاں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کا ایک اور وصف بیان فرمایا ہے۔ اور وہ ہے ''گواہ اُمت'' الفاظ قرآنی اور ترجمے پر غور فرمائیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

''اور (اے اہل ایمان!) ہم نے آپ کو معتدل اُمت بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ بنو اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہوں۔''

اس آیت مقدسہ کا مصداق بھی اُمت محمدیہ ہے۔ اور اس گواہی کی عملی صورت کا اظہار قیامت اور حشر کے دن ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی کی اُمت کو پہلی امتوں بلکہ سابقہ انبیاء کی تبلیغی خدمات کا گواہ بنا کر کھڑا کرے گا اور یہ ایسا اعزاز ہے جو صرف اُمت محمدیہ کو حاصل ہو گا۔ چنانچہ جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کی گواہی کا

تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"(یُدْعٰی نُوْحٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ) قیامت کے دن جناب نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ۔ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ کہتے ہوئے دربارِ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔ تو رب العزت کی طرف سے سوال ہوگا۔ اے نوح! هَلْ بَلَّغْتَ؟ کیا آپ نے (میرے احکام اور میری توحید کی) تبلیغ کی تھی؟ سیدنا نوح علیہ السلام بڑے ادب سے عرض کریں گے۔ نَعَمْ جی ہاں۔ میں نے تبلیغ کی تھی۔ فَیُقَالُ لِاُمَّتِهٖ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا۔ هَلْ بَلَّغَکُمْ؟ کیا انہوں نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ فَیَقُوْلُوْنَ مَا اَتَانَا مِنْ نَّذِیْرٍ۔ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔"

آپ ذرا حالات کی سنگینی کا تصور فرمائیں۔ حشر کا دن ...... اللہ رب العالمین اپنے عرش پر مستوی .... آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام انسان جمع۔ جناب نوح علیہ السلام اور ان کی امت دربارِ الٰہی میں حاضر۔ ایک طرف نوح علیہ السلام اور دوسری طرح ان کی قوم۔ ساری انسانیت یہ منظر دیکھ رہی ہے۔ فرشتے حکم الٰہی کے منتظر دست بستہ کھڑے ہیں۔ ساڑھے نو سو سال، اللہ تعالیٰ کی توحید سنانے والے۔ قوم کی طرف سے جھوٹا' گمراہ اور بے وقوف ہونے کے طعنے سننے والے اور استہزاء و تمسخر کا سامنا کرنے والے اللہ کے رسول' پیغمبر اور نبی سیدنا نوح علیہ السلام سے پوچھا جا رہا ہے۔ کیا تم نے میرے احکام اپنی اُمت تک پہنچائے؟ وہ منصب نبوت کا دفاع کرتے ہوئے' حقیقت حال کی وضاحت کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ کریم! میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا تھا مگر اُمت فوراً بول اُٹھتی ہے۔ کہ ہم تو اُنہیں جانتے ہی نہیں۔ ہم نے تو کبھی ان کی صورت ہی نہیں دیکھی اور ہم تو ان سے متعارف ہی نہیں ہیں۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے کبھی ہمیں سمجھایا ہی نہیں۔ بلکہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا' تبلیغ کرنے والا اور توحید سنانے والا آیا ہی نہیں ہے۔ استغفر اللہ۔

جناب نوح علیہ السلام اپنی اُمت کے اس جواب سے ازحد نالاں اور پریشان کھڑے ہوں

گے کہ فَیَقُوْلُ۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ مَنْ یَشْھَدُ لَکَ۔ کوئی ہے جو تمہاری گواہی دے کہ تم نے اپنی امت تک میرا پیغام پہنچایا۔ جناب نوح علیہ السلام (چاروں طرف دیکھ کر) فرمائیں گے۔ ہاں۔ مُحَمَّدٌ وَ اُمَّتُہٗ۔ محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہی دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر فَیَشْھَدُوْنَ اَنَّہٗ قَدْ بَلَّغَ میری امت کے لوگ دربارِ الٰہی میں سیدنا نوح علیہ السلام کے حق میں گواہی دیں گے۔ کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا فریضہ انجام دیا تھا۔ جب اُمت محمدیہ گواہی دے کر فارغ ہو جائے گی تو پھر۔ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنی اُمت کی گواہی کی تائید میں خود بھی گواہی دیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت طیبہ تلاوت فرمائی۔

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ﴾ [1]

یہ معاملہ صرف جناب نوح علیہ السلام تک ہی محدود نہیں بلکہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی اُمتیں بھی جب حشر کے دن دربار خداوندی میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور نبیوں کی خدمات اور تبلیغ کا انکار کریں گی تو اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی ﷺ کی اُمت کو انبیاء عظام کے حق میں گواہی دینے کا اعزاز بخشے گا۔ اور آپ ﷺ کی اُمت کے افراد قرآنی حقائق کی روشنی میں اور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے رسولوں، نبیوں اور پیغمبروں کی سچائی، صداقت اور ان کی تبلیغی خدمات پر شہادت اور گواہی پیش کریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس امت اور نبی محترم ﷺ کی گواہی کو قبولیت کا شرف بخشتے ہوئے انبیاء کرام کے حق میں اور ان کی امتوں کے خلاف فیصلے فرمائیں گے۔ سرور کائنات ﷺ کی زبان حق ترجمان نے اس صورت حال کی وضاحت یوں فرمائی:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی وکذلك جعلنکم امة وسطا.....، حدیث : ٤٤٨٧، جامع ترمذی، ابواب التفسیر، باب ومن سورة البقرة، حدیث : ٢٩٦١۔ قال الالبانی، صحیح.

((يَجِيءُ النَّبِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَيَجِيءُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَيَجِيءُ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الثَّلَاثَةُ أَوْ أَكْثَرُ مِنْ ذَالِكَ فَيُدْعٰى قَوْمُهُ فَيُقَالُ لَهُ هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُدْعٰى قَوْمُهُ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ، لَا، فَيُقَالُ مَنْ شَهِدَ لَكَ؟ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَ أُمَّتُهُ فَتُدْعٰى أُمَّةُ مُحَمَّدٍ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغَ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيَقُوْلُ وَمَا عِلْمُكُمْ بِذَالِكَ فَيَقُوْلُوْنَ أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا بِذَالِكَ أَنَّ الرُّسُلَ قَدْ بَلَّغُوْا فَصَدَّقْنَاهُ، فَذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾.)) ❶

''قیامت کے دن ایک نبی دربارِ خداوندی میں پیش کیا جائے گا اور ان کے ساتھ (ان کے ماننے والا) صرف ایک آدمی ہوگا اور ایک دوسری نبی کو لایا جائے گا۔ تو ان کے ساتھ (ان کے فرمانبردار) صرف دو آدمی ہوں گے۔ اور کسی کے ساتھ تین یا اس سے زیادہ ہوں گے۔ پھر اس نبی کی قوم کو بلایا جائے گا۔ (جن کی طرف انہیں نبی بنا کر بھیجا گیا تھا) تو اس نبی سے سوال کیا جائے گا۔ کیا آپ نے اپنی قوم کو احکام الٰہی کی تبلیغ کی۔ وہ نبی عرض کریں گے۔ جی ہاں۔ پھر ان کی قوم سے پوچھا جائے گا۔ کہ کیا اس نبی نے تمہیں اللہ کے احکام پہنچائے۔ یعنی تبلیغ کی۔ وہ کہیں گے۔ نہیں (ہمارے پاس تو کوئی تبلیغ کرنے والا نہیں آیا) اس نبی سے کہا جائے گا۔ اب آپ کی گواہی کون دے گا۔؟ وہ عرض کریں گے۔ کہ ''محمد ﷺ اور ان کی اُمت میری گواہ ہے۔'' پس جناب رسول اللہ ﷺ کی اُمت کو بلایا جائے گا۔ اور ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا اس نبی نے تبلیغ کی

❶ سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب صفة محمد ﷺ، حديث : ٤٢٨٤، صححه الالباني.

تھی؟ وہ کہیں گے۔ جی ہاں۔ انہوں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی۔ اب اُمت محمدیہ سے پوچھا جائے گا۔ (تم تو سب کے بعد آئے تھے) تمہیں کیسے علم ہوا کہ انہوں نے تبلیغ کی؟ سرورِ کونین ﷺ کے اُمتی عرض کریں گے۔ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں خبر دی تھی۔ کہ تمام انبیاء نے احکام الٰہی کی تبلیغ کا حق ادا کیا تھا۔ تو ہم اپنے نبی ﷺ کے بتانے پر تصدیق کرتے ہیں کہ ان انبیاء کرام نے تبلیغ حق کا فرض کما حقہٗ انجام دیا۔ آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمانے کے بعد کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ﴾

''اور اس طرح ہم نے آپ کو امت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول اللہ تمہارے متعلق گواہی دیں گے۔''

ان احادیث مبارکات سے اُمت محمدیہ کی گواہی کی مزید وضاحت ہوگئی کہ اسی امت کو پہلی امتوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی گواہی کا اعزاز و شرف عطا فرمایا جائے گا۔

آخری اُمت

اس امر میں کسی قسم کے شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کہ ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر، آخری نبی، اور آخری رسول ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید واضح الفاظ میں اعلان فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا۠﴾ (الاحزاب : 40)

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے (حقیقی) باپ نہیں ہیں۔ اور لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبیوں میں سے آخری نبی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

چونکہ امام الانبیاء ﷺ آخری رسول ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کی اُمت اُمتوں میں سے آخری اُمت ہے۔ جس طرح قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اسی طرح قیامت تک کوئی نئی اُمت معرض وجود میں نہیں آئے گی۔ بلکہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمان رسول پاک ﷺ کے اُمتی کہلائیں گے۔ لہٰذا آخری اُمت کا اعزاز اور امتیاز بھی اُمت محمدیہ کو ہی حاصل ہے۔ اور اس شرف عظیم کا تذکرہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے فرمایا ہے۔ چنانچہ صحابی رسول جناب ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ کے دوران فرمایا:

((وَاَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَاَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ.)) [1]

''اور میں انبیاء میں سے آخری نبی اور (اے مرے اُمتیو!) تم امتوں میں سے آخری اُمت ہو۔''

کثیر اُمت

یہ ایک لاریب حقیقت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اُمت کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت اس کی کثرت ہے۔ اسی لیے بعض اہل علم نے ''کوثر'' کا معنی کثیر اُمت کیا ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ رسول معظم ﷺ کے اعلان نبوت سے لے کر اب تک جتنے انسان حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ وہ سب آپ ﷺ کے اُمتی اور غلام ہیں۔ اب سے تا قیامِ قیامت کتنے ایسے خوش نصیب و سعادت مند ہوں گے۔ جنہیں قبول اسلام کا شرف حاصل ہوگا۔ اور وہ سارے کے سارے رحمت دو عالم ﷺ کے اُمتی کہلائیں گے۔ محسن انسانیت ﷺ کے فرماں برداروں' اطاعت گزاروں' وفا شعاروں' فداکاروں اور جاں نثاروں کی کثرت یعنی اپنی اُمت کے کثیر' لاتعداد اور بے حساب ہونے کا تذکرہ خود امام الرسل ﷺ نے اپنی زبان نبوت سے فرمایا ہے۔ چنانچہ ترجمان القرآن جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات۔

[1] سنن ابن ماجه، ابواب الفتن، حديث: ٤٠٧٧۔ ضعّفهُ الالباني.

عُرِضَتْ عَلَیَّ الْاُمَمُ۔ مجھے بہت سی اُمتیں دکھائی گئیں میں نے بعض ایسے انبیاء کو دیکھا جن کے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی۔ بعض نبیوں کے ساتھ چھوٹی سی جماعت تھی۔ کسی نبی کے ساتھ دس افراد تھے۔ کسی نبی کے اُمتیوں کی تعداد صرف پانچ تھی۔ وَالنَّبِیُّ یَمُرُّ وَحْدَهٗ۔ اور میں نے ایسے اکیلے نبی کو بھی دیکھا جن کا کوئی اُمتی نہ تھا۔ جب مجھے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کی اُمتوں کا نظارہ کروایا جا رہا تھا تو۔۔۔۔ نَظَرْتُ فَاِذَا سَوَادٌ کَبِیْرٌ۔ میں نے ایک انبوہ کثیر دیکھ کر جبریل علیہ السلام سے کہا۔ یَا جِبْرِیْلُ هٰؤُلَاءِ اُمَّتِیْ۔ اے جبریل کیا یہ میری اُمت ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں یہ آپ کی اُمت نہیں بلکہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی اُمت ہے۔ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْاُفُقِ۔ بلکہ آپ افق کی طرف دیکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ فَنَظَرْتُ۔ میں نے افق کی طرف دیکھا تو۔۔۔۔ فَاِذَا سَوَادٌ کَبِیْرٌ۔ مجھے بہت بڑی جماعت نظر آئی۔ جناب جبریل علیہ السلام نے فرمایا: هٰؤُلَاءِ اُمَّتُکَ۔ یہ آپ کی اُمت ہے۔ جن کی تعداد تمام انبیاء کی امتوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔

((وَهٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا قُدَّامُهُمْ لَا حِسَابَ عَلَیْهِمْ وَلَا عَذَابَ))

اور آپ کی اُمت کے ستر ہزار افراد جو آگے آگے ہیں یہ وہ خوش قسمت ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ سبحان اللہ۔ سرور کونین ﷺ نے بغیر حساب جنت جانے والوں کے اوصاف دریافت فرمائے۔ تو جبریل علیہ السلام نے باذن الٰہی ان ستر ہزار کے خصائل کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا:

((کَانُوْا لَا یَکْتَوُوْنَ وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ))

"یہ وہ لوگ ہوں گے جو دم نہیں کرواتے اور اپنے جسموں کو نہیں داغتے اور فال نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں۔"

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول محترم ﷺ کی زبان اقدس سے ستر ہزار افراد کے بغیر حساب جنت میں جانے کا ذکر خیر سنا تو آپ کے ایک جانثار رفیق جناب عکاشہ رضی اللہ عنہ فوراً اُٹھ

کھڑے ہوئے اور دربارِ رسالت میں درخواست کی آ قا ۔۔۔ أُدْعُ اللهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ اللہ کریم مجھے بھی ان خوش نصیبوں میں شامل فرمائے۔ نبی کریم ﷺ نے جناب عکاشہ رضی اللہ عنہ کی اس خوبصورت خواہش کا احترام کرتے ہوئے فوراً دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ۔ اے میرے اللہ! عکاشہ کو ان سعادت مندوں میں شامل فرما۔ آپ کی زبان مبارک سے جناب عکاشہ رضی اللہ عنہ کے لیے بشارت، خوشخبری اور دعا کے یہ الفاظ سن کر ایک اور صحابی نے بھی کھڑے ہو کر نہایت ادب سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ ۔۔۔ أُدْعُ اللهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ ۔ میرے لیے بھی دعا فرمائیے کہ مولائے کریم مجھے بلا حساب جنت میں جانے والے ستر ہزار خوش نصیبوں میں شامل فرمائے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ ۔ اس سلسلے میں عکاشہ رضی اللہ عنہ تم سے سبقت لے گئے ہیں۔ [1]

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ حشر اور قیامت کے دن دخول جنت کا اعزاز حاصل کرنے والوں میں واضح اکثریت ''اُمتِ مصطفیٰ'' کی ہوگی۔ بلکہ پہلے تمام انبیاء کرام کی اُمتوں کے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے اُمتِ محمدیہ کے جنتیوں کی تعداد ان کی کل تعداد سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

''حشر کے دن (اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ) اہل جنت کی کل ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی۔

(ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ) ان میں اسی (۸۰) صفیں اُمتِ محمدیہ کی ہوں گی۔ اور باقی چالیس (۴۰) صفیں تمام امتوں کی۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب، حدیث: ٦٥٤١.

[2] جامع ترمذی، ابواب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفةِ اهل الجنة، حدیث: ٢٥٤٦، صححه الالبانی.

خصائص وخصائل

اُمت محمدیہ کے بغیر حساب جنت میں داخلے کا شرف حاصل کرنے والے ۷۰ ہزار خوش بخت افراد کے چار اعلیٰ اوصاف کا تذکرہ آپ صحیح بخاری شریف کے حوالے سے سماعت فرما چکے ہیں۔ کہ یہ وہ اہل اللہ ہوں گے جو۔

1: دم جھاڑ نہیں کرواتے 2: برائے علاج جسم کو داغ نہیں لگواتے۔

3: فال نہیں لیتے۔ 4: صرف رب العزت پر توکل کرتے ہیں۔

یہ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں بغیر عذاب اور بغیر حساب جنت کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے آخری رسول ﷺ کو ان کے بغیر حساب جنتی ہونے سے آگاہ فرما دیا ہے مگر وہ سعادت مند افراد جو ان ستر ہزار کے علاوہ جنت میں جائیں گے ان کے اوصاف حمیدہ اور خصائص عظیمہ کا تذکرہ بھی سرور کونین ﷺ کی زبان حق ترجمان نے فرما دیا ہے۔ آپ بھی امام الانبیاء کے فرمان کی روشنی میں ان خصائص کو سمجھنے کی کوشش کریں اور سمجھنے کے بعد اللہ رحیم وکریم سے دعا کریں کہ خالق کائنات' رسول کائنات ﷺ کے ارشاد پاک کے مطابق ہمیں ان عادات کو اپنانے' ان اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنے اور ان خصائل پر عمل کر کے جنت حاصل کرنے والوں میں شامل فرمائے۔ آمین

حمد الٰہی کرنے والے

جو اہل ایمان خوشی' مسرت اور فرحت کے لمحات میں فخر' غرور اور تکبر کی بجائے رب تعالیٰ کی تعریف وتوصیف کریں گے اور مصائب' مشکلات' تکالیف اور صدمات کے ایام میں جزع فزع' واویلا اور چیخ و پکار کرنے کی بجائے اللہ رب العزت کی حمد وثنا کریں گے۔ ایسے نیک' صابر' شاکر اور فرمانبردار لوگوں کو قیامت کے دن بغیر حساب جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

سبحان اللہ۔ رسول کریم ﷺ کی صحابیہ سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْمَعُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ النَّاسَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ))

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام انسانوں کو ایک وسیع و عریض اور چٹیل میدان میں جمع فرمائے گا۔''

اور حساب کتاب کے مرحلے سے پہلے ہی .... فَيَقُوْمُ مُنَادٍ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والا فرشتہ کھڑا ہوگا۔ فَيُنَادِيْ۔ وہ بلند آواز سے اعلان کرے گا۔

((اَيْنَ الَّذِيْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ))

کہ ایسے نیک لوگ کہاں ہیں جو خوشی اور غمی کے تمام لمحات میں اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کی منادی سن کر۔ فَيَقُوْمُوْنَ وَهُمْ قَلِيْلٌ۔ ہر حال میں اپنے رب کی تعریفات و تحمیدات کرنے والے کھڑے ہو جائیں گے مگر ان کی تعداد مختصر ہوگی۔ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ وہ خوش نصیب بغیر حساب ہی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ❶

ہمیں بحیثیت مسلمان اللہ رب العالمین کی رضا پر راضی رہنا چاہیے اور اس کے فیصلوں کو برضا و رغبت تسلیم کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ:

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔ مسلمان کا شیوہ اور ایماندار کا طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ وہ خالق کائنات کی طرف سے آنے والی غمی اور خوشی میں اللہ تعالیٰ ہی کو یاد کرے۔ اور ہر حال میں حمد الٰہی میں مصروف و مشغول رہے۔ جب کوئی بندہ مومن اپنے اندر یہ وصف پیدا کر لیتا ہے اور وقت آنے پر اس کا عملی مظاہرہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دربار الٰہی میں حاضری سے پہلے ہی اس کے لیے جنت میں اعلیٰ ترین مقام تیار فرما دیتا ہے۔

جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی ایماندار اور مومن شخص کا معصوم اور کم سن بیٹا فوت ہو جاتا ہے اور وہ اس جانکاہ حادثے پر صبر

❶ الجامع لشعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث : 2974، اسنادهٔ ضعیف۔

کرتا ہے۔ اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے اور اللہ کریم کی حمد وثنا بیان کرتا ہے تو رب العالمین سب کچھ جاننے کے باوجود ملک الموت سے دریافت فرماتا ہے۔

((یَا مَلَکَ الْمَوْتِ قَبَضْتَ وَلَدَ عَبْدِیْ))

''اے موت کے فرشتے! تو نے میرے بندے کا بیٹا چھین لیا۔ قَبَضْتَ قُرَّةَ عَیْنِہٖ۔ تو نے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کو ختم کر دیا۔ وَثَمَرَةَ فُؤَادِہٖ۔ اور تو نے میرے بندے کے دل کے پھل اور جگر کے ٹکڑے کو کاٹ لیا۔ فرشتہ عرض کرتا ہے۔ ہاں میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ رب العالمین فرماتا ہے۔ اپنے بیٹے کی جدائی کے غم اور صدمے سے نڈھال میرا بندہ کیا کہتا ہے؟ ملک الموت عرض کرتا ہے۔ حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ۔ اے اللہ! اس بندہ مومن نے اس غم واندوہ میں بھی اپنی زبان سے کوئی غلط اور نامناسب لفظ نہیں نکالا بلکہ جب اسے اس کے صاحبزادے اور لختِ جگر کی موت اور وفات کی خبر دی گئی تو اس نے کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ میرے مالک! اگر تو میرا بیٹا لے کے راضی ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہَ۔ میرے اللہ! اگر تو میرے گھر کی رونق ختم کر کے خوش ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ میرے رب اگر تو میری بیوی کی گود خالی کر کے راضی ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ یا اللہ! وہ تو ہر حال میں تیری حمد وثنا ہی کر رہا تھا اور اس کی زبان پر تیری ہی تعریف وتوصیف کے کلمات کے علاوہ یہ وظیفہ تھا کہ ....

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (وہ کہہ رہا تھا میرا لختِ جگر موت کے منہ میں چلا گیا تو کیا ہوا) بلاشبہ ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور ہم سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

فرشتے کی زبانی اس بندہ خدا کے صبر' حوصلے' رضا' استقامت اور استقلال کی داستان سن کر اور اس کی طرف سے حمد الٰہی اور تعریف وتوصیف کے الفاظ سن کر اللہ کریم ورحیم فرشتوں کو حکم دیتا ہے۔ اُبْنُوْا لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ۔ میرے صابر'

شاکر اور حمد و ثنا کرنے والے بندے کے لیے جنت میں محل بنا دو۔ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ۔ اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھ دو یعنی حمد والا گھر۔'' ❶

اس حدیث مبارکہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ غمی اور خوشی میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے والوں کو رب تعالیٰ بغیر حساب جنت میں داخل فرما دے گا بلکہ ان کے لیے پہلے ہی جنت میں محل تیار کروا دیے جاتے ہیں۔ سبحان اللہ

نمازِ تہجد پڑھنے والے

اُمت محمدیہ سے دوسری قسم کے وہ لوگ جنہیں رب العزت بغیر حساب جنت میں داخل فرمائے گا وہ شب زندہ دار، تہجد گزار اور راتوں کو عبادت میں گزارنے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی رات کی تنہائیوں میں رب تعالیٰ کو یاد کرنے اور نماز تہجد ادا کرنے کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔ مگر ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم دن رات میں پانچ فرض نمازیں پڑھنے کے لیے بھی تیار نہیں اور رات کو ہم سینما بینی تو کر سکتے ہیں۔ ساری رات V.C.R، C.D پر بے حیائی کی فلمیں تو دیکھ سکتے ہیں اور T.V ڈراموں کے لیے تو جاگ سکتے ہیں مگر تہجد کی نماز کے لیے اٹھنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ شاید علامہ اقبال نے ایسے ہی نام نہاد مسلمانوں کے لیے کہا تھا کہ

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے ہاں، نیند تمہیں پیاری ہے
طبع آزاد پہ قید رمضاں بھاری ہے
تمہیں کہہ دو یہی آئین وفاداری ہے

نبی محترم، رسول مکرم ﷺ نے تہجد گزاروں کے بلا حساب جنت میں داخلے کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر میدان حشر میں ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: أَيْنَ الَّذِيْنَ

❶ جامع ترمذی، ابواب الجنائز، باب فضل المصيبة اذا احتسب، حدیث: ۱۰۲۱۔ قال الالبانی، حسن۔

كَانَتْ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ۔ وہ نیک لوگ کہاں ہیں جو راتوں کو اپنے (نرم اور گرم) بستروں کو چھوڑ کر اپنے رب کو یاد کیا کرتے تھے' تہجد پڑھا کرتے تھے' قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور ذکر و اذکار میں مصروف رہا کرتے تھے۔ پیغمبر دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کی طرف سے یہ اعلان اور ندا سن کر بندگان خدا کی ایک قلیل جماعت کھڑی ہو گی تو ...... فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ان سعادت مندوں کو بھی بغیر حساب جنت کا داخلہ نصیب فرما دیا جائے گا۔ سبحان اللہ۔ [1]

نماز تہجد پڑھنا بڑی سعادت' نیکی اور پرہیزگاری کا کام ہے اور اس نماز کی ادائیگی کے بے پناہ فوائد' لاتعداد اثرات اور ان گنت برکات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ قیامت اور حشر کے دن تہجد گزاروں کا حساب نہیں ہو گا اور ان کے لیے بغیر حساب ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ سبحان اللہ۔

غفلت کا شکار نہ ہونے والے

اللہ تعالیٰ کے ذکر' خدا کے خوف اور یاد الٰہی سے غافل نہ ہونے والوں کو بھی رب العزت حشر کے دن بغیر حساب ہی جنت میں داخل فرمائے گا۔ چنانچہ ایسے نیک بختوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سرور کونین ﷺ نے فرمایا جب تہجد گزار بلا حساب جنت کے وارث بنا دیئے جائیں گے تو ۔۔۔ ثُمَّ يَعُوْدُ فَيُنَادِيْ ...... اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ فرشتہ تیسری مرتبہ اعلان کرے گا۔ لِيَقُمِ الَّذِيْنَ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ اب وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی۔ امام کائنات نے فرمایا فرشتے کی یہ صدا' ندا اور اعلان سن کر ...... فَيَقُوْمُوْنَ وَهُمْ قَلِيْلٌ۔ ایک چھوٹی جماعت کھڑی ہو جائے گی ...... فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ پس ان سعادت مندوں کو بغیر حساب جنت کا داخلہ نصیب ہو جائے گا۔ [2]

---

[1] تفسیر فتح القدیر، سورۃ نور آیت : ۳۸.

[2] تفسیر فتح القدیر سورۃ نور آیت : 38.

انہی نیک، صالح، متقی اور ذکر الٰہی سے غافل نہ ہونے والے خوش نصیب امتیوں کا ذکر آپ ﷺ نے یوں فرمایا:

''خوب صورت اور مکمل وضو کرنے کے بعد ''کلمہ شہادت'' پڑھنے والوں کے لیے روز حشر جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے اور (1) راتوں کو بستروں سے اُٹھ کر تہجد پڑھنے والوں (2) ذکر الٰہی سے غافل نہ ہونے والوں (3) اور ہر حال میں اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرنے والوں کو بڑے اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا اور انہیں یکے بعد دیگرے آوازیں دے کر بلایا جائے گا اور تمام مخلوق پر برتری عطا فرمائی جائے گی۔'' [1]

امت کے اوصاف

اب تک آپ نے اُمت محمدیہ کے فضائل، خصائص اور مناقب سماعت فرمائے ہیں۔ اختتام گفتگو سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اس بات کا بھی علم حاصل کریں کہ اُمت محمدیہ کے اوصاف کیا ہونے چاہیے، اعمال و افعال کیسے ہونے چاہیے اور امت کے ہر فرد کا کردار کیسا ہونا چاہیے۔ ہم تفصیل میں جائے بغیر ''اُمت مصطفیٰ ﷺ'' کے چند اہم اوصاف کا تذکرہ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی سعادت بخشے۔

○...... **(عقیدہ توحید)** اُمت محمدیہ کے ہر فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ عقیدہ توحید پر مضبوطی سے کاربند ہو۔ اسے غیر اللہ کی عبادت سے بیزار اور توحید کا پرستار ہونا چاہیے۔ مشرک آدمی، رسول پاک ﷺ کا اُمتی کہلانے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔

﴿ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ﴾ (المائدة: 72)

''بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔''

---

[1] المستدرك للحاكم، كتاب التفسير، تفسير سورة نور، رقم الحديث : ٣٥٠٨، صححه الحاكم.

○..... **(اتباعِ رسول)** رحمت کائنات ﷺ کے ہر امتی کے لیے لازم ہے کہ آپ ﷺ کی سنت کا شیدائی' آپ کے طریقے کا فدائی اور آپ کی سیرت طیبہ کا پیروکار ہو۔ سنت کی بجائے بدعات کو اپنانے والا امت محمدیہ کا فرد نہیں کہلا سکتا۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (آل عمران : 31)

''(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا از حد مہربان ہے۔''

○..... **(محبت مصطفیٰ)** امام الانبیاء ﷺ کے ہر امتی کو رسول پاک ﷺ کے ساتھ اپنے ماں باپ' بیوی بچوں' مال و دولت' تجارت و کاروبار' خویش و اقارب' دوست و احباب بلکہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت اور الفت ہونی چاہیے۔ محبت رسول ہر اُمتی کے ایمان کا جزو لاینفک ہے۔ محبت مصطفیٰ ﷺ کے بغیر ایمان ناقص اور اُمتی ہونے کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)) [1]

''تم میں سے کوئی شخص کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک مجھے اپنی اولاد' ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ جانے۔''

محمد کی جس دل میں الفت نہ ہو گی ... سمجھ لو کہ قسمت میں جنت نہ ہو گی
بھٹکتا رہا ہے بھٹکتا رہے گا ... محمد سے جس کو عقیدت نہ ہو گی
کرے جو اطاعت محمد کی دل سے ... اسے پیرو مرشد کی حاجت نہ ہو گی

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ......، حدیث : ۷۰۔

○...... **(داعی حق)** رسول اکرم ﷺ کے ہر اُمتی کو حق کا داعی، قرآن سنت کا مبلغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والا ہونا چاہیے۔

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (آل عمران : 110)

''تم بہترین اُمت ہو، جنہیں لوگوں (کی ہدایت) کے لیے پیدا کیا گیا ہے تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔''

○...... **(جهاد فی سبیل الله)** آپ ﷺ کے ہر اُمتی کو مالی و جانی جہاد کے لیے ہر وقت تیار اور کمر بستہ رہنا چاہیے۔ جذبہ جہاد کے بغیر اُمتی ہونے کا دعویٰ مشکوک نظر آتا ہے۔

﴿ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾ (الحج : 78)

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔''

○...... **(عدل وانصاف)** اُمت محمدیہ کے ہر رکن کی ذمہ داری ہے کہ وہ عدل وانصاف پر قائم رہے۔ حق کی شہادت دینے والا ہو۔ ظلم و جور کے خلاف اٹھ کھڑا ہو اور اسلامی نظام عدل کے لیے کوشاں رہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ﴾ (المائدة : 18)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی خاطر قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔''

○...... **(اتفاق واتحاد)** اُمت مسلمہ کے جمیع افراد کے درمیان اتحاد و اتفاق کی فضا قائم ہونی چاہیے۔ مذہبی منافرت، انتہا پسندی اور فرقہ واریت سے اُمت کو پاک اور صاف ہونا چاہیے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ (آل عمران : 103)

''اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقہ واریت میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔''

○ ...... **(تعاون اور ہمدردی)** اُمت محمدیہ کے جمیع ارا کین ایک دوسرے کے معاون' ہمدرد اور خیر خواہ ہونے چاہیے۔ نیکی' اچھائی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون کرنا ہر اُمتی کا مذہبی فریضہ اور دینی ذمہ داری ہے:

﴿ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ ﴾

(المائدة : 2)

''تم نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔''

○ ...... **(ایثار وقربانی)** نبی مکرم ﷺ کے امتیوں کو آپس میں ایثار وقربانی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور اپنی ضرورت پر دوسرے کو ترجیح دے کر ایثار وقربانی کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہئے۔

﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ ﴾ (الحشر : 9)

''اور وہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ خود بھی ضرورت مند ہوں۔''

○ ...... **(تعصب سے پاک)** اُمت محمدیہ کا ماحول تعصب سے پاک اور فرقہ واریت سے منزہ ہونا چاہیے۔ افراد اُمت کے مابین رنگ' نسل' زبان' فرقہ اور وطن کے نام پر کوئی فرق و امتیاز نہیں رکھنا چاہیے۔ جس نے بھی دل و جاں سے توحید و رسالت کا اقرار کر لیا وہ لائق احترام اور قابل تکریم ہے۔

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴾ (الحجرات : 10)

(تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ)

اُمت کے فرقے

پیغمبر اکرم ﷺ نے جہاں اپنی اُمت کے فضائل و مناقب اور محاسن بیان فرمائے ہیں۔ وہاں اپنی اُمت کی خامیوں' کوتاہیوں' کمزوریوں اور غلطیوں کی نشاندہی بھی فرمائی ہے اور ان

خامیوں پر قابو پانے کے لیے رہنمائی بھی فرمائی ہے۔ رسول پاک ﷺ کو اپنی اُمت کے فرقوں میں بٹ جانے، خانوں میں منقسم ہو جانے اور گروہوں میں تقسیم ہو جانے کا شدید خطرہ تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو فرقہ واریت کے فتنے سے خاص طور پر آگاہ فرمایا ہے اور اس فتنے سے محفوظ رہنے کی تاکید و تلقین فرمائی۔ میں تشریح کے بغیر آپ ﷺ کی ایک حدیث پاک آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور اس حدیث رسول کی روشنی میں اپنے اپنے کردار کا جائزہ لینے کی درخواست کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

خلیفہ دوم امیر المومنین جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذَالِكَ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً))

"میری اُمت پر بنی اسرائیل کے زمانے جیسا زمانہ آئے گا۔ اور دونوں کے حالات میں ایسی مماثلت ہوگی جیسی مطابقت دو جوتوں میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں کوئی اعلانیہ اپنی ماں کے پاس آیا ہوگا۔ تو میری اُمت میں بھی کوئی ایسا کرے گا۔ اور بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے جبکہ میری اُمت تہتر (۷۳) گروہوں میں بٹ جائے گی۔ ((كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً)) یہ تمام فرقے جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ مگر ان میں سے ایک گروہ کو بچالیا جائے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہوں گے جو آگ سے محفوظ رکھے جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (مَا اَنَا عَلَيْهِ

وَاَصْحَابِیْ) جو میرا اور میرے صحابہ کا راستہ اختیار کریں گے۔"[1]

آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ سرور کونین ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس راہ پر چلتے تھے۔ ان کا مسلک و مذہب کیا تھا؟ ظاہر بات ہے کہ وہ حنفی تھے نہ شافعی۔۔۔۔ مالکی تھے نہ حنبلی۔۔۔۔ جعفری تھے نہ علوی۔۔۔۔ چشتی تھے نہ سہروردی۔۔۔ نقشبندی تھے نہ پنج پیری۔۔۔۔ بلکہ وہ خالص قرآن و حدیث پر عمل کرتے تھے اور اسی کو وہ جادہ حق اور صراط مستقیم سمجھتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ میں قیامت تک آنے والے ایسے ہی اُمتیوں کو جہنم سے آزادی کا مژدہ جاں فزا سنایا گیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح صرف اور صرف کتاب و سنت پر عمل کریں گے اور تیسری کسی چیز کو مذہب کا درجہ نہیں دیں گے۔ آج اُمت مسلمہ جن گروہوں، فرقوں اور دھڑے بندیوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ زمانہ خیر القرون میں ان کا کوئی وجود نہ تھا اور لوگ خالص قرآن و حدیث کے مطابق زندگی گزارتے تھے۔ لہٰذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ فرقہ واریت کو چھوڑ کر خالص قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا جائے اور اُمت محمدیہ میں اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ شاعر مشرق کے الفاظ میں۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی اک
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
سبھی کچھ ہو، بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

شکوہ رسول ﷺ:

بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم نے قرآنی آیات اور احادیث مبارکات سے اُمت مصطفیٰ ﷺ

[1] جامع ترمذی، ابواب الایمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الامة، حدیث: ۲٦٤١، قال الالبانی، حسن.

کے فضائل و مناقب اور خصائص و اوصاف بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم میں سے ہر شخص کو اپنے اعمال و افعال اور کردار کا خود جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہم میں یہ اوصاف' خصائص اور خوبیاں موجود ہیں؟ اگر ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اگر کچھ غلطیاں' کوتاہیاں اور کمزوریاں ہیں تو خلوص دل سے انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔ اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کریں' عقیدہ توحید پر مضبوطی سے کاربند رہیں۔ سرور کائنات ﷺ کی ہر ادا کو اپنانے کی کوشش کریں۔ شرک و بدعات سے مکمل اجتناب کریں۔ نماز پنجگانہ کی پابندی کریں۔ قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کریں۔ کلام الٰہی کے معانی اور مفاہیم کو جاننے کی کوشش کریں۔ رزق حلال پر توجہ دیں۔ حرام کی کمائی سے پرہیز کریں۔ قرآنی احکام پر عمل کریں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا خاص خیال رکھیں۔ الغرض اپنی زندگی کو قرآن و حدیث کے مطابق گزارنے کی سعی کریں گے تو پھر ہم رسول پاک ﷺ کے اُمتی کہلانے کے حق دار ٹھہریں گے۔ اگر خدانخواستہ ہم نے کتاب وسنت سے روگردانی کی' اپنی من مانی کی اور کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دیا تو یاد رکھئے کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے دربار عالی شان میں اپنی اُمت کے ایسے لوگوں کے خلاف شکوہ کناں ہوں گے۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں کیا گیا ہے:

﴿ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ ﴾

(الفرقان : 30)

''اور (قیامت کے دن) رسول اللہ ﷺ کہیں گے۔ اے میرے پروردگار! بے شک میری قوم (اُمت) نے اس قرآن مجید کو چھوڑ دیا تھا۔''

اللہ کے رسول ﷺ اپنی اُمت پر از حد مہربان اور شفیق ہیں۔ مگر قرآن حکیم سے روگردانی کرنے والوں اور احکام اسلامی پر عمل نہ کرنے والوں پر آپ کسی قسم کی شفقت اور مہربانی نہیں فرمائیں گے۔ بلکہ دربار الٰہی میں اپنی اُمت کی شکایت کریں گے۔ اور جن کے خلاف سرکار دو عالم ﷺ نے شکایت کر دی ایسے مجرموں اور نافرمانوں کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ خود فیصلہ فرمالیں۔

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ہمارے ایک بزرگ نے اس شکوہ رسول کا تذکرہ بڑے مؤثر انداز میں کیا ہے۔فرماتے ہیں:

روز قیامت کہسن حضرت یا رب قوم جو میری
چھوڑ یا انہاں قرآن دوراڈا خاص کلام جو تیری
نہ اس نال ایمان لیاندا' نہ اس پر عمل کمایا
کڈھ دے میری اُمت وِچوں بندے باہر خدایا
جے ایہہ میری اُمت ہوندے سنت عمل کماندے
دور کرو اج میرے کولوں ٹولے بدبختیاں دے
اَج انہاں دی نسبت یا رب میں ایہہ حکم سناندا
نہ ایہہ میری اُمت وچوں نہ میں نبی انہاں دا
روز حشر دے اس ظالم دا کتھے ہور ٹھکاناں
جس نوں نبی محمد کہیا میں نئیں نال لے جاناں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی اکرم ﷺ کا سچا اور سُچا اُمتی بننے کی سعادت نصیب فرمائے۔آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ o



14 دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾ (الاحزاب: ۵۷)

''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس رسول ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں تو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔''

ہر قسم کی تعریف وتسبیح، تحمید وتمجید اور حمد وثناء اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہے۔ جس نے انسانیت کی رشد وراہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ اور سب انبیاء کرام کے آخر میں ہمارے ہادی، مقتدا اور پیشوا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اور آپ ﷺ کے بعد نبوت ورسالت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور آپ ﷺ کو خاتم النبیین کے اعلیٰ منصب پر فائز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی بڑائی، کبریائی اور یکتائی کے اظہار وبیان کے بعد لاتعداد، اَن گنت اور بے شمار درود وسلام سیّد البشر، امام الرسل، رحمت عالم، محسن انسانیت جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر جنہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے بے پناہ مشکلات، بے انتہا مصائب اور بے حساب مظالم برداشت فرمائے۔

تمہیدی کلمات

مکہ مکرمہ کے کفار ومشرکین جب اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اسلام کی اشاعت، توحید کی تبلیغ اور دین کی ترقی کو نہ روک سکے۔ تو اپنا دل بہلانے کے لیے، خود کو جھوٹی تسلیاں

دینے کے لیے اور عوام کو مطمئن کرنے کے لیے کہنے لگے کہ فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ عبداللہ کے یتیم ''محمد ﷺ'' کا یہ عروج چند روزہ اور عارضی ہے۔ اس کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے جو بعد میں اس کے مشن کو جاری رکھ سکے۔ توحیدی نظریات واعتقادات کی نشر واشاعت کا یہ سلسلہ محض ان کی زندگی تک محدود ہے۔ دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کا دین خود بخود ہی نیست و نابود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کی ان خوش فہمیوں کا خاتمہ کرتے ہوئے اپنے محبوب ﷺ کے گستاخوں، بے ادبوں اور دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیا اور رسول اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ اے میرے لاڈلے رسول! آپ میری توحید کا پرچار کرتے جائیں۔ علم اسلام بلند کیے رکھیں اور شرک کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش جاری رکھیں اور اس راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو خاطر میں نہ لائیں۔ آپ میری یکتائی کا اعلان کرتے جائیں۔ میں خود آپ کے دفاع کا فریضہ انجام دوں گا۔ دشمنوں کی سازشوں، مخالفوں کے منصوبوں اور حاسدوں کی شرارتوں کی وجہ سے آپ پریشان، غم زدہ اور فکر مند نہ ہوں۔ میں ان سے خود نمٹ لوں گا۔ اور انہیں ایسا ذلیل ورسوا کروں گا۔ کہ کوئی ان سے نسبت قائم کرنے، احترام کے ساتھ ان کا نام لینے اور ان سے تعلق جتلانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ فرمایا:

﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴾

''یقیناً آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہوگا۔''

اے میرے حبیب مکرم! میں تیرے دشمنوں کو ایسا ناکام ونامراد کروں گا کہ ان کا کوئی باعزت طریقے سے ذکر کرنے والا نہ ہوگا۔ اور ان کی اولاد واحفاد بھی ان کے ساتھ تعلق کو باعث ننگ وعار سمجھنے لگے گی۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

رسول اکرم ﷺ کو اذیت دینا، آپ کی شان اقدس میں گستاخی کرنا اور نبی محترم ﷺ کو دکھ پہنچانا بہت بڑا گناہ، ناقابل معافی جرم اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے۔ فرمانِ

الٰہی ہے۔

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۵۷)

''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت نازل فرما دی ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچانے سے مراد اس کی ذات، صفات اور اختیارات و عبادات میں شرک کرنا، اس کی ناراضی کا سبب بننے والے اعمال کرنا اور اس کی نافرمانی کرنا ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((لَيْسَ اَحَدٌ اَصْبَرَ عَلٰى اَذًى مِنَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ لَيَدْعُوْنَ لَهٗ وَلَدًا وَاِنَّهٗ يُعَافِيْهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ)) [1]

''بری بات کو سن کر اس پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ لوگ اس کے لیے اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں (یعنی شرک کرتے ہیں) اور وہ انہیں عافیت دیتا ہے۔ اور رزق بھی فراہم فرماتا ہے۔''

گستاخی کی انتہا

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ کو جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ آپ کو دیوانہ، پاگل اور مجنوں کہا گیا۔ آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپ کو زخمی کیا گیا۔ حالت سجدہ میں آپ کے جسد اطہر پر اونٹ کی گندی اوجڑی پھینکی گئی۔ آپ کو طواف کعبہ سے زبردستی روکا گیا۔ آپ کے گلے میں چادر ڈال کر گھسیٹنے کی کوشش کی گئی۔ آپ کے صاحبزادوں کی وفات پر خوشیاں منائی گئیں۔ آپ کو محبوس و محصور کیا گیا۔ لوگوں کو آپ کے قریب آنے سے روکا گیا۔ آپ کو جلاوطن کرنے کے پروگرام بنائے گئے۔ آپ کی ایک

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الصبر علی الاذی: ۶۰۹۹.

بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں ٹھڈے مارے گئے۔ جس سے ان کا حمل ضائع ہو گیا۔ آپ کا مذاق اڑایا گیا۔ تمسخر کیا گیا۔ آوازے کسے گئے۔ آپ کے فرماں برداروں پر ظلم و جبر کیا گیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ہوئی گرم ریت پر لٹایا گیا۔ سینۂ مبارک پر بھاری پتھر رکھا گیا، زنجیروں میں جکڑا گیا۔ مارا اور پیٹا گیا۔ جناب خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے نیچے دہکتے ہوئے کوئلے بچھائے گئے۔

سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلاخیں پھیر کر اندھا کر دیا گیا۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ ان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ رضی اللہ عنہم پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی گئی۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مار مار کر بے ہوش کر دیا گیا......اور ...... آخر وہ وقت بھی آیا جب رسول مقبول ﷺ کو قتل کرنے کا حتمی اور آخری فیصلہ کر لیا گیا۔

﴿وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ۝﴾ (الانفال: ۳۰)

''اور (اے نبی ﷺ وہ وقت یاد کرو) جب کافر آپ کے بارے میں خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کریں یا آپ کو قتل کر دیں۔ یا آپ کو جلا وطن کر دیں اور وہ کافر (آپ کو ختم کرنے کی) تدبیریں کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ (آپ کی حفاظت کی) تدبیر کر رہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔''

میں فی الوقت اس آیت طیبہ کے شانِ نزول اور پس منظر کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ بلکہ صرف یہ عرض کر رہا ہوں کہ جن لوگوں نے رسول مکرم ﷺ کو کسی قسم کی جسمانی یا روحانی اذیت میں مبتلا کیا، انہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی ''لعنت'' کا مستحق قرار دیا ہے۔ آخرت میں ان کے لیے رسوا کر دینے والے عذاب کی خبر دی ہے۔ اور ایسے دشمنانِ رسول کا نام ونشان مٹا دینے کا واضح اعلان فرمایا ہے۔ آیئے قرآنی آیات، رحمت مجسم کے فرمودات اور سیرت طیبہ کے واقعات کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کے چند بڑے دشمنوں، اہم مخالفوں اور نمایاں حاسدوں کے عبرت ناک انجام سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابوجہل عمرو بن ہشام

اس دشمن رسول کا اصل نام ''عمرو بن ہشام'' اور کنیت ابوالحکم تھی۔ قبیلۂ بنومخزوم سے تعلق رکھتا تھا۔ بڑا ضدی، ہٹ دھرم اور متکبر انسان تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی مخالفت اور اسلام دشمنی میں سب سے آگے تھا۔ اپنی جہالت، حماقت اور عداوت کی بناء پر مسلمانوں میں ''ابوجہل'' کے نام سے معروف تھا۔ ایسا خود پسند، جاہ طلب اور منصب کا حریص تھا کہ اپنی زبانی اپنے آپ کو ''عَزِیْزٌ کَرِیْمٌ'' معزز و مکرم کہا کرتا تھا۔ ولید بن مغیرہ کے بعد قریش کی قیادت و سیادت اس کے ہاتھ میں آئی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو بڑی سختی کے ساتھ حرم کعبہ میں نماز ادا کرنے سے روک دیا۔ آپ نے اس کی ممانعت کا کوئی اثر قبول نہ کیا۔ اور حسب معمول کعبۃ اللہ میں نماز پڑھتے رہے۔ ایک دن آپ ﷺ کو حالت نماز میں دیکھ کر یہ ظالم آگ بگولہ ہو گیا۔ اور آپ ﷺ کو سخت سُست کہا اور دھمکی دی کہ اگر میں نے آئندہ تمہیں کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھ لیا تو بہت برا سلوک کروں گا۔ یہ دھمکی دیتے ہوئے بڑے متکبرانہ انداز میں آپ کے پاس سے گزر گیا۔ رحمت مجسم ﷺ نے ابوجہل کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ تو رب العزت نے اس کی مذمت میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿فَلَا صَدَّقَ وَ لَا صَلّٰى ۝ وَ لٰكِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۝ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝﴾ (القیامہ: ۳۱ تا ۳۵)

''نہ تو اس نے کلام الٰہی کی تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ اسے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر اکڑتے ہوئے اپنے گھر والوں کی طرف گیا۔ تجھ پر افسوس ہے۔ پس تجھ پر افسوس ہے۔ پھر تجھ پر افسوس ہے...... پھر بھی تجھ پر افسوس ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ ایک دن کعبۃ اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل آ گیا اور بڑی بے ادبی سے کہنے لگا۔ میں تمہیں اس کام سے پہلے بھی منع کر چکا ہوں۔ اگر تم اب باز نہ آئے تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر

اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ بولا۔ اے محمد! تمہیں بخوبی علم ہے کہ مکہ مکرمہ میں میرے ہم نشین سب سے زیادہ ہیں۔ لہٰذا تم کسی لحاظ سے بھی میرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ رسول محترم ﷺ خاموش رہے تو اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کی باتوں کا جواب نازل فرمایا۔" [1]

ارشاد ہوا:

﴿ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۙ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ ﴾ (العلق : ١٥ تا ١٨)

"خبردار! اگر وہ (اپنی حرکتوں سے) باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطاکار ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ اپنے حمائیتیوں کی مجلس بلا لے تو ہم عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی وعیدوں، جھڑکیوں اور دھمکیوں کے باوجود ابوجہل کی اسلام دشمنی میں کوئی کمی نہ آئی۔ بلکہ وہ اسلام اور صاحب اسلام کی مخالفت میں اور زیادہ سخت ہو گیا۔ ایک مرتبہ رسول مکرم ﷺ سے کہنے لگا۔ اے محمد ﷺ! تم جانتے ہو کہ سرزمین مکہ میں سب سے زیادہ معزز اور مکرم میں ہوں۔ اور عرب معاشرے میں تمہاری کوئی عزت وتکریم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ابوجہل کی اس گستاخی اور بے ادبی کا بھی کوئی جواب نہ دیا۔ تو اللہ رب العالمین نے اس کی مذمت میں سورۃ دخان کی یہ آیات نازل فرما کر رسول پاک ﷺ کو اس کے انجام سے آگاہ فرما دیا۔ [2]

﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۙ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۚ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۙ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۚ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۚ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ

[1] جامع ترمذی، ابواب التفسیر، سورہ اقرأ باسم ربك: ٣٣٤٩، قال الالبانی صحيح الاسناد.

[2] تفسیر ابن كثیر، سورة الدخان.

مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾

(الدخان : ٤٣ تا ٤٩)

''بلا شبہ تھوہر کا درخت، گنہگار کا کھانا ہوگا۔ جو پگھلے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گا۔ جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔ (پھر حکم ہوگا) اسے پکڑ لو اور اسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیان تک لے جاؤ۔ پھر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب اس کے سر پر انڈیل دو۔ (پھر اسے کہا جائے گا) اب سزا کو چکھ۔ تو بڑا معزز اور مکرم بنا پھرتا تھا۔''

ابوجہل رسول اکرم ﷺ کو پریشان کرنے، اذیت دینے اور تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ اور آپ ﷺ کی عداوت میں پیش پیش تھا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ ''کوہ صفا'' کے قریب سے گزر رہے تھے کہ ابوجہل سے آمنا سامنا ہوگیا۔ وہ ظالم آپ کو دیکھتے ہی سیخ پا ہوگیا۔ اور آپ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو وہ دلیر ہوگیا اور ایک پتھر اٹھا کر رسول معظم ﷺ کی پیشانی مبارک پر دے مارا۔ آپ کو سخت چوٹ لگی اور خون جاری ہوگیا۔ عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی اپنے مکان میں پر بیٹھی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے چچا اور رضاعی بھائی تھے اور آپ ﷺ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ مگر ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ شکار کے بڑے شوقین اور اکثر تیر سے شکار کیا کرتے تھے۔ پچھلے پہر شکار سے واپسی پر گھر جانے سے پہلے مسجد حرام میں آتے۔ کعبۃ اللہ کا طواف کرتے اور تھوڑی دیر قریش کی مجلس میں بیٹھ کر پھر گھر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ حسب معمول سہ پہر کو شکار سے واپس آتے ہوئے حرم پاک کی طرف جا رہے تھے کہ ابن جدعان کی لونڈی نے آپ کا راستہ روک لیا۔ اور بولی! اے ابوعمارہ (امیر حمزہ کی کنیت ہے) کاش آپ وہ منظر دیکھتے جب ابوجہل نے آپ کے بھتیجے محمد ﷺ پر ظلم ڈھایا۔ انہیں گالیاں دیں۔ اذیت پہنچائی اور پتھر مار کر لہولہان کر دیا۔ مگر آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ جناب حمزہ اپنے بھتیجے پر ہونے والے اس ظلم وستم

کی داستان سن کر طیش میں آ گئے۔ اور سیدھا قریش کی مجلس کا رخ کیا۔ اور وہاں بیٹھے ہوئے ابوجہل کے سر پر ایسے زور سے کمان ماری کہ اس کا سر پھوڑ دیا۔ اور سخت غصیلی آواز سے کہا کہ

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے میرے بھتیجے کو گالیاں دی ہیں اور پتھر مار کر زخمی کیا ہے۔ یاد رکھو! اگر آئندہ ایسی حرکت کی تو میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔ اور سن لو کہ آج سے میں بھی مسلمان ہو گیا ہوں۔''❶

جناب امیر حمزہ ابھی حقیقتاً مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ صرف ابوجہل کو جلانے کے لیے یہ بات کہہ دی اور رسول محترم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو بتایا کہ میں نے ابوجہل سے آپ کے ساتھ بدسلوکی کا بدلہ لے لیا ہے۔ آپ نے فرمایا، چچا! مجھے آپ کے انتقام لینے سے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ ہاں اگر آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں تو اس سے مجھے دلی مسرت ہو گی۔ جناب امیر حمزہ نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا اور حلقۂ بگوش اسلام ہو گئے۔

رسول رحمت ﷺ پر ابوجہل کے مظالم کی فہرست بڑی طویل ہے۔ یہی وہ بدبخت ہے جس نے عداوت اور دشمنی کی انتہاء کر دی اور آپ ﷺ کی گردن مبارک کو روندنے کی کوشش کی لیکن اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہو سکا۔

''ابوجہل نے کہا تھا کہ اگر میں نے محمد ﷺ کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو اس کی گردن کو کچل دوں گا، یہ بات نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر وہ ایسا کرتا تو اسے فرشتے پکڑ لیتے۔''❷

اسی ظالم نے آپ ﷺ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ اور یہی وہ سنگدل ہے جو شعب ابی طالب کی محصوری کے ایام میں اشیاء خورد و نوش وہاں نہیں پہنچنے دیتا تھا۔ بلکہ اگر کوئی رحم دل انسان مظلوموں کی مدد کرنا چاہتا تو یہ شقی القلب اسے منع کرتا اور رکاوٹ ڈالتا تھا جب آپ ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو ابوجہل آپ پر مٹی پھینکتا اور

---

❶ سيرة النبي لابن هشام، باب: ٤٧.

❷ صحيح بخاري، كتاب التفسير سورة علق باب كلا لئن لم ينته لنسفعا بالناصية......

لوگوں کو آپ کی گفتگو سننے سے منع کیا کرتا تھا۔ اسی دشمن اسلام کی ضد، ہٹ دھرمی اور تعصب کے باعث ''غزوۂ بدر'' وقوع پذیر ہوا اور اسی جنگ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بدفطرت کو عبرتناک انجام سے دوچار کیا۔ آیئے عبرت کے لیے اس دشمن مصطفیٰ ﷺ کی ذلت آمیز موت سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔

غزوۂ بدر ۲ ہجری

۲ھ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو جمعۃ المبارک کے دن بدر کے مقام پر کفر واسلام کے درمیان لڑی جانے والی پہلی لڑائی کو ''غزوۂ بدر'' کہا جاتا ہے۔ اس جنگ میں مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف تین صد تیرہ (یا تین سو پندرہ) اور کافرین کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اس جنگ کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ قریش مکہ نے ایک تجارتی قافلہ شام کی طرف روانہ کر کے متفقہ فیصلہ کیا کہ اس قافلہ کا سارا منافع مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کے لیے خرچ کیا جائے گا۔

مسلمانوں کو جب ساری صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے طے کیا کہ اس قافلہ کی ناکہ بندی کی جائے۔ اور اگر تصادم کی صورت حال پیدا ہو تو لڑائی سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اہل اسلام کو کفار سے جنگ کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ قافلہ قریش کے قائد ابوسفیان (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو کسی طرح مسلمانوں کے پروگرام کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً تیز رفتار سواروں کے ذریعے مکہ میں پیغام بھیجا کہ قافلہ کی حفاظت اور بچاؤ کا مناسب انتظام کیا جائے۔ چنانچہ ابوجہل مکہ سے ایک ہزار کا مسلح لشکر لے کر میدان بدر میں پہنچ گیا اور مسلمان بھی وہاں تک آ گئے۔ ابوسفیان راستہ تبدیل کر کے سمندر کے کنارے سے ہوتا ہوا۔ قافلۂ تجارت کے ہمراہ بخیر وعافیت مکہ پہنچ گیا۔ اور ابوجہل کو پیغام بھیجا کہ قافلہ سلامتی کے ساتھ واپس آ گیا ہے۔ لہٰذا اب جنگ کی ضرورت نہیں رہی۔ چنانچہ جب لشکر نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابوجہل کا تکبر اور غرور آڑے آیا اور اس نے کہا کہ ہم تین دن میدان بدر میں قیام کر کے اپنی شان وشوکت کا مظاہرہ کریں گے اور مسلمانوں کو شکست

سے دو چار کر کے ہی واپس جائیں گے۔ رؤساء قریش نے بڑی کوشش کی کہ جنگ نہ ہو مگر ابوجہل کی اکڑ، نخوت اور ضد نے انہیں جنگ کی آگ میں جھونک دیا۔ اور دونوں لشکر لڑائی کے لیے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ان دونوں لشکروں کے درمیان واضح فرق تھا کہ:

- ایک طرف حق............دوسری طرف باطل۔
- ایک طرف ایمان............دوسری طرف شیطان۔
- ایک طرف صداقت............دوسری طرف طاقت۔
- ایک طرف تصدیق............دوسری طرف تکذیب۔
- ایک طرف تعمیر............دوسری طرف تخریب۔
- ایک طرف ہدایت............دوسری طرف ضلالت۔
- ایک طرف مومنین............دوسری طرف مشرکین۔
- ایک طرف اللہ کے پرستار............دوسری طرف غیر اللہ کے وفادار۔
- ایک طرف توحید والے............دوسری طرف شرک والے۔
- ایک طرف مخلصین............دوسری طرف کافرین۔
- ایک طرف نمازی............دوسری طرف دغا بازی۔
- ایک طرف شرافت............دوسری طرف حماقت۔
- ایک طرف اہل ایمان کی فوج............دوسری طرف کفر کی موج۔
- ایک طرف قرآن والے............دوسری طرف شیطان والے۔

اسلامی فوج اور توحیدی لشکر کی یہ حالت تھی کہ:

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواجِ الٰہی کا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا
یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نیارا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کملی والا تھا

مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ جبکہ کفار مکہ کا لشکر تین گنا سے بھی زیادہ۔ ان کے پاس سامان حرب وضرب کے انبار اور یہ بیچارے بے ہتھیار۔ وہ لڑائیوں کے ماہر اور تجربہ کار اور یہ خالی ہاتھ اور امن کے علمبردار۔ اہل ایمان کا حال یہ تھا کہ:

تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں
بدلنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

سرور کونین ﷺ نے ایک ماہر سپہ سالار کی حیثیت سے میدان جنگ کا گہری نظر سے جائزہ لیا۔ کفار مکہ پہلے پہنچ کر پانی پر قبضہ اور موزوں جگہ پر خیمے نصب کر چکے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ریتلی زمین پر ہی ڈیرے ڈال دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی خصوصی دعا کی برکت سے مسلمانوں کی تمام مشکلات کو آسان فرما دیا۔ رات کو بارش کا نزول ہوا، ریت جم گئی۔ چلنے پھرنے میں آسانی ہوگئی۔ اور اہل ایمان نے حوض بنا کر اپنی ضروریات کے لیے پانی جمع کر لیا۔ دوسری طرف بارش کی وجہ سے کیچڑ ہو گیا اور کفار کے لیے نقل وحرکت مشکل ہوگئی۔

مختصر یہ کہ فریقین میں مقابلہ شروع ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد مشرکین کے لشکر میں ناکامی کے آثار نمودار ہو گئے۔ کفار کا ایک ہزار کا مسلح لشکر تین سو تیرہ نہتے مسلمانوں کی جرأت ایمانی کا مقابلہ نہ کر سکا۔ ان کی صفیں مسلمانوں کے تابڑتوڑ حملوں سے درہم برہم ہونے لگیں۔ اور مشرکوں کے جتھے بے ترتیبی سے پیچھے ہٹنے سے ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ اور اہل ایمان نے ان کا پیچھا کرتے ہوئے کافروں کے ستر سرداروں کو قتل کر کے اور اتنوں کو ہی گرفتار کر کے انہیں شکست سے دو چار کر دیا۔ غزوۂ بدر کی تفصیلات ہمارا موضوع نہیں ہے بلکہ ہم تو صرف طاغوتِ اکبر ابوجہل کا عبرتناک انجام ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ دشمن رسول ایک اعلیٰ قسم کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار اپنی فوج کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ اور اس کی حفاظت کے لیے مشرکین جنگجوؤں کا ایک مسلح دستہ چاروں طرف سے اسے گھیرے ہوئے تھا۔ اور دوسری طرف دو انصاری

نوجوانوں کی تلواریں اس ظالم کا خون چوسنے کے لیے بے تاب تھیں۔

ذلت آمیز موت

مشہور صحابی جناب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

''جنگ بدر کے دن میں مسلمان مجاہدین کی صف میں کھڑا تھا۔ میں نے اچانک مڑ کر دیکھا تو میرے دائیں بائیں دو نوخیز انصاری جوان کھڑے تھے۔ میں نے دل میں تمنا کی کہ اگر میں دو تجربہ کار اور ماہر فوجیوں کے درمیان ہوتا تو دونوں طرف سے بے پروا ہو کر کافروں سے لڑتا۔ میں اسی سوچ بچار میں حیران ہو رہا تھا کہ ((غَمَزَنِیْ اَحَدُ هُمَايَاعَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَاجَهْلٍ؟))ان دونوں میں سے ایک نے آہستہ سے مجھے پوچھا۔ چچا محترم! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا۔ ہاں میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں مگر۔ ((مَاحَاجَتُكَ اِلَيْهِ يَاابْنَ اَخِیْ)) اے میرے بھتیجے! تم اسے کیا کرو گے؟ اس انصاری نوجوان نے کہا۔ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ يَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ اُس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میرا وجود اُس کے وجود سے جدا نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ اُسے موت سے دوچار کر دوں یا خود جامِ شہادت نوش کر لوں۔ جناب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اس نوجوان کے جذبات پر بڑا تعجب ہوا اور ابھی اس کی بات ختم ہوئی ہی تھی کہ۔ فَغَمَزَنِی الْاٰخَرُ فَقَالَ لِیْ مِثْلَهَا دوسرے نوجوان نے بھی آہستہ سے وہی بات پوچھی جو پہلے نے پوچھی تھی۔ اور میرے استفسار پر اس نے بھی وہی جواب دیا۔''

شاعرِ اسلام حفیظ جالندھری مرحوم نے ان نوجوانوں کے جذبات والفاظ کا ترجمہ کیا ہے کہ:

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

جناب عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس گفتگو کو ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ۔

''نَظَرْتُ اِلٰی اَبِیْ جَهْلٍ یَجُوْلُ فِی النَّاسِ میں نے ابوجہل کو دیکھا جو گھوڑے پر سوار لوگوں کے درمیان چکر کاٹ رہا تھا۔ تو میں نے ان دونوں سے کہا کہ۔ اَلَا اِنَّ هٰذَا صَاحِبُکُمَا الَّذِیْ سَاَلْتُمَانِیْ عَنْهُ۔ خبردار! وہ ہے تمہارا شکار جس کے بارے میں تم دونوں مجھ سے پوچھ رہے تھے۔ جناب عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی بات سنتے اور اشارہ پاتے ہی وہ دونوں نوجوان جناب معاذ بن عمرو بن جموح اور جناب (معوذ) معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما ابوجہل کے محافظوں کا حلقہ توڑ کر عقاب کی سی تیزی سے آگے بڑھے۔ اور اپنی تلواروں سے ابوجہل پر حملہ آور ہوئے۔ معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے وار سے ابوجہل کی نصف پنڈلی کٹ کر دور جا گری۔ اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے ایسی کاری ضرب لگائی کہ کبر ونخوت اور جہل وحماقت کا یہ پتلا بے ہوش ہو کر گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ یہ دونوں نوجوان اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے کے بعد دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اَیُّکُمَا قَتَلَهٗ۔ اس موذی کو تم میں سے کس نے قتل کیا ہے؟ دونوں میں سے ہر ایک نے عرض کی۔ میں نے قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے (مسکرا کر) فرمایا۔ کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں۔ عرض کی گئی۔ نہیں۔ فرمایا۔ دونوں مجھے اپنی تلواریں دکھاؤ۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ دونوں کی تلواروں پر ظالم ابوجہل کا ناپاک خون لگا ہوا تھا۔ سرکارِ دوعالم نے فرمایا۔ کِلَاکُمَا قَتَلَهٗ۔ تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔''[1]

جب معرکہ ختم ہوا اور اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار فرمایا۔ کافروں کو ذلیل ورسوا اور شکست سے دوچار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کا تفصیلی حال معلوم کرنے کے لیے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من لم یخمس الاسلاب: ۳۱۴۱.

''مَنْ یَّنْظُرُ مَاصَنَعَ اَبُوْ جَھْلٍ۔ کوئی ہے جو ابوجہل کے انجام کی خبر لائے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار کی لاشوں میں سے ابوجہل کی لاش تلاش کرنے لگے۔ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے اس حال میں دیکھا کہ۔ بِہٖ رَمَقٌ۔ زندگی کی رمق باقی تھی۔ اور سانس آ جا رہی تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بدبخت کی گردن پر پاؤں رکھ کر گردن کاٹنے کے لیے اس کی داڑھی پکڑ کر فرمایا۔ اَخْزَاكَ یَاعَدُوَّاللّٰہِ۔ اے اللہ کے دشمن! آخرکار اللہ تعالیٰ نے تجھے ذلیل ورسوا کر دیا ہے۔ وہ ظالم بولا۔ میری رسوائی کیسی؟ آج جس شخص کو تم قتل کر رہے ہو کیا اس سے بلند کوئی آدمی ہے؟ پھر کہنے لگا۔ کاش مجھے کسانوں (انصار کے جوانوں) کی بجائے کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔ پھر پوچھنے لگا۔ اچھا یہ بتاؤ۔ آج فتح کس کی ہوئی؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی۔ اس گفتگو کے بعد جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کا سرتن سے جدا کیا اور خدمت نبوی میں پیش کرتے ہوئے کہا۔ اے اللہ کے رسول! ھٰذَا رَاْسُ عَدُوِّ اللّٰہِ اَبِیْ جَھْلٍ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ واقعی؟ عرض کی جی ہاں۔ اللہ کی قسم یہ ابوجہل کا ہی سر ہے۔ آپ نے اس ظالم، متکبر، اور مردود کی موت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَاَھْلَہٗ)) [1]

''تمام تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت نصیب فرمائی۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ابوجہل کی لاش دکھاؤ۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو اس کی لاش کے قریب لے گئے۔ آپ ﷺ نے ابوجہل کی لاش دیکھ کر فرمایا: ھٰذَا فِرْعَوْنُ

[1] فتح الباری، شرح صحیح البخاری: کتاب المغازی۔ باب قتل ابی جھل۔

هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ یہ اس امت کا فرعون ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کو ذلت آمیز موت سے دو چار کر کے اپنا وعدہ پورا فرما دیا کہ آپ ﷺ کا ہر دشمن ناکام ونامراد، ذلیل ورسوا اور بے نام ونشان ہوگا۔ حالات وواقعات کی روشنی میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ احکم الحاکمین نے اپنے محبوب کے دشمن ابوجہل کو کیسی ذلت آمیز موت دی اور آخرت میں یہ بدبخت یقینا اس سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝﴾ (الاحزاب: ۵۷)

"بلاشبہ جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار ہے۔"

ابولہب عبدالعزّٰی

رسول معظم، رحمتِ مجسم، رہبر عالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک بہت بُرا اور بڑا دشمن "ابولہب" ملعون تھا۔ اس کا اصل نام "عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب" تھا۔ سرورکونین ﷺ کا حقیقی چچا (تایا) اور قریبی ہمسایہ تھا۔ انتہائی حسین وجمیل تھا اور اس کے رخساروں کا رنگ سرخ سیب کی طرح دمکتا تھا۔ اسی وجہ سے "ابولہب" کی کنیت سے مشہور تھا۔ بڑا مالدار مگر انتہائی بخیل اور کنجوس تھا۔ اعلان نبوت کے بعد یہ بدبخت رسول اکرم ﷺ کی دشمنی، عداوت اور مخالفت میں پیش پیش تھا۔ اور آپ کو تکلیف پہنچانے، اذیت دینے اور پریشان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔

بعثت نبوی کے ابتدائی تین سال خفیہ تبلیغ میں صرف ہوئے پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ:

---

[1] سیرۃ النبی لابن کثیر غزوہ بدر۔ قتل ابی جھل۔

﴿وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴾ (الشعراء: ۲۱۴)

(اے رسول اللہ ﷺ) آپ اپنے قریبی عزیزوں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرائیں تو رسول اللہ ﷺ نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے سربرآوردہ لوگوں کو اپنے ہاں کھانے پر بلایا۔ کل پینتالیس (۴۵) افراد کاشانۂ نبوی پر حاضر ہوئے۔ آپ انہیں کھانا کھلانے کے بعد ''دعوت توحید'' پیش کرنا ہی چاہتے تھے کہ۔ ابولہب فوراً بول اٹھا۔

''اے بھتیجے! یہ حاضرین تمہارے چچے اور چچازاد بھائی ہیں۔ آپ ان سے جو بات کرنا چاہتے ہیں وہ کرلیں۔ مگر ایک بات یاد رکھیں کہ آپ کا خاندان سارے عرب کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ بہتر یہ ہے کہ آپ نے جو کام شروع کر رکھا ہے اسے یہیں ختم کر دیں اور میں سب سے زیادہ حقدار ہوں کہ آپ کو اس کام سے روک دوں۔ آپ کے قبیلے اور قریبی رشتہ داروں کا فرض ہے کہ وہ آپ کو توحید کی دعوت عام سے منع کر دیں۔ اگر آپ اپنی بات پر قائم رہے تو قریش کے تمام قبائل آپ کے خلاف متحد ہو کر مقابلے کے لیے کھڑے ہو جائیں گے اور عرب کے سارے لوگ ان کی تائید وحمایت کریں گے۔ اے میرے بھتیجے! آپ جس فتنہ اور فساد کا پیغام اپنی قوم کے پاس لائے ہیں۔ اس جیسا فساد اور تباہی کا پیغام کوئی اپنی قوم کے پاس نہیں لایا۔''

ابولہب کی یہ مخالفانہ، شاطرانہ اور متعصبانہ گفتگو سن کر نبی اکرم ﷺ نے خاموشی اختیار فرمالی اور دوسرے لوگ بھی اٹھ کر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ لہٰذا اس مجلس میں دعوت دین کی کوئی بات نہ ہو سکی۔ چند دنوں کی خاموشی کے بعد یا دوسرے ہی دن آپ ﷺ نے دوبارہ ایسی ہی محفل کے انعقاد کا پروگرام بنایا۔ اور اپنے قرابت داروں کو پیغام بھیج کر اپنے گھر بلوایا۔ اکل وشرب سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے ان کے روبرو ایک فصیح وبلیغ تقریر فرمائی۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید، اپنی رسالت ونبوت اور آخرت کے موضوع پر کھل کر اظہارِ خیال فرمایا۔ اور آخر میں کہا۔

''اے عبدالمطلب کی اولاد! میں کسی ایسے نوجوان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے پاس مجھ سے بہتر لائحہ عمل لے کر آیا ہو۔ یاد رکھو! میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی فلاح کا سامان لے کر آیا ہوں۔''

سرورِ کونین ﷺ کی یہ پراثر اور پرمغز تقریر سن کر اکثر حاضرین نے معقول جواب دیا مگر سرورِ گرامی کا دشمن خاص ابولہب پھر سخت بدتمیزی اور انتہائی غصہ کی حالت میں بولا۔ اے فرزندانِ عبدالمطلب! یہ محمد (ﷺ) تمہاری ذلت اور رسوائی کا سبب بنے گا۔ قبل اس کے کہ لوگ اس کی طرف بڑھیں۔ تم خود ہی اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ اگر تم نے اسے دوسروں کے حوالے کر دیا تو تمہاری عزت خاک میں مل جائے گی۔ اور اگر تم نے اس کا دفاع کرنے کی کوشش کی تو عرب کے لوگ تمہیں بھی نیست و نابود کر دیں گے۔ یہی وہ موقع ہے جب آپ ﷺ کے عمِ محترم جناب ابوطالب نے حاضرین کے سامنے آپ ﷺ کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ مگر ابولہب ظالم نے کھلم کھلا مخالفت کی اور رسول پاک سے لوگوں کو دور رکھنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

دعوت اسلام کے ابتدائی ایام میں جب رسول اللہ ﷺ نے کوہ صفا پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی نبوت کا اعلان کیا تو اسی بدفطرت ابولہب نے ہی رسول اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بدبخت کی ڈانٹ کے لیے سورۃ لہب نازل فرما دی تھی۔ یہ واحد دشمن رسول ہے جس کا نام لے کر قرآن حکیم میں مذمت کی گئی اور اس کے عبرتناک انجام سے قبل از وقت آگاہ فرما دیا گیا تھا۔ ارشاد الٰہی ہے۔

﴿ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ؕ مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ؕ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚۖ وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۠﴾

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔ اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کسی کام نہ آئی۔ وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا۔ اور

اس کی بیوی جو لکڑیاں اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔''

ابولہب ایسا شقی القلب انسان تھا کہ جب آپ ﷺ کے دوسرے صاحبزادے جناب عبداللہ فوت ہوئے تو اسے اتنی خوشی ہوئی کہ اس نے فوراً سردارانِ قریش کو جا کر یہ خوشخبری سنائی کہ محمد (ﷺ) تو ابتر ہو گیا۔ اس کی جڑ کٹ گئی۔ اس کے بیٹے کی وفات کے بعد اس دنیا میں اس کا کوئی نام لیوا نہیں رہا۔ بس اس کا نام تو اس کی زندگی تک ہی محدود ہے۔ محمد (ﷺ) کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد اس کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ ابولہب کی اسی حرکت کے جواب میں سورۃ کوثر نازل فرمائی گئی۔ ارشاد ہوا:

﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ۝ ﴾

''(اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطاء فرمائی ہے۔ تو آپ اپنے رب کے لیے نماز ادا کیجئے اور قربانی کیجئے۔ بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہوگا۔''

عبرتناک انجام

ابولہب مکہ معظمہ کے چار بڑے دولتمندوں میں سے ایک تھا۔ اس کے پاس بے حساب جائیداد، مال مویشی، اور سامان کے علاوہ آٹھ سیر سے زیادہ سونے کی اینٹیں تھیں۔ مگر اتنا دولت مند ہونے کے باوجود بڑا بخیل اور بزدل تھا۔ جب قریش مکہ نے جنگ بدر کی تیاری کا اعلان کیا تو ابولہب اس سے فرار کی راہیں تلاش کرنے لگا۔ بالآخر اس نے اپنے ایک مقروض عاص بن ھشام کو اس شرط پر اپنی جگہ لڑنے کے لیے بھیجا کہ میں تجھ سے قرض کی وصولی کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ جنگ بدر میں ستر سردارن قریش مارے گئے۔ اور اتنے ہی مسلمانوں نے قیدی بنا لیے۔ ابولہب جنگ بدر میں شریک نہ ہو کر اس ذلت سے تو بچ گیا مگر یہ ترکیب اسے زیادہ دیر تک زندہ نہ رکھ سکی۔ اور تھوڑے ہی دنوں بعد وہ مکہ مکرمہ میں ذلت کی موت مر گیا۔

ایک دن لوگ حرم میں بیٹھے جنگ بدر کے نتیجے کی خبر سننے کے لیے کسی آنے والے کا انتظار کر رہے تھے کہ اتنے میں شرکاء بدر میں سے حیسمان نامی ایک شخص وارد ہوا۔ لوگوں نے

اس سے میدان جنگ کی صورت حال دریافت کی تو اس نے کہا۔ عتبہ، شیبہ، ابوالحکم (ابوجہل)، امیہ بن خلف...... اور مزید کچھ سرداروں کے نام لے کر...... یہ سب قتل کر دیئے گئے ہیں۔ لوگوں کو اس کی خبر پر یقین نہ آیا۔ ابھی تبصرے جاری تھے کہ شور بلند ہوا۔ وہ دیکھو ابوسفیان آ گیا۔ ابولہب نے سخت بے قراری کی حالت میں ابوسفیان کو اپنے پاس بٹھا کر پوچھا۔ بتاؤ جنگ میں لوگوں کا کیا حال رہا؟ ابوسفیان نے کہا:

"کچھ نہیں بس مسلمانوں سے ہمارا آمنا سامنا ہوا۔ اور ہم نے اپنے کندھے ان کے حوالے کر دیئے۔ وہ جسے چاہتے قتل کرتے اور جسے چاہتے قید کرتے تھے اور ابوسفیان نے اپنی شکست کی ندامت کو چھپاتے ہوئے ابولہب کو بتایا کہ "ہمارا پالا کسی ایسی مخلوق سے پڑا ہے جو زمین و آسمان کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ خدا کی قسم! کوئی چیز ان کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتی تھی اور وہ کسی کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھے۔ بس ہمارے بہت سے سوار مارے گئے اور بہت سے قید ہو گئے۔"

ابولہب کو اس خبر سے اتنا صدمہ ہوا کہ اسی وقت گھر کو روانہ ہو گیا اور آتے ہی بے سدھ بستر پر گر پڑا۔ بدر کی شکست کے باعث کھانا پینا چھوڑ دیا اور دن بدن کمزور ہونے لگا۔ بدر کی ذلت آمیز شکست کو ابھی سات دن ہی گزرے تھے کہ اس کے جسم پر ایک زہریلا چھالا "عدسہ" نمودار ہوا۔ اور چند ہی دنوں میں اس کے سارے جسم میں پھیل کر چیچک کی شکل اختیار کر گیا۔ جسم کے ہر حصہ سے بدبودار پیپ بہنے لگی۔ گوشت گل گل کر گرنے لگا۔ اور قریبی عزیزوں، رشتہ داروں اور بیٹوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ بالآخر اس ظالم ابولہب نے انتہائی بے کسی کی حالت میں تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ مرنے کے بعد اس کی لاش ٹھکانے لگانے کے لیے بھی کوئی عزیز اس کے قریب نہ گیا۔ اور دشمن مصطفیٰ ﷺ کی لاش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ اور گل سڑ کر اس سے بدبو آنے لگی۔ جب لوگ اس کے تعفن اور بدبو سے تنگ آ گئے تو اس کے بیٹوں نے طعن و ملامت کے ڈر سے حبشی غلاموں سے اس کی لاش

ٹھکانے لگانے کا سودا کیا۔ انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے گھسیٹ کر ابولہب کی لاش کو اس میں پھینک دیا۔ اور دور ہی سے پتھر پھینک پھینک کر اس کی لاش کو چھپا دیا۔ یہ تھا رسول پاک ﷺ کے دشمن کا وہ عبرتناک انجام جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ ﴾

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔ اور وہ ہلاک ہوگیا۔ اس کی دولت اور اس کی کمائی یعنی اولاد بھی اس کے کسی کام نہ آئی۔''

امیہ بن خلف

نبی اکرم ﷺ کے گستاخوں، بے ادبوں اور دشمنوں میں امیہ بن خلف کا نام بھی سرفہرست ہے۔ یہ بھی سردارانِ قریش میں سے ایک تھا۔ یہ بڑا آسودہ حال، مال دار اور صاحب حیثیت شخص تھا۔ اس کا شمار بھی رحمت عالم کے صف اول کے دشمنوں میں ہوتا تھا۔ یہ ان چھ بدنصیبوں میں شامل ہے جن کی ہلاکت، تباہی، اور بربادی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے نام لے کر بددعا کی تھی۔ اس ظالم کا وطیرہ تھا کہ جب بھی رسول اکرم ﷺ کو دیکھتا تو گالیاں دینا شروع کر دیتا۔ لعن طعن کرتا اور آپ کے قریب سے گزرتے ہوئے آنکھیں مٹکاتا اور طنزیہ اشارے کیا کرتا تھا۔ اللہ رب العزت نے امیہ بن خلف کی انہیں حرکات وسکنات کی مذمت میں سورۃ ہمزہ نازل فرمائی۔ اور اسے جہنمی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ ﴾

''ہر طعنہ دینے والے اور عیب جوئی کرنے والے کے لیے ہلاکت ہے۔ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ہرگز نہیں۔ (بلکہ) وہ یقینا چکنا چور کر دینے والی (آگ) میں

پھینک دیا جائے گا۔ اور تم کیا جانو کہ چکنا چور کر دینے والی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ جو دلوں تک جا پہنچے گی۔ بے شک وہ ان پر بند کر دی جائے گی۔ اس کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں ہوں گے۔''

سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اسی ظالم امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ پر امیہ کے جور و ظلم کی داستان بڑی طویل اور دردناک ہے۔ یہ سفاک سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کی اذیتیں اور سزائیں دیتا۔ آپ کے گلے میں رسی ڈال کر مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتا، ڈنڈوں سے پیٹتا، چلچلاتی دھوپ میں بٹھائے رکھتا۔ کڑکتی دوپہر میں ننگے بدن پتھروں پر لٹاتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا۔ بھوکا پیاسا رکھتا۔ مگر سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ یہ سارے ستم سہہ کر بھی ''اَحَدٌ اَحَدٌ'' اللہ ایک ہے۔ اللہ ایک ہے کی آواز لگاتے۔ بقول علامہ اقبال مرحوم سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ امیہ کے ظلم و ستم پر فرماتے ہوں گے۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت کا کچھ مزہ ہی نہیں

نبی اکرم ﷺ جنگ بدر سے قبل ہی اُمیہ بن خلف کے قتل کی خبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دے چکے تھے۔ اور اس کی اطلاع سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ دھمکی کے انداز میں اُمیہ بن خلف کو بھی ہو چکی تھی، جس کی تفصیل صحیح بخاری کتاب المغازی اور کتاب المناقب۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں دیکھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ جب اہل مکہ کا مسلح لشکر بدر کی طرف روانہ ہونے لگا۔ تو اُمیہ نے رسول اکرم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق اپنی موت کو یقینی خیال کرتے ہوئے ٹال مٹول سے کام لیا۔ مگر ابوجہل کے اصرار نے اسے مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ البتہ اس نے اتنی احتیاط کی کہ ایک تیز رفتار اونٹ ساتھ لے لیا تا کہ جب موت کا خطرہ محسوس ہو تو اونٹ پر سوار ہو کر بھاگ آئے۔ اور موت سے محفوظ رہ سکے۔ مگر نبی صادق ﷺ کی پیش گوئی کیسے غلط ہو سکتی تھی۔ لہٰذا یہ دشمن رسول تمام تر احتیاطی تدابیر کے باوجود اضطراراً میدان بدر میں پہنچ گیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ذلت کی موت مرا اور اس کی لاش کو بھی

دوسرے مقتولین کے ہمراہ، بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔

امیہ کی موت کا واقعہ بھی بڑا عبرتناک ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جناب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور اُمیہ کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے۔ لہٰذا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ امیہ میدان بدر میں قتل نہ ہو۔ بلکہ اسے گرفتار کر کے قیدی بنا لیا جائے۔ شائد اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نصیب فرما دے اور وہ آخرت کے عذاب سے نجات پا جائے۔ جناب عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

''میں جنگ بدر کے دن امیہ اور اس کے بیٹے علی کو گرفتار کر کے لے جا رہا تھا کہ جناب بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ کو دیکھ کر زور سے آواز لگائی۔ اُمَيَّةَ بْنَ خَلْفٍ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا اُمَيَّةُ۔ لوگو! دیکھو وہ امیہ جا رہا ہے۔ آج میں زندہ رہوں گا یا امیہ زندہ رہے گا۔ جناب بلال رضی اللہ عنہ کی آواز کا سننا تھا کہ انصار کی ایک جماعت نے اُمیہ کو گھیرے میں لے لیا۔ میں نے امیہ کو بچانے کے لیے اس کے بیٹے علی کو آگے کر دیا۔ تو انصار اسے قتل کر کے امیہ کی جانب متوجہ ہو گئے۔ میں نے انہیں بڑا سمجھایا کہ یہ میرا قیدی ہے۔ مگر وہ اسے چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے۔ میں نے امیہ سے کہا کہ ''زمین پر لیٹ جاؤ'' وہ لیٹ گیا۔ تو میں اس کے اوپر گر پڑا تا کہ کسی طرح اس کی جان بچ جائے۔ مگر ہجوم کے سامنے میری کوئی پیش نہ گئی۔ بلکہ لوگوں نے اُمیہ کو میرے نیچے سے کھینچ کر نکالا اور بے دردی سے قتل کر دیا۔ مرتے وقت امیہ کے منہ سے ایسی زوردار اور ہیبت ناک چیخ نکلی کہ میں نے آج تک ایسی چیخ نہیں سنی۔''[1]

اس طرح رسول پاک ﷺ کا یہ دشمن بھی جہنم واصل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گیا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ ''بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔''

[1] سيرة النبي لابن كثير غزوه بدر۔ قتل امية خلف.

اُبَیّ بن خلف

ابی بن خلف، امیہ کا بھائی تھا اور رسول دشمنی میں برابر کا شریک تھا۔ مکی زندگی میں جن لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو بہت زیادہ ستایا ان ظالموں، سفاکوں اور بدبختوں میں اُبی بن خلف کا نام بھی نمایاں ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے نظریات و اعتقادات کا مذاق اڑاتا۔ آپ ﷺ کو تمسخر کرتا اور سرکار دو عالم سے استہزاء کیا کرتا تھا۔ خصوصاً عقیدہ آخرت کے بارے میں بڑی ہتک آمیز گفتگو کرتا تھا۔

''ایک مرتبہ مکہ معظمہ کے پرانے قبرستان سے ایک گلی سڑی اور بوسیدہ ہڈی اٹھا لایا اور آپ ﷺ کے روبرو دونوں ہاتھوں سے مسل کر خاک بنایا۔ اور پھونک مار کر اس خاک کو فضا میں اڑاتے ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کی مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اَیَقۡدِرُ اللّٰہَ عَلٰی اِعَادَۃِ ھٰذَا۔ کیا اللہ تعالیٰ اس بوسیدہ ہڈی کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا ہاں۔ میرا اللہ اس ہڈی کو بھی زندہ کرے گا اور تجھے بوسیدہ اور خستہ ہو جانے کے بعد زندہ کر کے جہنم رسید کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مشرک، کافر اور گستاخ کے جواب میں یہ آیات طیبات نازل فرمائیں۔''

﴿وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلۡقَہٗ ؕ قَالَ مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ ھِیَ رَمِیۡمٌ ۞ قُلۡ یُحۡیِیۡھَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَھَاۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ وَ ھُوَ بِکُلِّ خَلۡقٍ عَلِیۡمُۨ ۞﴾

(یٰسٓ: ۷۸۔ ۷۹)

''اور وہ شخص ہمارے لیے مثالیں بیان کرنے لگ گیا ہے اور اس نے اپنی پیدائش کو فراموش کر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہڈیوں کو بوسیدہ ہونے کے بعد کون زندہ کرے گا؟ (اے رسول ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ انہیں وہی (اللہ تعالیٰ) زندہ کرے گا۔ جس نے انہیں پہلی بار پیدا فرمایا تھا۔ اور وہ ہر تخلیق کو بہتر جاننے والا ہے۔''

ابی بن خلف مکی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کو اکثر قتل کی دھمکیاں دیتا رہتا تھا۔ ایک ملاقات میں آپ ﷺ سے کہنے لگا۔ اے محمد (ﷺ)! میرے پاس ''عوذ'' نامی ایک گھوڑا

ہے۔ میں اسے روزانہ تین صاع (ساڑھے سات کلو) دانہ کھلاتا ہوں۔ میں اسی پر بیٹھ کر تمہیں قتل کروں گا۔ آپ (ﷺ) نے جواب میں فرمایا۔ بَلْ اَقْتُلُكَ اِنْ شَاءَ اللّٰه۔ بلکہ ''ان شاء اللہ میں تمہیں قتل کروں گا۔''

''۳ہجری غزوۂ احد کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ گھاٹی میں تشریف فرما تھے تو ابی بن خلف سر پر خود اور چہرے پر آہنی نقاب ڈالے اپنے تیز رفتار گھوڑے کو رقص کراتے ہوئے آپ ﷺ کے سامنے اچانک نمودار ہو کر کہنے لگا۔ اَيْنَ مُحَمَّدٌ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا۔ محمد ﷺ کہاں ہے؟ اگر آج وہ میرے ہاتھ سے بچ گیا تو میرا بچنا محال ہے۔ کئی جانثاروں نے آگے بڑھ کر اسے روکنا چاہا مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دَعُوْهُ وَخَلُّوْا طَرِيْقَهٗ۔ اسے چھوڑ دو اور اس کا راستہ خالی کر دو۔ آپ ﷺ نے غضبناک نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ راہ فرار اختیار کرنے لگا۔ آپ نے نبوت کی پرجلال آواز میں فرمایا۔ كَذَّابٌ اَيْنَ تَفِرُّ۔ او جھوٹے! اب بھاگ کر کہاں جا رہے ہو؟ نبوت کی بارعب آواز سن کر رک گیا اور آپ ﷺ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے اپنے ایک صحابی جناب حارث رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھوٹا سا نیزہ پکڑ کر اتنے زور سے جھٹکا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کی تاب نہ لا سکے اور جلدی سے ادھر ادھر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اکیلے اس کے سامنے کھڑے ہو کر خود اور زرہ کے درمیان حلق کے پاس تھوڑی سی تنگی جگہ پر نیزہ سے ضرب لگائی تو ابی حواس باختہ ہو گیا۔ سر چکرا گیا اور غش کھا کر گھوڑے کی پشت سے نیچے لڑھکنے لگا۔ اور بیل کی طرح ڈکارنا شروع ہو گیا۔ حالانکہ بظاہر اس کی گردن پر معمولی سی خراش آئی تھی۔

جب گھوڑے کے ساتھ لڑھکتے ہوئے وہ قریش کے پاس پہنچا تو چیخ کر بولا۔ قَتَلَنِيْ وَاللّٰهِ مُحَمَّد۔ اللہ کی قسم! مجھے محمد نے قتل کر دیا۔ لوگوں نے اس کی

خراش دیکھ کر کہا کہ تمہاری بزدلی کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ تمہارے جسم پر کوئی زخم نہیں۔ بس حلق پر معمولی سی خراش ہے اور تم نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اُٹھا رکھا ہے۔ ابی بولا۔ تمہیں کیا خبر کہ وہ محمد ﷺ مکہ میں مجھے کہہ چکا تھا کہ ''میں تمہیں قتل کروں گا'' اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتا تو میری جان نکل جاتی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جو تکلیف مجھے ہے اگر وہ ذوالمجاز کے سارے باشندوں کو ہوتی تو وہ سب مر جاتے۔ بالآخر اللہ اور اس کے رسول کا یہ دشمن میدان اُحد سے مکہ معظمہ واپس جاتے ہوئے مقام ''سرف'' پر شدت درد سے مر گیا۔'' ❶

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے اس کے دشمنوں کی ناکامی، نامرادی اور ہلاکت کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔ اور ایک بہت بڑا دشمن رسول جہنم واصل ہو گیا۔

عقبہ بن ابی معیط

مکہ مکرمہ میں جو لوگ رسول اکرم ﷺ کے ہمسائے تھے اور آپ کو گھر کے اندر بھی ایذائیں اور تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک ''عقبہ بن ابی معیط'' تھا۔ یہ دشمنانِ رسول آپ ﷺ کے گھر میں گندگی پھینک دیتے۔ گھر کے باہر غلاظت ڈال دیتے اور راستے میں کانٹے بچھا دیتے۔ غرض آپ ﷺ کو ستانے کی جو تجویز کسی کے ذہن میں آتی وہ اس پر عمل کر گزرتا۔ عقبہ بن ابی معیط بھی آپ کے بدترین دشمنوں میں سے ایک تھا۔

ایک مرتبہ اس گستاخ رسول نے اپنے دوست ابی بن خلف کے کہنے پر رسول اکرم ﷺ کے چہرۂ انور پر تھوکنے کی کوشش کی۔ مگر اس کا تھوک چہرۂ نبوی پر گرنے کی بجائے اس کے اپنے منہ پر آگ بن کر گر پڑا۔ جس سے اس کا چہرہ جل گیا۔ اور اس نے چیخنا شروع کر دیا۔ پھر اس کی موت تک جلنے کے نشانات اس کے چہرے پر قائم رہے۔ تفسیری روایات کے مطابق عقبہ نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ کاش میں اپنے دوست ابی کے کہنے پر اس

❶ الرحیق المختوم غزوہ احد۔ قتل ابی بن خلف۔

بے ادبی اور گستاخی کا مظاہرہ نہ کرتا۔ بعض علماء تفسیر اور سیرت نگار سورۃ فرقان کی اس آیت مبارکہ کا اطلاق اسی واقعہ پر کرتے ہیں کہ عقبہ نے کہا:

﴿ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴾ (الفرقان: ۲۸)

''ہائے افسوس! کاش میں فلاں شخص (ابی بن خلف) کو اپنا دوست نہ بناتا۔''

صحابی رسول جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عقبہ کی رسول دشمنی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی (دارالندوہ میں) بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔ کون ہے جو فلاں قبیلے کے ذبح شدہ اُونٹ کی اوجھڑی اٹھا لائے۔ فَيَضَعُ عَلٰى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ اِذَا سَجَدَ ۔اور جب محمد ﷺ سجدہ میں جائیں تو ان کی پشت پر ڈال دے۔ فَانْبَعَثَ اَشْقَى الْقَوْمِ ۔یہ سن کر قوم کا بدبخت ترین آدمی عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اوجھڑی لا کر رسول اکرم ﷺ کے سجدہ جانے کا انتظار کرنے لگا۔ حَتّٰى اِذَا سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَضَعَهٗ عَلٰى ظَهْرِهٖ بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔جب نبی اکرم ﷺ سجدہ میں گئے تو اس بدبخت نے اس اوجھڑی کو آپ کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ سارا پریشان کن منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ لَا اُغْنِيْ شَيْئًا ۔مگر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کاش! میں اس ظالم کو روکنے کی طاقت رکھتا تو ضرور روکتا۔ فَجَعَلُوْا يَضْحَكُوْنَ وَيَحِيْلُوْنَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سردارانِ قریش اس صورت حال سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اور ہنستے مسکراتے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ سجدہ میں ہی پڑے رہے اور اپنا سر اوپر نہ اٹھایا۔ حَتّٰى جَآءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْهُ عَنْ ظَهْرِهٖ یہاں تک کہ تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور

انہوں نے آپ کی پشت مبارک سے اونٹ کی گندی اوجھڑی ہٹا کر دور پھینک دی۔ وَدَعَتْ عَلٰی مَنْ صَنَعَ اور یہ بری حرکت کرنے والوں کو سخت سست کہا۔ پھر رسول مقبول ﷺ نے سر سجدہ سے اٹھایا اور تین بار فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ۔ اے اللہ! تو قریش کی گرفت فرما۔ آپ ﷺ کی یہ بددعا ان ظالموں پر بڑی گراں گزری اور وہ سہم گئے کیونکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس شہر مکہ میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے چھ آدمیوں کے نام لے کر ان کے لیے خصوصی بددعا کی۔ فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِاَبِیْ جَھْلٍ وَعَلَیْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ وَشَیْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ وَالْوَلِیْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُمَیَّةَ بْنِ خَلْفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِیْ مُعَیْطٍ)) [1]

''اے میرے رب! تو خود ہی ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید، اُمیہ اور عقبہ بن ابی معیط کو اپنی گرفت میں لے کر انہیں سزا سے دوچار فرما۔''

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔

((رَئَیْتُ الَّذِیْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَرعٰی فِی الْقَلِیْبِ قَلِیْبِ بَدْرٍ)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کے اپنی بددعا میں نام لیے تھے میں نے دیکھا کہ وہ سب غزوۂ بدر میں مارے گئے۔ اور ان کی لاشوں کو بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔''

ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کے اس دشمن عقبہ نے آپ ﷺ کا گلا گھونٹ کر قتل کرنے کی کوشش کی مگر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بروقت مداخلت کے باعث یہ ظالم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الوضوء، باب اذا القى على ظهر المصلى قذرا وجيفة لم تفسد عليه صلاته: ٢٤٠.

''بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ رسول اللہ ﷺ کعبۃ اللہ کے صحن میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ اچانک عقبہ بن ابی معیط آیا۔ فَوَضَعَ رِدَاءَهُ فِيْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيْدًا ۔اور اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر بڑی سختی سے آپ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔قریب تھا کہ رحمت عالم کا کام تمام ہو جاتا کہ۔فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى دَفَعَهُ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور انہوں نے عقبہ کوزور سے پرے دھکیل کر رسول اکرم ﷺ کو اس ظالم سے چھڑایا اور فرمانے لگے۔

((اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَّبِّكُمْ)) [1]

''کیا تم اس شخص محمد ﷺ کو محض اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ ''میرا رب اللہ ہے'' اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کی واضح نشانیاں لے کر آیا ہے۔''

مختصر یہ کہ عقبہ بن ابی معیط، رحمت مجسم ﷺ کا بہت بڑا مخالف اور جانی دشمن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق رسول پاک ﷺ کے اس دشمن کو بھی آخرت میں جہنم کی وعید سنائی اور دنیا میں ذلت کی موت مار کر نشانۂ عبرت بنا دیا۔ عقبہ جنگ بدر میں قید ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی اسلام دشمنی، عداوت اور مخالفت کی بناء پر اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ سرور کائنات کی طرف سے میرے قتل کا فرمان جاری ہو چکا ہے تو کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ! کیا تمام قریشی اسیروں میں سے آپ مجھے ہی قتل کریں گے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا۔کیا جانتے ہو کہ اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ میں ایک دن مقام ابراہیم کے پیچھے سجدہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، فضائل اصحاب النبی ﷺ: باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذا خليلا، ۳٦۷۸.

ریز تھا کہ اس نے اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ کر اتنے زور سے دبایا کہ مجھے اپنی آنکھیں پھوٹ جانے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔ اور آپ نے حالت سجدہ میں عقبہ کی طرف سے اونٹ کی گندی اوجھڑی پھینکنے کا واقعہ بھی سنایا۔ [1]

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا اشارہ پا کر سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور جناب عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس دشمن رسول کا سرتن سے جدا کر کے ہمیشہ کے کے لیے جہنم واصل کر دیا۔

ولید بن مغیرہ

امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ازلی دشمنوں، ابدی مخالفوں اور مستقل حاسدوں میں "ولید بن مغیرہ" کا نام بڑا معروف ہے۔ حرب بن اُمیہ کے بعد اسے قریش کی سیادت وقیادت کے لیے منتخب کیا گیا۔ یہ ابوجہل کا چچا اور مشہور اسلامی جرنیل سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا باپ تھا۔ عمر رسیدہ، دانا اور جہاندیدہ ہونے کے باوجود عداوت رسول اور دشمنیٔ مصطفیٰ میں کسی سے پیچھے نہیں تھا۔ بڑا مال دار، صاحب اولاد اور فارغ البال تھا۔ عربی کلام کے نشیب وفراز سے خوب واقف اور اشعار کے حسن وقبح سے آشنا تھا۔ خود کو بڑا پنچایتی، عقل مند اور ذہین وفطین سمجھتا تھا۔ اس کے دس بارہ بیٹے ہر وقت مجلس میں حاضر رہ کر اس کی شان وشوکت بڑھاتے رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد اسی نے کہا تھا کہ:

> "میرے اور ابومسعود ثقفی کے ہوتے ہوئے محمد ﷺ کو نبی بنانے اور اس پر وحی نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو منصب رسالت کے لیے منتخب کرنا تھا تو میرا استحقاق تھا کہ قرآن مجید مجھ پر یا طائف کے سردار پر نازل کیا جاتا۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی بات کا ذکر کر کے مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ

[1] سیرۃ النبی لابن کثیر، غزوہ بدر قتل نضر بن حارث وعقبہ بن ابی معیط.

رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝﴾ (الزخرف: ۳۱۔ ۳۲)

''اور انہوں نے کہا کہ یہ قرآن دو شہروں میں سے بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا۔ کیا تیرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) کو تقسیم کرنے والے یہ لوگ ہیں۔ حالانکہ دنیا کی زندگی کا سامان انکے درمیان ہم نے تقسیم کیا ہے اور ان میں سے بعض لوگوں کو دوسروں پر کچھ فوقیت دی ہے تا کہ وہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں اور آپ کے پروردگار کی رحمت اس چیز سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔''

نبی محترم ﷺ مکی زندگی میں اعلانِ نبوت کے بعد ہر سال حج کے موسم میں دُور دراز سے آنے والے حجاج کرام سے ان کے خیموں، رہائش گاہوں اور منیٰ کی وادی میں ملاقات کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیتے اور اپنی رسالت ونبوت سے آگاہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قریش مکہ نے حجاج کرام میں رسول اکرم ﷺ کی دعوت وتبلیغ کے اثرات روکنے کے لیے ولید بن مغیرہ کے ڈیرے پر اجلاس منعقد کیا۔ اجلاس کی کاروائی شروع ہوتے ہی ولید نے حاضرین سے کہا کہ تمام لوگ اس سلسلے میں اپنی تجاویز پیش کریں کہ محمد ﷺ کے ''شر'' سے حاجیوں کو کیسے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

سردارانِ قریش میں سے ایک نے کہا کہ ہم حُجاج سے کہیں گے کہ محمد (ﷺ) ''کاہن'' ہے۔ ولید کہنے لگا۔ اللہ کی قسم! وہ کاہن نہیں ہے، اس کے کلام میں کاہنوں جیسی گنگناہٹ، قافیہ گوئی اور تک بندی قطعاً نہیں ہے۔ دوسرا سردار بولا۔ اگر کاہن کہنا درست نہیں تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ ''پاگل'' ہے۔ ولید نے کہا۔ واللہ! وہ پاگل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اندر نہ پاگلوں جیسی دم گھٹنے کی کیفیت ہے، نہ وہ الٹی سیدھی حرکتیں کرتا ہے۔ اور نہ ہی دیوانوں جیسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ تیسرا سردار بولا۔ تو ہم اسے ''شاعر'' کہیں گے۔ ولید نے جواب دیا کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ شاعر بھی نہیں ہے۔ ہمیں شعروسخن کی تمام اصناف کا علم ہے۔ اس کی

بات بہر حال شعر نہیں ہے۔ ایک اور کہنے لگا کہ ہم اسے ''جادوگر'' کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ ولید نے کہا وہ جادوگر بھی نہیں کیونکہ وہ شخص جادوگروں کی طرح جھاڑ پھونک نہیں کرتا۔ اور گرہ بھی نہیں لگاتا۔

جب ولید بن مغیرہ شرکاء اجلاس کی تمام تجاویز پر تبصرہ کر چکا تو اب لوگوں نے کہا۔ جناب ولید! اب آپ ہی کوئی مناسب اور حسبِ حال رائے دیں کہ ہم حاجیوں کو محمد ﷺ سے کیسے متنفر کر سکتے ہیں۔ ولید نے کہا۔ اچھا مجھے ذرا سوچ لینے دو۔ پھر اس نے حاضرین پر ایک فاخرانہ نگاہ ڈالی۔ ازراہِ تکبر پیشانی کو سکیڑا اور گہرے غور وخوض کے بعد بولا۔ ''تم باہر سے آنے والوں کو یوں کہہ سکتے ہو کہ اس شخص کے کلام میں ایسا جادو ہے جس سے بھائی، بھائی سے...... باپ بیٹے سے...... شوہر بیوی سے...... جدا ہو جاتا ہے۔ اور کنبے قبیلے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ ولید کی رائے پر ہی فیصلہ ہوا اور لوگ اپنے گھروں کو رخصت ہو گئے۔

قرآن مجید ولید بن مغیرہ کی اسلام اور صاحب اسلام کے ساتھ اس عداوت، بغض اور مخالفت کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی دھمکی دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ذَرْنِيْ وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ⑪ وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ⑫ وَّ بَنِيْنَ شُهُوْدًا ⑬ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ⑭ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ⑮ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ⑯ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ⑰ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ⑱ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑲ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑳ ثُمَّ نَظَرَ ㉑ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ㉒ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ㉓ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ㉔ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ㉕ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ㉖ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ㉗ لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ㉘ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ㉙ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ㉚﴾ (المدثر: ۱۱۔ ۳۰)

''مجھے چھوڑ دیجئے اور اسے بھی جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اسے لمبا چوڑا مال عطا کیا۔ اور ہر وقت موجود رہنے والے بیٹے عطا کیے۔ اور ہر طرح سے اس کے لیے راہ ہموار کی۔ پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور بھی دوں۔ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے۔ میں عنقریب اسے ایک سخت گھاٹی پر چڑھا دوں گا۔ اس نے سوچا اور ایک بات بنانے کی کوشش کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو، اس نے کیسی بات بنائی۔ پھر اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو، اس نے کیسی بات بنائی۔ پھر اس نے دیکھا۔ پھر اس نے پیشانی سکیڑی اور منہ بسورا۔ پھر پیچھے ہٹ گیا۔ اور تکبر میں آ گیا پس اس نے کہا کہ یہ تو ایک موثر جادو ہے۔ یہ تو انسان ہی کا قول ہے۔ بہت جلد میں اسے سقر (دوزخ) میں ڈال دوں گا۔ اور آپ کیا جانیں کہ سقر کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ (وہ تو) کھال کو جھلس دینے والی ہے۔ اس پر انیس (۱۹) فرشتے مقرر ہیں۔''

ان آیات میں واضح طور پر ولید کی اسلام اور نبی مکرم ﷺ کے خلاف سازشوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے اسے جہنمی، دوزخی اور عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اُخروی عذاب کے علاوہ ولید بن مغیرہ کی موت بھی اپنے اندر عبرت کا سامان لیے ہوئے ہے۔ اس دشمن مصطفیٰ کی موت اس طرح واقع ہوئی کہ ولید بن مغیرہ:

''ایک مرتبہ قبیلۂ خزاعہ کے ایک ایسے آدمی کے قریب سے گزرا جو تیر بنا رہا تھا۔ اتفاق سے اس کے کسی تیر پر ولید کا پاؤں آ گیا۔ فَخَدَشَ فِيْ رِجْلِهٖ ذَالِكَ الْخَدَشَ وَلَيْسَ بِشَيْئٍ تو اس کے پاؤں میں معمولی سا زخم ہو گیا۔ پھر زخم ایسا خراب ہوا کہ خون بند ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ فَانْتَقَضَ بِهٖ فَقَتَلَهٗ۔ آخر کار پاؤں کے اسی زخم کی وجہ سے کئی دن تڑپتا رہا اور اسی تکلیف میں مر کر جہنم رسید ہو گیا۔'' [1]

نضر بن حارث

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ دشمنی میں نضر بن حارث بھی کسی سے کم نہیں تھا۔ یہ بھی نہایت بداخلاق، کفر و سرکشی کا مجسمہ اور سردارانِ قریش میں سے تھا۔ اور

[1] تفسیر قرطبی سورۃ الحجر، آیت: ۹۵۔

رسول اللہ ﷺ کے نظریات کی تبلیغ اور اشاعت کو روکنے۔ لوگوں کو قرآن حکیم کی آیات مبارکات سے دور رکھنے اور رحمت عالم ﷺ کو ایذائیں پہنچانے میں پیش پیش تھا۔ ایک مرتبہ اس نے قریش کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا۔ محمد ﷺ کی شکل میں ایسی اُفتاد آن پڑی ہے۔ کہ اب تک تم اس کا کوئی توڑ اور جواب تلاش نہیں کر سکے۔ تم اپنی مجالس میں محمد ﷺ کو جادوگر، کاہن، شاعر اور پاگل کہتے ہو۔ مگر اللہ کی قسم! وہ ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ جب وہ جوان تھا تو تمہارا پسندیدہ آدمی تھا اور تم اسے سب سے زیادہ سچا اور امانت دار سمجھتے تھے۔ اب اس کی کنپٹیوں پر سفیدی آنے کو ہے۔ اور انہوں نے نبوت ورسالت اور نزول وحی کا دعویٰ کیا ہے تو تم سارے اس کے مخالف اور دشمن ہو گئے ہو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے پاس اس کا راستہ روکنے کے لیے کوئی مؤثر ہتھیار اور طریقہ کار بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اب میں تمہیں اس کا راستہ روک کر دکھاؤں گا۔ چنانچہ نضر بن حارث ''حیرہ'' شہر گیا۔ وہاں سے بادشاہوں کے دلچسپ واقعات اور رستم واسفندیار کی حیران کن حکایات سیکھ کر واپس آیا، نبی اکرم ﷺ جہاں کہیں جا کر اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دیتے، آخرت سے ڈراتے اور کلام الٰہی سناتے تو یہ ظالم بھی وہاں پہنچ جاتا۔ اور لوگوں کو رستم واسفندیار کے قصے کہانیاں سنا کر خوش کرنے کی کوشش کرتا اور کہتا کہ محمد ﷺ کی باتیں میری باتوں سے بہتر نہیں ہیں۔ اور اس کا کلام تو صرف پرانے لوگوں کی داستانیں ہیں۔ اس نے بھی میری طرح ان قصوں کہانیوں کو لکھ لیا ہے۔ لہٰذا تم اس کی باتوں پر دھیان نہ دو۔ بلکہ میری بیان کردہ حکایتوں سے دل بہلاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اسی بدبخت کا قول نقل کر کے اس کی تردید ومذمت نازل فرمائی ہے۔ [1]

ارشاد ہوا:

﴿وَ قَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝﴾

(الفرقان: ٥۔٦)

---

[1] سیرۃ النبی لابن ہشام، باب: ٥٥.

''اور انہوں نے کہا کہ یہ (قرآن) تو پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں۔ جنہیں اس محمد ﷺ نے کتابت کروالیا ہے۔ پس وہی داستانیں صبح وشام اس کے پاس پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے فرمائیے کہ قرآن مجید تو اس ذات الٰہی نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا ازحد مہربان ہے۔''

ترجمان القرآن سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نضر بن حارث ملعون نے چند لونڈیاں خرید رکھی تھیں۔ جب اسے کسی آدمی کے بارے میں اطلاع ملتی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف مائل ہے تو وہ اس پر ایک لونڈی مقرر کر دیتا جو اسے کھلاتی، پلاتی اور گانے سناتی یہاں تک کہ اسلام کی طرف اس کا جھکاؤ باقی نہ رہتا۔ سورۃ لقمان کی یہ آیت مبارکہ اسی سلسلے میں نازل فرمائی گئی ہے۔ ❶

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾ (لقمان:٦)

''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو بے ہودہ باتیں اس لیے خریدتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بغیر علم کے بہکاوے اور اس کا مذاق اڑائے۔ ایسے لوگوں کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب ہے۔''

یہ نضر بن حارث جسے قرآنی آیات میں ذلیل کر دینے والے عذاب کا مستحق قرار دیا گیا۔ یہ دشمن مصطفیٰ غزوۂ بدر میں اسیر ہوا اور رسول مکرم ﷺ کی اجازت سے عادی مجرم ہونے کی بناء پر مقام صفراء میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر کے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں پہنچا دیا۔ ❷

---

❶ تفسیر فتح القدیر، سورہ لقمان: ٦.

❷ سیرۃ النبی لابن کثیر غزوہ بدر، قتل نضر بن حارث.

دیگر دشمنانِ رسول

اب تک کی گفتگو میں نبی محترم، سرورِ عالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے چند بڑے دشمنوں کی ہلاکت، تباہی اور بربادی کا مختصر تذکرہ کیا گیا۔ کفر کے ان سرداروں کے علاوہ بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو رسول کریم ﷺ کا مذاق اُڑاتے، استہزاء کرتے اور تبلیغ اسلام میں رکاوٹ ڈالنے کی بھرپور کوشش کیا کرتے تھے۔ اللہ رب العالمین نے انہیں بھی دنیا میں ذلیل ورسوا کر کے عبرتناک انجام سے دوچار کر دیا۔

''ایک مرتبہ پانچ سردارانِ مکہ رسوم جاہلیت کے مطابق کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ اور یہ پانچوں افراد رسول کریم ﷺ کے دشمن، مخالف اور حاسد تھے اور آپ ﷺ کو مذاق کیا کرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ کچھ فاصلے پر کھڑے ان کے طواف کا طریقہ اور انداز دیکھ رہے تھے کہ جناب جبرائیل علیہ السلام بھی آپ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران آپ ﷺ کا ایک گستاخ ''اسود بن مطلب'' سامنے سے گزرا تو جناب جبرائیل علیہ السلام کے اشارہ کرنے سے ایک سبز پتا ہوا میں اڑا اور اس کے چہرے سے ٹکرایا۔ تو اسود فوراً اندھا ہو گیا۔ آنکھوں میں شدید درد شروع ہو گیا۔ فَجَعَلَ يَضْرِبُ بِرَأْسِهِ الْجِدَارَ۔ اور اپنا سر دیواروں سے مارنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول پاک ﷺ کا ایک اور بے ادب ''اسود بن عبدیغوث'' وہاں سے گزرا تو جبرائیل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ اس کے پیٹ میں پانی پڑ گیا۔ اور اسی بیماری سے تڑپ تڑپ کر جان دے دی...... پھر ولید بن مغیرہ وہاں آ گیا...... (اس کا عبرتناک انجام آپ جان چکے ہیں) ابھی آپ ﷺ اور جناب جبرائیل علیہ السلام وہیں کھڑے تھے کہ عاص بن وائل سامنے آ گیا جبرائیل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کی طرف اشارہ کر دیا چنانچہ وہ کچھ دنوں بعد گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا کہ راستے میں گدھا ایک خاردار جھاڑی پر بیٹھ گیا۔ فَدَخَلَتْ فِيْ اَخْمَصِ قَدَمِهٖ

شَوْكَةٌ فَقَتَلَتْهُ۔ تو اس کے پاؤں میں معمولی سا کانٹا چبھ گیا۔ وہ کانٹا ہی اس ظالم کی موت کا سبب بن گیا۔ پھر حارث نامی ایک دشمن مصطفیٰ وہاں سے گزرا تو جناب جبرائیل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس بدبخت کو یہ سزا ملی کہ اس کے سر میں پھوڑے نکل آئے، سارا سر پیپ سے بھر گیا اور اسی تکلیف سے ہی مر گیا۔'' [1]

اب تک کی پیش کردہ قرآنی آیات، احادیث مبارکات، تفسیری روایات اور تاریخی واقعات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ جو شخص امام الرسل ﷺ کا بے ادب، گستاخ اور دشمن ہے وہ اس دنیا میں ذلیل ورسوا، عبرت کا نشان اور ناکام ونامراد ہے۔ اور کوئی اس کا نام ادب سے لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اور آخرت میں بھی ایسا شخص خائب وخاسر اور بے نام ونشان ہی ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اپنے آخری رسول سے وعدہ ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾

''بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت نازل فرما دی ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

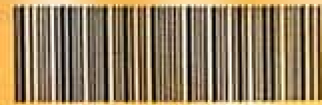
اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ مولائے کریم ہم سب کو اپنے آخری نبی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا فرماں بردار، اطاعت گزار اور وفادار بنائے۔ مرتے وقت سرکار دو عالم ﷺ کا کلمہ نصیب فرمائے۔ قبر کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔ میدان محشر میں ساقیٔ کوثر کے ہاتھوں کوثر کا پانی نصیب فرمائے۔ رحمتِ مجسم کی شفاعت کا حقدار بنائے، لواء الحمد کے نیچے جگہ عطا فرمائے اور سرور کونین کے ساتھ بغیر حساب ہی جنت الفردوس کا داخلہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ یارب العالمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

[1] تفسیر قرطبی، سورۃ الحجر، آیت: ۹۵.

خطباتِ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ





مکتبہ اسلامیہ



042-37244973 - 37232369

041-2631204 - 2641204



www.maktabaislamia.com.pk
Facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiainfo@gmail.com